



اللہ

فستعملوا العلم لئلا تكونوا من الغافلون

اللہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

افادہ

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری (سوات)

اہتمام و اشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ————— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)
- افادات: ————— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث و صدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- ترتیب و تخریج: ————— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ
- کمپوزنگ: ————— حافظ ولی الرحمن صدیقی..... (لوند خوڑ)
- پروف ریڈنگ: ————— سلطان فریدی
- ضخامت: ————— ۵۲۸/صفحات
- طبع بار دوم: ————— مارچ ۲۰۰۹ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
- تعداد بار دوم: ————— تیرہ سو..... (۱۳۰۰)
- قیت: —————
- نگرانی: ————— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- اہتمام و اشاعت: ————— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
- مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبوی ضلع صوابی (پاکستان)
- فون و فیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156
- موبائل: 0300-5681986

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین جلد چہارم

صفحہ

عنوانات

کتاب الصوم

باب رؤیۃ الهلال واختلاف المطالع

- | | |
|----|---|
| ۳۹ |صوم وعید ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ مفروضوں پر |
| ۴۰ |عید و رمضان کا حکم ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ حساب و شمار پر |
| ۴۰ |حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مہینوں کا حساب غیر ثابت ہے |
| ۴۲ |جب چاند نظر نہ آئے تو رویت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرنا جائز ہے |
| ۴۳ |قمری سال کا حساب و کتاب بہت آسان اور مشاہد ہے |
| ۷۴ |اس زمانے میں فسق عام ہے اس لئے رویت کے مسئلے میں قاضی تحریر کرے گا |
| ۴۸ |ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تفصیلی خبر پر اعتماد درست ہے |
| ۴۹ |سوال میں پیش کردہ تجویز اصولی نہیں |

صفحہ	عنوانات
۵۰	افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں
۵۱	عید و روزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان
۵۱	رمضان اور عید ہمارے ہاں رویت ہلال شرعی پر ہوا ہے
۵۲	عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم
۵۳	ریڈیو وغیرہ پر اعلان صوم و عید معتبر اور وحدت صوم و عید غیر مطلوب ہے
۵۵	ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟
۵۶	ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت
۵۸	صوم و عید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا
۵۹	روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے
۶۰	حکومت کی جانب سے رویت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے
۶۱	چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ
۶۲	صبح کو مشرق اور شام کو مغرب کی طرف چاند دیکھنا ممکن ہے
۶۲	مملکت سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (در بارہ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے
۶۳	صوم و فطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر
۶۶	مسئلہ لا عبرۃ لا اختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں
۶۸	اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب
۷۵	تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

صفحہ

عنوانات

۷۶	اثبات ماہ رمضان کیلئے تین افراد کی گواہی اور خبر مستفیض کا حکم
۷۷	افواہیں خبر مستفیض نہیں ہیں
۷۷	ریڈیو وغیرہ کے اعلان روزہ و فطر پر اعتماد کی شرائط
۷۹	دن کے وقت چاند کا نظر آنا آئندہ رات کا شمار ہوگا
۷۹	ثبوت عید و رمضان اور بقر عید میں اختلاف مطالع کا اعتبار و عدم اعتبار
۸۰	بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ اور سعودی اعلان پر صوم و عید کا حکم
۸۲	اختلاف مطالع اور ریڈیو وغیرہ پر اعلان کا حکم
۸۳	بلاد بعیدہ میں سعودی اعلان پر روزہ اور عید کا عوامی رواج
۸۶	الفرائد اللوامع فی تحقیق اختلاف المطالع

باب تعریف الصوم و انواعہ

۹۷	علامات بلوغت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی فرضیت کیلئے عمر کی حد
۹۷	جہاں اکیس گھنٹہ دن ہو وہاں اکیس گھنٹہ روزہ رکھا جائے گا
۹۹	غروب شمس کے تحقق کیلئے مشرق کی جانب سرخی کا زوال شرط نہیں
۱۰۰	ایک علاقے میں روزہ اور دوسرے میں عید ہو تو عید والے علاقے میں جا کر کیا کرنا چاہئے؟
۱۰۲	سحری کا آخری وقت اور دن میں یارات سے نیت روزہ رمضان کا حکم
۱۰۴	غروب شمس سے متصل افطار کا حکم

صفحہ	عنوانات
۱۰۴	رمضان میں گندم کی کٹائی کیلئے روزہ چھوڑنا بے باکی ہے
۱۰۵	حالت حمل کا خون مانع صوم نہیں
۱۰۶	ایران میں ایرانی اعلان کے خلاف پاکستانی اعلان پر عید منانا
۱۰۶	کسی کو معلوم نہ ہو کہ عید ہے اور اپنے قیاس پر عید سمجھ کر روزہ افطار کیا؟
۱۰۷	یوم الشک کا نفل روزہ باقاعدہ ثبوت رمضان کے بعد فرض شمار ہوگا
۱۰۸	خواص کیلئے صوم یوم الشک کا حکم
۱۰۹	یوم الشک کا روزہ جب نفل کی نیت سے ہو مکروہ نہیں
۱۱۱	یوم الشک کے بارے میں وارد احادیث اور مفتی بہ قول
۱۱۲	بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا روزے کیلئے نقصان دہ نہیں
۱۱۳	شام سے پہلے چاند دیکھ کر شبہ کی وجہ سے افطار کرنا موجب کفارہ نہیں
۱۱۴	مقامی اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں اختلاف کی صورت میں قضاء کا مسئلہ
۱۱۴	مختلف علاقوں میں اختلاف رمضان کی وجہ سے قضاء کا مسئلہ
۱۱۵	انتہائے سحری یعنی طلوع فجر کے وقت کا تعین
۱۱۶	سحری کیلئے لاؤڈ سپیکر پر صلاۃ و سلام پڑھ کر لوگوں کو جگانا
۱۱۷	روزے مکمل کرنے کیلئے حیض کی بندش کی گولیاں کھانا تکلف اور تعمق ہے
۱۱۸	خنزیر کا گوشت فروخت کرنا، عریان معاشرہ اور گندہ خوردنوش روزہ کیلئے مانع نہیں
۱۲۰	۲۳/ رمضان کو سورۃ عنکبوت و سورۃ روم پڑھنے کے بارے میں ارشاد الطاہرین کا حوالہ

باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ

۱۲۳	روزہ کی حالت میں کان، ناک اور آنکھ میں دوائی ڈالنے کا حکم
۱۲۴	روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے کا حکم
۱۲۵	دمہ کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
۱۲۶	باب الصوم میں جلاب کے بارے میں بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت
۱۲۷	کلی کر کے تری حلق میں پہنچ جانے سے روزہ کا حکم
۱۲۸	انجکشن مفسد صوم نہیں ہے
۱۲۹	وریدی اور جلدی انجکشن کے حکم میں کوئی فرق نہیں
۱۳۰	انجکشن کے مسئلہ پر دوبارہ استفسار
۱۳۰	وریدی انجکشن مفسد صوم نہیں ہے
۱۳۱	روزہ میں گلوکوز انجکشن یا ڈریپ چڑھانے کا حکم
۱۳۲	ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں
۱۳۳	انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا حکم اصول مسلمہ کا مخالف ہے
۱۳۴	نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
۱۳۴	نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی تفصیل
۱۳۶	نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے پر دوبارہ استفسار

صفحہ	عنوانات
۱۳۷	پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے
۱۳۸	بیوی کا بوسہ لینے یا اکٹھا سونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا
۱۳۸	استمناء بالید اور بالفخذین سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے
۱۳۹	باقاعدہ انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہے
۱۴۰	زوجین کا دوران جماع صبح صادق کا طلوع ہو کر روزہ کا حکم
۱۴۱	منی نکلنے کی مختلف صورتوں میں روزہ کا حکم
۱۴۲	روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس و کنار وغیرہ کا حکم
۱۴۳	قی فی الصوم میں مفتی بہ قول

باب ما تجب بہ

القضاء والكفارة

۱۴۷	روزے نہ رکھنے والے کی توبہ درست اور قضا فرض ہے
۱۴۸	مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے افطار کرنے پر کفارہ نہیں قضا ہے
۱۴۹	پانچ رمضان روزے توڑے ہوں تو پانچوں کی قضا اور ایک کفارہ لازمی ہے
۱۵۰	روزہ کو توڑنے یا بعض دنوں میں نہ رکھنے یا سرے سے نہ رکھنے والوں کا حکم
۱۵۱	مستند عالم کے فتویٰ کی صورت میں کفارہ لازم نہیں

صفحہ

عنوانات

۱۵۲ جس کی گواہی رد ہو جائے اور روزہ توڑے تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں
۱۵۳ قے کرنے سے فطر کے گمان پر پانی پی لیا تو اس پر قضا واجب ہے
۱۵۳ دمہ کے مریض کے لیے انہیلر سپرے کا استعمال موجب قضا و کفارہ ہے
۱۵۵ دانت نکالنے کیلئے پہلے کپسول کھانے کی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں
۱۵۶ روزہ میں سگریٹ پینے سے کفارہ لازم ہے
۱۵۶ روزہ میں نسوار استعمال کرنے سے قضا لازم ہے
۱۵۷ بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں
۱۵۸ بیوی سے ملاعبت کی وجہ سے انزال کی صورت میں صرف قضا ہے
۱۵۸ روزہ میں مشیت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں
۱۵۹ مشیت زنی کی وجہ سے نذر کیا ہوا روزہ کو دوبارہ مشیت زنی سے توڑنے کی صورت میں قضا کا حکم
۱۶۰ روزہ کی حالت میں لواطت کرنے سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں
۱۶۰ روزہ دار زانی پر قضا، کفارہ، توبہ اور حد زنا لازم ہیں
۱۶۱ قضا و کفارہ میں زنا اور لواطت کا ایک حکم ہے
۱۶۲ وجوب کفارہ میں جماع حلال یا حرام کا کوئی فرق نہیں
۱۶۳ روزہ میں لباس سمیت جماع کرنے سے قضا یا کفارہ وغیرہ کا حکم
۱۶۴ حقہ پینا موجب قضا اور احتیاطاً موجب کفارہ ہے

باب العوارض

المبيحة للفطر

۱۶۷ حالت اضطراری اور قریب الموت شخص کیلئے روزہ توڑنے کا حکم
۱۶۷ مسافر کو روزہ میں اختیار ہے البتہ عدم مشقت کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے
۱۶۸ دوسرے ملک میں مقیم آدمی مسافر شرعی نہیں اسلئے روزے رکھا کرے
۱۶۹ روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آنے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے
۱۶۹ دمہ کے مریض کیلئے روزے کا حکم
۱۷۰ مریض کو لاپرواہ ڈاکٹر کی ہدایت پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے
۱۷۲ ہائی بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزے کا مسئلہ
۱۷۳ افطار کیلئے زیادتی مرض کا ظن غالب شرط ہے نہ کہ محض توہم اور خطرہ
۱۷۳ غیر متدین ڈاکٹروں کے مشورہ سے روزہ نہ رکھنا خلاف شرع ہے
۱۷۴ روزہ عادل ڈاکٹر کے مشورہ یا تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا چاہئے
۱۷۵ معدوم المال والنفقہ مجبور وھقان رمضان میں روزہ نہ رکھ کر مزدوری کر سکتا ہے
۱۷۶ رمضان میں بیماری بڑھ جانے کی صورت میں روزہ توڑنے کا حکم
۱۷۷ شرعی مسافر اور مریض عاجز عن الصوم کیلئے افطار کی اجازت ہے

باب الفدیۃ

۱۷۸	پورے رمضان کا فدیہ تقریباً (انگریزی سیر سے) ڈیڑھ من گندم ہے
۱۷۸	فدیہ صوم کی مقدار اور متعدد مساکین میں تقسیم کا مسئلہ
۱۷۹	شیخ فانی اور صحت سے مایوس نہ ہو تو فدیہ دینا بے قاعدہ ہے
۱۸۰	فدیہ دینے سے عاجز آدمی استغفار پڑھا کرے
۱۸۰	گرددہ کا مریض اگر صاحب استطاعت نہیں تو فدیہ دے سکتا ہے
۱۸۱	بیمار کیلئے روزوں کا فدیہ مقدار فدیہ اور وقت فدیہ کا مسئلہ
۱۸۲	بیس سال سے روزہ نماز ادا نہ کرنے والے کی قضا اور فدیہ کا طریقہ
۱۸۳	شیخ فانی فدیہ دیا کرے اور عدم استطاعت میں استغفار کیا کرے
۱۸۴	رو بہ مرض بیمار فدیہ دے سکتا ہے
۱۸۵	فدیہ میں مسکینوں کو دو وقت کھلانے کی صورت میں نقد قیمت کافی نہیں

باب الاعتکاف

۱۸۸	سگریٹ یا حقہ پینے کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جائے گا
۱۸۹	ضرورت شدیدہ کی بنا پر اعتکاف چھوڑنے کا حکم

صفحہ	عنوانات
۱۸۹	محله کی ہر مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ
۱۹۰	دوران اعتکاف مسجد میں دنیاوی باتیں وغیرہ مکروہ ہیں
۱۹۱	دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ
۱۹۲	عورتوں کو اعتکاف کیلئے گھروں میں جگہ مخصوص کرنا چاہئے
۱۹۲	نماز باجماعت کیلئے دوسری مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں
۱۹۳	معتکف کیلئے سگریٹ نوشی اور مریضوں کو قیمتاً دوا دینے سے بچنا چاہئے
۱۹۴	اعتکاف کیلئے گرمی کے موسم میں سرد علاقوں کو جانے کا حکم
۱۹۵	معتکف کا اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم
۱۹۵	جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے
۱۹۶	معتکف کا قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جانا
۱۹۷	غسل جمعہ کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا
۱۹۷	معتکف کا گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا
۱۹۸	اعتکاف میں استثناء کا مسئلہ
۱۹۹	معتکف کا جنازہ کیلئے نکلنے کا حکم
۲۰۰	معتکف کیلئے نسیاناً مسجد سے نکلنے میں مفتی بہ قول
۲۰۱	فساد صوم سے اعتکاف مسنون تطوع بن جاتا ہے نہ کہ فاسد
۲۰۲	حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا اور ریڈیو پر خبریں سننا

صفحہ

عنوانات

۲۰۳	اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ
۲۰۵	سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ
۲۰۶	اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ
۲۰۷	اعتکاف عشرہ اخیرہ کی قضا اور عدم قضا کا مسئلہ
۲۰۸	معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ

کتاب الحج

باب تفسیر الحج

وشرائطه واركانه

۲۱۱	سفر حج کے اسرار اور منافع
۲۱۲	حدیث ”من لم یحج فلیمت ان شاء یھودیا او نصرانیا“ تغلیظ پر محمول ہے
۲۱۲	صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا
۲۱۳	حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا
۲۱۴	دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟
۲۱۵	حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

صفحہ	عنوانات
۲۱۵	مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم
۲۱۶	قرض لے کر حج کرنے کا حکم
۲۱۷	مسجد کیلئے زمین فروخت کی اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ
۲۱۸	مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ
۲۱۸	مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ
۲۱۹	مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے
۲۱۹	مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا
۲۲۰	حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم
۲۲۱	قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم
۲۲۱	مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم
۲۲۲	مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے
۲۲۳	حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے
۲۲۳	حکومتی اعانت سے نفلی حج کیلئے جانے کا حکم
۲۲۳	سرکاری اعانت پر حج کیلئے جانا جائز ہے جبکہ سیاسی رشوت نہ ہو
۲۲۵	ہبہ سے غناء آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ
۲۲۵	حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا
۲۲۷	حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے

صفحہ

عنوانات

۲۲۷	دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا.....
۲۲۸	بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ.....
۲۲۹	فریضہ حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے.....
۲۳۰	پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟.....
۲۳۰	محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب و عجم برابر ہیں.....
۲۳۱	بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی.....
۲۳۱	کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں.....
۲۳۲	ایئر پورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں.....
۲۳۳	حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے.....
۲۳۴	حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محرم نہیں ہیں.....
۲۳۵	بلا محرم سفرنا جائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے.....
۲۳۵	کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ.....
۲۳۶	فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں.....
۲۳۷	کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا.....
۲۳۷	صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے.....
۲۳۸	عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا.....
۲۳۸	زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ.....

صفحہ	عنوانات
۲۳۹	زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف وداع کا مسئلہ
۲۴۰	حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ
۲۴۰	عرفات میں جمع بین الصلا تین کا مسئلہ
۲۴۱	عرفات یا راستہ میں نماز مغرب وعشاء نہیں پڑھے گا
۲۴۲	رمی جمرات کیلئے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے
۲۴۳	تمام سر یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا
۲۴۴	احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا
۲۴۴	جج میں عورتوں اور مردوں کیلئے بال کٹوانے کی مقدار
۲۴۵	محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل
۲۴۶	افعال جج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے
۲۴۷	کمزور عورتوں یا بیمار کیلئے رمی جمرات کا ترک کرنا یا وکیل مقرر کرنا
۲۴۸	کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا؟
۲۴۹	نفلی جج بہتر ہے یا نفلی صدقہ؟
۲۴۹	یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے جج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام
۲۵۱	جج کی وجہ سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ
۲۵۲	جج سے گناہوں کی معافی کی تفصیل
۲۵۲	جج سے حقوق العباد کی معافی کی صورت
۲۵۴	چہل مسائل جج

مسائل منثورہ

- ۲۶۱ دارالحرب کے زیر اثر ممالک سے حج کیلئے جانا ممنوع نہیں ہے
- ۲۶۲ عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جا کر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں ۹
- ۲۶۲ عمرہ ادا کر کے بعد میں محنت مزدوری کیلئے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے
- ۲۶۳ حاجی کیلئے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے
- ۲۶۳ مقامات مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسک حج کی تعلیم دینا جائز ہے
- ۲۶۵ وی سی آر وغیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج و عمرہ دکھلانا
- ۲۶۶ ملازمین کی حج کمیٹی کیلئے شرائط و ضوابط اور پالیسی
- ۲۶۷ حج کمیٹی کی شرعی حیثیت
- ۲۶۸ حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا
- ۲۶۹ حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ
- ۲۷۰ حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا
- ۲۷۱ دوران طواف اردو میں دعائیں پڑھنا

فصل فی الاحرام

- ۲۷۲ احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے

صفحہ	عنوانات
۲۷۲	احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے
۲۷۳	حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ
۲۷۴	احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم
۲۷۴	حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا
۲۷۵	صلوات احرام اور صلاۃ طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم
۲۷۶	احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے
۲۷۷	محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سروپاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ
۲۷۷	اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ
۲۷۸	مدینہ منورہ سے جدہ جانے جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں سے باندھے؟
۲۷۹	کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ
۲۸۰	مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟

باب القرآن والتمتع

۲۸۴	اہل جدہ کیلئے تمتع اور قرآن کا حکم
۲۸۵	اشہرج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو.....؟
۲۸۷	حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ
۲۸۸	مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ

- ۲۸۹ تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں
- ۲۹۰ دم شکر صرف قارن یا متمتع پر واجب ہے مفرد پر نہیں
- ۲۹۲ قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے
- ۲۹۲ حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے
- ۲۹۳ حرمین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ
- ۲۹۴ ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے؟
- ۲۹۶ حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے

باب الحج عن الغیر

- ۲۹۹ حج عن الغیر میں حج تمتع کرنا جائز ہے
- ۳۰۰ حج بدل میں تینوں اقسام حج آمر سے واقع ہوتے ہیں
- ۳۰۵ کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم
- ۳۰۶ حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے
- ۳۰۶ عورت کیلئے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ
- ۳۰۷ حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا
- ۳۰۸ ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ
- ۳۰۹ حج بدل کیلئے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کیلئے حرمین میں کوئی مقرر کرے

صفحہ

عنوانات

۳۰۹	پاکستانی کیلئے ابو ظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ
۳۱۰	حج بدل کیلئے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا
۳۱۱	اگر حج فرض نہ ہو تو ایصال ثواب کیلئے حرمین میں کوئی شخص بدل کیلئے مقرر کر سکتا ہے
۳۱۲	ضعیف والد کیلئے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ
۳۱۳	عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جانا
۳۱۳	میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا ان شاء اللہ
۳۱۴	وہی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کر سکتا ہے
۳۱۵	وہی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار
۳۱۵	حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو
۳۱۶	اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا
۳۱۶	حج بدل کا تفصیلی مسئلہ
۳۱۸	والدین کو ایصال ثواب کیلئے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں
۳۱۸	والدین کیلئے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں یا والدہ کو؟
۳۲۰	والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج و عمرہ کرنا
۳۲۲	رواجی شرکت کی صورت میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا
۳۲۳	حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا
۳۲۴	مامور نے حج نہیں کیا ہو حج بدل کر سکتا ہے

صفحہ

عنوانات

- ۳۲۴ جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس سے حج بدل کرانا خلاف افضل ہے
- ۳۲۵ حج بدل میں نماز و نوافل کا ثواب کس کو ملے گا؟

باب العمرة

- ۳۲۷ رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے
- ۳۲۸ متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ
- ۳۲۸ عمرہ کیلئے ممنوع ایام
- ۳۲۹ تندرست آدمی کا عمرہ بدل کرانا جائز ہے
- ۳۲۹ فقیر آدمی عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے تو حج کا کیا حکم ہے
- ۳۳۰ عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے شبہ
- ۳۳۱ عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ
- ۳۳۲ کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جاسکتا ہے؟
- ۳۳۲ عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے

باب الجنایات

- ۳۳۶ دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے
- ۳۳۶ خارج میقات تلبیہ بھول گیا میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے

صفحہ	عنوانات
۳۳۸	حالت احرام میں عینک لگانے سے دم یا صدقہ لازم نہیں ہوتا
۳۳۸	حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں
۳۳۹	محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم
۳۴۰	چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ
۳۴۰	بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ
۳۴۲	سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی دم واجب ہوتا ہے
۳۴۲	جرمہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا
۳۴۵	باقاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سنے ہوئے کپڑے پہننا
۳۴۵	رمی جمار میں بلا وجہ شرعی توکیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے
۳۴۶	۱۲/ ذی الحجہ کی رمی جمار چھوڑ کر ۱۳/ ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے
۳۴۷	سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے
۳۴۸	غلطی سے احرام کی چادر دور کر کے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ
۳۴۸	ترک ممیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا
۳۴۹	متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے
۳۴۹	قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم بیتوتہ وغیرہ مسائل
۳۵۲	ضعیف و ناتوان کا رمی جمار میں توکیل اور دم وغیرہ کے مسائل

- ۳۵۳ حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا
- ۳۵۴ حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل
- ۳۵۵ قبل از ادائیگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم

باب زیارۃ

قبر النبی ﷺ

- ۳۵۹ زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے یا حج میں؟
- ۳۵۹ حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کیلئے جانے کا مسئلہ
- ۳۶۱ ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے حج متاثر نہیں ہوتا
- ۳۶۲ حرم نبوی ﷺ کی زیارت کے وقت افعال
- ۳۶۳ مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے پھر زیارت کرے
- ۳۶۴ زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف نداء کر کرنا
- ۳۶۵ اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مستحب ہے
- ۳۶۶ مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی
- ۳۶۸ مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے

کتاب النکاح

باب رسم النکاح و شرائطه و آدابہ

۳۷۱ منگنی اور باقاعدہ نکاح میں فرق
۳۷۲ نکاح کیلئے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی
۳۷۴ بلاوجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم
۳۷۴ لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے
۳۷۵ نکاح میں کوئی نیت کی جائے گی؟
۳۷۵ نکاح سے قبل ایمان مجمل و مفصل سنوانا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع
۳۷۷ نکاح کے وقت دولہا دولہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا
۳۷۷ خطبہ نکاح نہ پڑھنے سے فساد نکاح نہیں آتا
۳۷۸ نکاح کا خطبہ پہلے پڑھا جائے گا
۳۷۸ عقد نکاح مسجد میں افضل ہے
۳۷۹ حدیث ”لانکاح بین العیدین“ ثابت نہیں
۳۸۰ نکاح پڑھانے کا حقدار کون ہے؟
۳۸۰ زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے عالم کا حکم

صفحہ	عنوانات
۳۸۱	شیعہ کا نکاح خواں ہونا اور بعد میں تجدید نکاح کا مسئلہ
۳۸۱	نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ
۳۸۳	باقاعدہ ایجاب و قبول اور شہادت نہ ہو تو یہ نکاح نہیں ہے
۳۸۴	نکاح باقاعدہ ایجاب و قبول کا نام ہے نہ کہ شہرت کا
۳۸۵	نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب و قبول کا مسئلہ
۳۸۶	مجنون ایجاب و قبول کا اہل نہیں
۳۸۷	شاہدین حاضر مجلس نہیں دیوار کے پیچھے سامعین ہیں اس نکاح کا حکم
۳۸۷	جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب و قبول نہیں
۳۸۸	وکیل نکاح کا کہنا کہ ”میں نے قبول کیا“ صحیح ہے
۳۸۹	”فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے“ خطبہ ہے نکاح نہیں
۳۸۹	ایجاب و قبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں
۳۹۰	لڑکی کیلئے صرف کپڑے بھیجنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا
۳۹۱	نکاح (نکاح پڑھانے والا) گواہ بن سکتا ہے
۳۹۲	نکاح میں ایک آدمی طرفین کا قائم مقام ہو سکتا ہے
۳۹۳	خطبہ اور نکاح میں ”ایجاب“ کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم
۳۹۳	صغیرہ کے نکاح کی شہرت اور دعویٰ اور مدعا علیہا کے انکار کا مسئلہ
۳۹۵	مفرور اور مجرم شخص نکاح میں گواہ بن سکتا ہے
۳۹۶	بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ

صفحہ	عنوانات
۳۹۶	شرعی مجبوری کے بغیر لڑکی نکاح میں دے کر رخصتی نہ کرانا مکروہ ہے
۳۹۷	نکاح شغار کا حکم
۳۹۸	نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ
۳۹۹	”ایک بیٹی تمہاری ایک تمہاری“ نہ نکاح ہے نہ خطبہ
۳۹۹	جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا
۴۰۰	نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم
۴۰۰	نکاح کا ثبوت شہادت شرعی پر ہے نکاح خواں کا انکار نا منظور ہے
۴۰۱	نکاح پر نکاح کا حکم
۴۰۳	نکاح بر نکاح حرام اور خطبہ پر خطبہ مکروہ تحریمی ہے
۴۰۴	ہمارے عرف میں ”دے دی“ الفاظ کنائی اور نکاح و خطبہ دونوں کے محتمل ہے
۴۰۵	خطبہ و وعدہ میں ایک کا نام لیا اور نکاح میں دوسری کا نام؟
۴۰۶	نکاح میں دلہن کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لینا
۴۰۶	نکاح میں آدھا نام صحیح لیا اور آدھا غلط نکاح کا کیا حکم ہے؟
۴۰۷	لے پالک لڑکی کے نکاح میں والد کے نام لینے کا مسئلہ
۴۰۹	بیوہ کا ایجاب و قبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ
۴۱۱	عورت کے قول ”کہ میں طلاق یافتہ ہوں“ پر اعتماد کر کے نکاح کرنا
۴۱۲	شادی کرنے کیلئے والد سے مکان لینے کا حکم
۴۱۲	ایک جگہ خطبہ منظور کر کے پھر دوسری جگہ دینے کا حکم

۴۱۳	بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فتح
۴۱۳	بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ
۴۱۵	بغیر مجبوری کے خطبہ کا عہد ایفاء نہ کرنے سے گناہ لازم آتا ہے
۴۱۶	منگنی کے بعد انکار مخالفت وعدہ ہے
۴۱۶	ضرورت کی وجہ سے منگنی کا وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہے
۴۱۷	خطبہ کرنے والے انکار کریں تو دوسری جگہ نکاح میں دینے کی کراہت نہیں
۴۱۸	خطبہ کی وصیت کی خلاف ورزی اور دوسری جگہ نکاح
۴۱۹	ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم
۴۲۰	خط و کتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ
۴۲۱	مفقود الخبر منگنیتر کی مخطوبہ کے نکاح کا حکم
۴۲۲	صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب و قبول اور خطبہ کا مسئلہ
۴۲۲	کیا رسم سورہ میں لڑکی دے کر نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟
۴۲۳	رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنے کا حکم
۴۲۴	کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کا مسئلہ
۴۲۵	ہر مہینہ تجدید نکاح اور عام آدمی سے تجدید کرنے کا حکم
۴۲۵	معشوقہ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں ملنے کی دعا کرنا
۴۲۶	حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے نکاح مہر اور گواہوں کی تحقیق

باب مایجوز تزویجھا وما لا یجوز (المحرمات)

۴۳۰	قانونی پابندی کے باوجود ہر شخص کو شرعاً چار بیویوں کی اجازت ہے
۴۳۱	پہلا نکاح شرعی رجسٹر میں درج نہ ہونے کے باوجود دوسری جگہ نکاح حرام ہے
۴۳۲	حمل کا حمل کے ساتھ نکاح نکاح شرعی نہیں ہے
۴۳۳	کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ
۴۳۳	مخطوبۃ الاب سے نکاح کا حکم
۴۳۴	مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے
۴۳۵	شاگرد کیلئے پیر اور استاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے
۴۳۵	شاگرد کیلئے پیر اور استاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے
۴۳۶	دینی بھائی سے نکاح اور مہر میں شریک ہونے کا مسئلہ
۴۳۷	اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا
۴۳۷	دینی بھائی بہن بننا کید شیطانی ہے اور دونوں میں نکاح جائز ہے
۴۳۸	انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں
۴۳۸	مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہونہ مہر بن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے

صفحہ

عنوانات

۴۳۹ نابالغ دیور کے ساتھ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح باطل ہے
۴۴۰ سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے
۴۴۰ بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا
۴۴۱ ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے
۴۴۱ زید کی علاقائی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے
۴۴۲ چچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے
۴۴۳ سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم
۴۴۳ بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا
۴۴۴ اخپانی بھتیجی سے نکاح حرام ہے
۴۴۵ بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے
۴۴۵ سوتیلے باپ کی بیوی اور بیٹی سے نکاح کا مسئلہ
۴۴۶ بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح باطل اور بیوی کے نکاح کیلئے مضر نہیں
۴۴۷ علاقائی بھائی کیلئے اخپانی بہن سے نکاح کا مسئلہ
۴۴۷ باپ بیوہ سے بیٹے بیوہ کی بیٹیوں سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے
۴۴۸ سالی کی بیٹی کو نکاح میں لینے کی مختلف صورتیں
۴۴۹ پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے اور ہدایہ کی عبارت کی توضیح
۴۵۰ لڑکی کے ساتھ عمہ یا خالہ ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

صفحہ	عنوانات
۴۵۱	خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعمیانیہ ہوں یا غیر اعمیانیہ
۴۵۳	خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگر چہ علاقائی ہوں
۴۵۳	بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاح جمع کرنا جائز نہیں
۴۵۴	ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہوان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ
۴۵۵	ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نواسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں
۴۵۶	علاقائی دادی اور پوتی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں
۴۵۶	عدت کے دوران میں نکاح کا لعدم ہے
۴۵۷	عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم
۴۵۸	دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ
۴۵۹	مطلقہ مغلطہ باقاعدہ نکاح و جماع و طلاق کے بعد اول شوہر سے نکاح کر سکتی ہے
۴۵۹	شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دودن بعد نکاح کر سکتا ہے
۴۶۰	حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام
۴۶۱	ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے
۴۶۲	مزنہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے
۴۶۳	مزنہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے
۴۶۳	زانی کے بھائی کا مزنہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے
۴۶۴	زانی مزنہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ

صفحہ

عنوانات

۴۶۶	حبلی من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے۔
۴۶۷	مزنہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے۔
۴۶۸	حاملہ مزنہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ۔
۴۶۹	مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کا عدم ہے۔
۴۷۰	عیسائی عورت سے نکاح کا حکم۔
۴۷۱	عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام۔
۴۷۳	شیعہ سے نکاح کا حکم۔
۴۷۵	شیعہ عورت یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں۔
۴۷۶	رافضی اور شیعہ سے نکاح باطل اور کا عدم ہے۔
۴۷۸	شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم۔
۴۷۸	سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم۔
۴۷۹	قادیانی سے نکاح باطل اور کا عدم ہے۔
۴۸۱	مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاون کا حکم۔
۴۸۱	قادیانی عورت مسلمان ہو کر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے۔
۴۸۲	قادیانی سے نکاح کا عدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی۔
۴۸۳	لا علمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم۔
۴۸۵	مشرکہ عورت سے دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح۔

۴۸۶	قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر و نیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم
۴۸۶	پرچی و خلقی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم
۴۸۷	فسخ نکاح کیلئے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں
۴۸۸	شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم
۴۸۹	مہر معجل کی عدم ادائیگی سے نکاح کو نقصان نہیں پہنچتا
۴۹۰	بیوی کو بلا تحقیق خنثی کہہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے
۴۹۱	لڑکی کے نکاح میں فریقین کا دعویٰ اور صورت فیصلہ
۴۹۲	کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ

مسائل شتیٰ

۴۹۶	سلام کے الفاظ میں اضافی کلمات کی مقدار
۴۹۷	زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکلنا مستحب ہے
۴۹۸	حدیث ”من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة“ ثابت نہیں ہے
۴۹۸	گرد و غبار ختم کرنے کیلئے راستوں میں بقدر حاجت پانی چھڑکنا
۴۹۹	نوافل میں آیت واحدہ کی تکرار مکروہ نہیں
۴۹۹	روزہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسروں کا سلام پہنچانا جائز ہے
۵۰۰	نابالغ یا کافر نے آیت سجدہ پڑھ لیا تو مکلف سامع پر سجدہ واجب ہے

صفحہ

عنوانات

۵۰۱	کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا
۵۰۱	امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟
۵۰۲	موبائل میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا ذکر اللہ کی آواز بھر دینا
۵۰۲	مخصوص قسم کے کتوں کے ذریعے قاتل و چور کا کھوج لگانا
۵۰۳	مردوں کیلئے سرخ کپڑے پہننا جائز نہیں
۵۰۵	خراب انڈا خریدنے کے بعد دکاندار کو واپس کرنے کا مسئلہ
۵۰۵	منگنی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی وغیرہ بھیجنا
۵۰۵	لا وارث میت کے حقوق مالی کی ادائیگی کا طریقہ
۵۰۶	وضو میں گردن کا مسح مشروع اور ثابت ہے
۵۰۷	اجتماعی ختم خواجگان پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہے
۵۰۹	روٹی کے اوپر سلا د کے پتے یا نمک رکھنا مکروہ نہیں
۵۱۰	سنن قبلہ نہیں پڑھے اور امامت کرے
۵۱۰	دو آدمی اکٹھا ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے
۵۱۱	پہلے سلام کرے یا اجازت طلب کرے؟
۵۱۱	ایک اور ڈبل روٹی چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے
۵۱۱	حدیث ”کل قرض جر نفعاً فہو ربا“ کا ثبوت
۵۱۲	زندہ آدمی کا اپنے لئے قبر تیار کرنے کا مسئلہ
۵۱۳	نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنا

صفحہ	عنوانات
۵۱۳	مدارس دینیہ میں دستار بندی کی شرعی حیثیت
۵۱۴	ذبح کے وقت تسمیہ کس وقت کہنا چاہئے؟
۵۱۴	حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے
۵۱۵	عورت کیلئے پاکستان سے جدہ تک جہاز میں بغیر محرم کے سفر کرنا
۵۱۵	صاحب استطاعت کیلئے تبلیغ پر حج مقدم ہے
۵۱۶	حالت فقر میں حج کے بعد دوبارہ حج لازمی نہیں
۵۱۶	خطبہ نکاح کا سننا واجب اور اس دوران باتیں وغیرہ کرنا جائز نہیں
۵۱۷	مکانات پر ہذا من فضل ربی لکھنے کا حکم
۵۱۷	افطاری کے وقت دعائیں ”وبک امنی“ کہنے کا حکم
۵۱۷	آب زمزم کی خرید و فروخت کا مسئلہ
۵۱۸	متعدد اموات کو ایک چیز کا ایصال ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے
۵۱۹	جنازہ کیلئے کئے گئے تیمم پر فرض نماز پڑھنے کا مسئلہ
۵۱۹	کفار کے شکار کئے ہوئے مچھلیوں کا حکم
۵۲۰	چاند پر نماز پڑھنے کا حکم
۵۲۱	صوفیاء کے اشغال و اذکار کا حکم
۵۲۱	تالی سوار ہے اور سامع پیادہ جا رہا ہے سجدہ تلاوت کے تکرار کا کیا حکم ہے؟
۵۲۲	وساوس اور رغبت معصیت دور کرنے کا وظیفہ
۵۲۳	قرآنی آیات اور دعائیں لکھ کر پینے اور پلانے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف فتاویٰ فریدیہ (جلد چہارم)

الحمد لله القديم المنعم العظيم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد عبده الحليم ورسوله الكريم وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

ارباب علم وفضل، فقہاء و مشائخ، علماء و طلباء اور عام مسلمانوں کی خدمت میں فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف فتاویٰ فریدیہ کی جلد چہارم پیش کی جا رہی ہے، فقیر مرتب اللہ کریم کا شاکر بلا نہایت ہے کہ مجھ جیسے بے مایہ اور سیاہ کار کو اس علمی اور دینی خدمت کی توفیق بخشی، الحمد لله حمداً كثيراً على ذلك.

فتاویٰ کی ابتدائی جلدوں میں سے جلد دوم اور سوم کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں جبکہ جلد اول کی ابھی تک چہار ایڈیشن نکلے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے خواص و عوام میں اس سلسلہ کو مقبولیت سے نوازا ہے اور امت مسلمہ برابر اس سے استفادہ فرما رہی ہے، یقیناً یہ سب کچھ خانوادہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی دینی، علمی اور اصلاحی خدمات جلیلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیضان کا نتیجہ ہے، اس جلد (چہارم) میں کتاب الصوم، کتاب الحج (کامل) اور کتاب النکاح کے بعض ابواب شامل کئے گئے ہیں حسب سابق اس جلد کی ترتیب و تخریج اور بحث و تزئین میں بھی ان شرائط اور لوازمات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے جو پہلی جلدوں میں ہم نے اختیار کئے تھے، بلکہ اس میں اس سے بھی زیادہ محنت اور لگن سے کام لیا گیا ہے، کامیابی اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

ہر باب اور فصل تیار ہوتے ہی رئیس دارالافتاء (جامعہ حقانیہ) حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کیا جاتا، آپ انتہائی جانفشانی کے ساتھ اس پر نظر ثانی فرماتے اور بعض مقامات پر جہاں آپ وضاحتی کلمات کا اضافہ محسوس کرتے آپ ہی کے حوالہ سے اس میں درج کئے گئے ہیں تاکہ کسی کا یہ خدشہ باقی نہ رہے کہ شاید اس میں حک و اضافہ کیا گیا ہے، ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے فتاویٰ اپنی اصل شکل میں نقل ہوں اور حضرت مفتی صاحب کے ہزاروں شاگرد اور مریدین و متعلقین یہ فیصلہ خود بھی کر سکتے ہیں کہ یقیناً یہ فتاویٰ اپنی اصل شکل میں منقول ہیں۔

اللہ کریم کا اس پر بھی بندہ شاکر بلا نہایت ہے کہ سابقہ جلدوں کی طرح یہ جلد بھی ایک ایک باب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی اور شدید ضعف و نقاہت اور کمزوری و علالت کے باوجود ملاحظہ فرما کر خوشی کا اظہار کیا، اللہ کریم سے دست بدعا ہوں کہ آنے والی جلدیں بھی اسی طرح آپ کی تصدیق و تصویب کے ساتھ شائع ہوں۔

ترتیب، حذف مکررات، تخریج و تحقیق میں تلاش و جستجو، کمپوزنگ کی نگرانی اور پروف میں فقیر نے کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی، بہر حال سولہ مہینے کی شبانہ روز محنت اور مسلسل کاوش کے بعد ہم اس سے سبکدوش ہو رہے ہیں محدود وسائل اور بے مایہ صلاحیتوں کے ساتھ اس عظیم علمی و فقہی ذخیرہ کیلئے ہم جتنا کچھ بھی اپنی طالب علمانہ بساط کی حد تک اپنی کاوشوں کو بروئے کار لاسکتے تھے اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے:۔

فقیر کو کم مائیگی، تقصیر اور تہی دامنہ کا پورا اعتراف ہے لیکن اپنے شیخ و مربی زینۃ المحدثین فقیہ النفس زبدۃ العارفین حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم اور اساتذہ کرام و والدین کی دعاؤں سے یہ فقیر اس علمی خدمت گرامی کے لائق ہو سکا ہے، اللہ کریم ان تمام کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے اور علمی اور دینی کاموں میں اخلاص اور پورے سکون کے ساتھ منہمک رکھے، فقیر مرتب ایک ادنیٰ طالب علم اور اپنے اکابر و مشائخ اور علماء اسلام کا خادم ہے، اسلئے کہیں بھی ٹھوکر کھانے اور غلطی کرنے سے کسی انسان کو مفر نہیں اسلئے ناظرین اور علماء کی خدمت میں عرض ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی غلطی نظر آئے بلا تا مل اطلاع سے نوازیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں (من لم يشكر الناس لم يشكر الله) جو کسی بھی درجہ میں اس کام میں ہمارے ساتھ شریک ہوئے ہیں، خواہ صرف دعائیں کرنا اور حوصلہ افزا کلمات کہنا کیوں نہ ہو بالخصوص مولانا محمد اسحاق حقانی جو تخصص فی الفقہ کا طالب علم ہے نے تخریج میں پوری معاونت کی اسی طرح حافظ ولی الرحمن صدیقی (لوندخوڑ) جنہوں نے کمپوزنگ کا کام بہت چابکدستی کے ساتھ سرانجام دیا اور ساتھ جناب سلطان فریدی صاحب کہ آپ نے پروف اور اردو محاورہ کی تصحیح میں کامل جہد و مشقت سے کام لیا، اللہ کریم ہم سب کی ان محنتوں کو قبولیت سے نوازے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے متمتع فرمائے، قارئین و ناظرین سے استدعا و التجاء ہے کہ ہمیں دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

ولله الحمد اولاً و آخراً وبه التوفيق وهو المستعان وعليه التكلان ربنا لا تؤاخذنا ان نيسنا
او اخطانا ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به
واعف عنا واغفر لنا وارحمنا. آمين يارب العالمين

طالب دعا:

فقیر محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

۲۰/۰۷/۲۰۰۷



كتاب الصوم

باب رؤية الهلال

واختلاف المطالع

اللَّهُ

اللَّهُ



.....: قال الله تعالى:

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن
هدى للناس وبينت من الهدى والفرقان،
فمن شهد منكم الشهر فليصمه.

.....﴿البقرة: ١٨٥﴾.....

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الصوم

باب رؤية الهلال واختلاف المطالع

صوم وعید ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ مفروضوں پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہلیان مردان ہر سال دو تین دن پہلے محض مفروضوں اور حساب کتاب پر روزہ رکھتے ہیں، اسی طرح عید بھی کرتے ہیں جبکہ دوسرے علاقوں اور حکومتی کمیٹی کا اعلان بعد میں ہوتا ہے، اسی بنا پر بندہ نے ایک مسجد کی امامت سے استعفیٰ بھی دے دیا ہے اور میرے خلاف پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے اب کیا کروں؟ بینواتو جروا

المستفتی: خلیل الرحمن مردان

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ ثبوت شرعی کے بغیر نہ روزہ رکھیں اور نہ عید منائیں ﴿۱﴾ اگر آپ امامت کرنے پر مجبور ہوں تو ظاہری طور پر عید منائیں اور افطار نہ کریں، حقیقت یہ

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: و بیان ما يعرف به وقته فان كانت السماء مصحیة يعرف برؤية الهلال وان كانت متغیمة يعرف باكمال شعبان ثلاثین یوماً..... وكذلك ان غم على الناس هلال شوال اكملوا عدة رمضان ثلاثین یوما لان الاصل بقاء الشهر و كماله فلا يترك هذا الاصل الا بیقین على الاصل المعهود ان ما ثبت بیقین لا يزول الا بیقین مثله فان كانت السماء مصحیة ورأى الناس الهلال صاموا وان شهد واحد برؤية الهلال لا تقبل شهادته مالم تشهد جماعة يقع العلم للقاضی بشهادتهم فی ظاهر الرواية ولم يقدر فی ذلك تقدیراً.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۲۰ قبیل اختلاف المطالع)

ہے کہ مردان کے لوگ احتیاط نہیں کرتے اللہ کریم ان کو توفیق دے۔ وهو الموفق

عید و رمضان کا حکم ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ حساب و شمار پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دنوں کے حساب سے عید جمعہ کے دن آتی ہے، رات گیارہ بجے ریڈیو نے بھی اعلان عید کر دیا اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے مکمل ہو گئے اور بعض کہتے ہیں کہ روزے پورے نہیں ہوئے ڈائری میں بھی ایک دن کم ہے کیونکہ اس میں تیس روزے حساب کئے گئے ہیں لہذا اس ایک روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینواتو جروا
المستفتی: فضل حق کلکوٹ ضلع دیر..... ۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ کے روزے مکمل ہیں کیونکہ یہ رمضان انتیس دن کا تھا رؤیت ہلال کی بنا پر رمضان کا حکم دیا گیا تھا اور اسی طرح شوال کا بھی، ڈائری اور جنتری کے حسابات پر کوئی اہل علم اعتماد نہیں کرتا لہذا شک و شبہ نہ کریں اور آپ پر یا کسی اور کے ذمہ قضا نہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی مہینوں کا حساب غیر ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حساب سے مہینہ معلوم کر کے روزہ اور عید کا حکم بغیر رؤیت ہلال اور شہادت دے دیں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور سند بن سکتی ہے یا نہیں؟ یہ حساب کتاب فتاویٰ نور الہدیٰ جامع الفوائد ۴۳۶ میں درج ہے۔ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی عبدالحی اکبر پورہ..... ۱۲/۱۰/۱۹۷۵

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان الاستقصاء فی معرفہ الشهر لا الی کتاب والحساب کما علیہ اهل النجامة فالمعنی ان العمل علی ما یعتاده المنجمون لیس من ھدینا وسنتنا بل علمنا یتعلق برؤیة الهلال فاننا نراہ مرة تسعا وعشرین ومرة ثلاثین.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۴: ۲۴۴ باب رؤیة الهلال الفصل الاول)

الجواب: یہ حساب روئیہ اور دروئیہ مردود ہے، اما الاول فلانہ لم یرو عن اصحابنا لا فی الظواہر ولا فی النوادر ولا فی الفتاویٰ المعترۃ ﴿۱﴾ واما درایۃ فلانہ معارض بالحديث وتعامل السلف ﴿۲﴾ وایضا لم یرو عن علی رضی اللہ عنہ بسند صحیح ﴿۳﴾۔ وهو الموفق ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قوله ولا عبرة بقول الموقتين ای فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالاجماع ولا یجوز للمنجم ان یعمل بحساب نفسه..... ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاہ بالکلیۃ بقولہ نحن امة امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا۔

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۰ مطلب لا عبرة بقول الموقتين فی الصوم)
﴿۲﴾ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له متفق علیہ، وقال رسول اللہ ﷺ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین متفق علیہ، وقال رسول اللہ ﷺ انا امة امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا و عقد الابهام فی الثالثة ثم قال الشهر هكذا هكذا وهكذا یعنی تمام الثلاثین یعنی مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثین متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۹۰ باب رؤية الهلال)

﴿۳﴾ یہ توقیت اور اندازے بعض سلف سے منقول ہیں لیکن ان کی حیثیت محض لطائف سے زیادہ نہیں شریعت میں مشاہدہ کو اعتبار ہے مثلاً علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہو سکتا ہے مگر اس کے بعد نہیں اور انتیس کا چاند مسلسل تین ماہ تک ہو سکتا ہے اس کے بعد نہیں (ایواقیت العصریہ ۱۴۹) اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہوا گلے رمضان کا پہلا روزہ لازماً اسی دن ہوتا ہے علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا (ایواقیت ۳۴۲) ابن عبد البر نے تصریح کی ہے کہ مہینہ چار مہینوں تک مسلسل ناقص رہ سکتا ہے اور پانچواں پورا تیس رہے گا، اور علامہ نووی نے کہا ہے، قالوا وقد يقع النقص متوالیا فی شہرین وثلاثة واربعة ولا يقع فی اکثر من اربعة۔

(نووی شرح مسلم ۱: ۳۴۷ باب رؤية الهلال)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جب چاند نظر نہ آئے تو رؤیت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب سے عید الفطر کا جو اعلان ہوا تھا کہ کمیٹی والوں نے چاند خود دیکھا ہے یہاں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان ہمارے لئے حجت نہیں جب تک میرے پاس خود شواہد نہیں آئیں گے، میں عید کا اعلان نہیں کروں گا، کیا مولوی صاحب مذکور کا یہ طریقہ درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد فاروق احمد، احمد پور شرقیہ بہاولپور..... ۱۹۸۳ء/۸/۱۰

الجواب: ریڈیو اور دیگر آلات اطلاعات و نشریات جب چاند کے متعلق اعلان کرتے ہیں تو (بقیہ حاشیہ) لیکن علامہ نووی اور ابن عبد البر نے اس میں استقراء پر اعتماد کیا ہے اور دلیل استقرائی مفید یقین نہیں ہوتی، قال ابو عبد الله قطب الدين الرازي: الاستقراء هو الحكم على كلى لوجوده في اكثر جزئياته..... لان مقدماته لا تحصل الا بتبع الجزئيات وهو لا يفيد اليقين لجواز وجود جزئ آخر لم يستقر ويكون حكمه مخالفا لما استقرى، (القطبي ۳۴۸ بیان الاستقراء) لہذا یہ محض لطیفہ ہو سکتا ہے کلی حکم نہیں ہے، قال الملا علی قاری: فان النووی وابن عبد البر صرحا بان الشهر قد ينقص اربعة اشهر متوالية لا خمسة قال ابن حجر و كانهما اعتمادا في ذلك على الاستقراء ومع ذلك الظاهر انه لو وقع خلاف ذلك عمل به (مرقاۃ المفاتیح ۴: ۲۴۴ باب رؤیۃ الهلال) اور یہ حدیث جو ہے شہرا عید لا ینقصان رمضان وذو الحجۃ متفق علیہ، تو اس سے مراد حسی اور عددی نقصان نہیں ہے بلکہ ثواب مراد ہے، قال القاری: لا ینقصان ای غالبا عن الثلاثین او ثوابا ولو نقصا عددا او لا ینقصان معا فی سنة واحدة او فی سنة معینۃ اراھا صلی اللہ علیہ وسلم و لیس المراد انهما لا ینقصان حسا کما اجمعوا علیہ ولا عبرۃ بمخالفة بعض الشیعة لانه مخالف للمشاهدة..... قال بعض الحفاظ صام رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تسع رمضانات منها رمضانان فقط ثلاثون کذا فی شرح ابن حجر.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۴: ۲۴۵ باب رؤیۃ الهلال)..... از مرتب

اعتمادی ادارہ (رؤیت ہلال کمیٹی) کی طرف سے اعلان کرتے ہیں جس سے اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے لہذا اس پر اعتماد کر کے عید اور روزہ رکھنا جائز ہے ﴿۱﴾ ہر ایک امام (مسجد) کے سامنے ثبوت رؤیت ضروری نہیں ہے بلکہ ایک جگہ رؤیت ثابت ہونے پر تمام لوگوں کو روزہ رکھنا ضروری ہے (المافی الہندیۃ ۱: ۱۹۸) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

قمری سال کا حساب و کتاب بہت آسان اور مشاہد ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمسی اور عیسوی سال تقریباً تین سو پینسٹھ دن کا مانا گیا ہے لیکن اس کے برعکس قمری سال میں ایک مہینہ تیس دن کا اور ایک انتیس اور کبھی دو تیس اور دو انتیس دن کے، لیکن میرے خیال میں کسی کو بھی صحیح علم نہیں کہ کونسا مہینہ قمری کا انتیس کا ہے اور کونسا تیس کا ہے اگر واقعی کوئی صحیح حساب موجود ہے تو اس کو مکمل طور پر تحریر کیجئے تاکہ ہم بخوبی واقف ہو سکیں، یا اس کا صحیح علم صرف خداوند کریم کو ہے، اور اگر یہ کوئی مشکوک چیز ہے تو کیا دین میں بھی شک جائز ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: جمعہ خان خٹک نظام پور نوشہرہ..... ۱۹۶۹ء/۱۱/۲۶

الجواب: شمسی سال کا شروع اور اختتام اسی طرح مہینوں کی ابتدا اور انتہا ہمیں صرف تقلید اور

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان المؤقت يذهب الى دار الحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الفساد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۱۵ مطلب في جواز الافطار بالتحري)

﴿۲﴾ وفي الہندیۃ: وان لم يكن بالسما علة لم تقبل الاشهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير هو الصحيح كذا في الاختيار شرح المختار. (فتاوى عالمگیریۃ ۱: ۱۹۸ الباب الثانی فی رؤیة الهلال)

حساب سے معلوم ہوتا ہے ﴿۱﴾ ورنہ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سورج فلان نقطہ سے فلاں تاریخ کو روانہ ہوا اور اسی نقطہ کو فلاں تاریخ کو پہنچا، اور اسی طرح مہینے کی ابتدا اور انتہا کا حال ہے بلکہ جو لوگ شمس کو ساکن خیال کرتے ہیں تو ان کیلئے سال شمسی کی بجائے سال ارضی نام رکھنا چاہئے، اور ان کیلئے ضروری ہے کہ زمین کے ایک خاص نقطہ سے حرکت کی ابتدا اور انتہا مقرر کریں بخلاف قمری سال اور مہینہ کے کہ اس کی ابتدا اور انتہا کا دارمدا شریعت مقدسہ میں ہمارے ثبوت پر رکھا گیا ہے جو کہ بہت آسان ہے اور اسی ثبوت کی بنا پر مہینے بعض ﴿۱﴾ زمین سورج کے گرد ایک چکر تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ چھیالیس سیکنڈ میں مکمل کرتی ہے اگر ہر سال کو ۳۶۵ دن کا شمار کیا جاتا تو کیلنڈر پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ ۴۶ سیکنڈ سالانہ کے حساب سے مسلسل تیز چلتا جاتا جس سے مندرجہ ذیل کیفیت جنم لیتی۔

چار سالوں میں تیس گھنٹے پندرہ منٹ اور چار سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

سوسالوں میں چوبیس دن پانچ گھنٹے سولہ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار سوسالوں میں ۹۶ دن ۲۱ گھنٹے ۶ منٹ ۴۰ سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

چار ہزار سالوں میں ۹۶۸ دن انیس گھنٹے چھ منٹ چالیس سیکنڈ کا فرق ہوتا۔

اس فرق کو دور کرنے کیلئے عیسوی شمسی تقویم میں مندرجہ ذیل ضابطے وضع کئے گئے ہیں۔

(۱)..... چار سال میں کیلنڈر سورج کے گرد زمین کی سالانہ گردش کے اعتبار سے تقریباً ایک دن آگے ہو جاتا ہے

جسے اصل مقام پر لانے کیلئے ہر چوتھے سال ماہ فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے یوں جس سال کے اعداد

چار پر پورا تقسیم ہو جائیں وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے اس اضافہ کے باعث لیپ کا سال ۳۶۶ دن کا ہو جاتا ہے۔

(۲)..... اگر مذکورہ بالا ضابطہ پر مکمل عمل کیا جائے تو ۱۰۰ سال میں ۲۵ دن کا اضافہ ہو جائے گا جبکہ اس عرصہ

میں اصل فرق تقریباً چوبیس دن ہوتا ہے لہذا ۲۵ ویں دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے صدی کا آخری سال

یعنی وہ سال جس کے اعداد ۱۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائیں، لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس طرح ایک عام صدی میں

لیپ کے کل چوبیس سال بنتے ہیں۔

(۳)..... اگر ہر صدی میں چوبیس دن بڑھائے جائیں تو چار سوسال میں ۹۶ دن کا اضافہ ہوگا، جبکہ اس عرصہ میں

اصل فرق تقریباً ۹۷ دن ہوتا ہے لہذا اس ایک دن کی کمی کو پورا کرنے کیلئے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیس دن کے ہوں گے اور بعض انتیس دن کے، فافہم وتدبر ﴿۲﴾۔ لہذا اس کا یقین نہ کرنا شریعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معلومات میں کوئی شک ممکن نہیں ہے لیکن ہماری معلومات میں شک واقع ہوتا ہے مثلاً یوم الشک جو کہا جاتا ہے تو خدا کے علم میں کوئی شک نہیں ہوتا ہے خدا کو یہ معلوم ہے کہ یہ دن رمضان کا ہے یا شعبان کا، شک ہم کو عارض ہے کہ ہم سے مکمل تحقیق نہ ہو سکی۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) چار صدیوں کا آخری سال یعنی وہ سال جس کے اعداد ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار کیا جاتا ہے۔ (۴)..... اگر ہر چار صدیوں میں ۹۷ دن بڑھائے جائیں تو چار ہزار سال میں ۹۷۰ دن کا اضافہ ہو جائے گا جب کہ اس عرصہ میں اصل فرق تقریباً ۹۶۹ دن کا ہوتا ہے، لہذا ایک دن کے فالتو اضافہ کو روکنے کیلئے ہر چار ہزار سال بعد وہ سال جن کے اعداد ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائیں لیپ شمار نہیں کیا جاتا، اس عرصہ کے بعد جو چند گھنٹوں کا فرق رہ جاتا ہے اسے چوبیس گھنٹے یا ایک مکمل دن بننے کیلئے تقریباً بیس ہزار سال چاہئیں۔

مذکورہ بالا سارا اہتمام جدید گریگورین کیلنڈر میں کیا گیا ہے قدیم جیولین کیلنڈر میں ہر صدی کا آخری سال لیپ شمار کیا جاتا تھا، لہذا جب پوپ گریگوری نے ۱۵۸۲ء میں ایک فرمان کے ذریعے جدید کیلنڈر کے ضوابط جاری کئے اس وقت عیسوی کیلنڈر اصل سے تقریباً ڈیڑھ ہفتہ پیچھے چل رہا تھا، اس فرق کو یوں دور کیا گیا کہ جمعرات چار اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد دس دن حذف کر دیئے گئے یعنی اس سے اگلاروز جمعہ بجائے پانچ اکتوبر کے پندرہ اکتوبر قرار پایا، پروٹسٹنٹ ممالک نے پوپ سے اپنے مذہبی اختلافات کے پس منظر میں اس ترمیم کو جلد قبول نہ کیا تاہم مختلف ممالک اسے مختلف وقفوں سے اپناتے رہے، مصر اور جاپان نے اسے انیسویں صدی کے تیسرے ربع کے آخر میں قبول کیا، چین، ترکی، روس اور یونان نے اسے اپنے ہاں بیسویں صدی میں جاری کیا اس وقت تک یہ فرق تیرہ دن ہو چکا تھا۔

اٹھارویں صدی کے وسط ۱۷۵۲ء میں جب گریگورین کیلنڈر انگلستان میں نافذ کیا گیا، مذکورہ بالا فرق گیارہ دن تھا، لہذا اس سال بدھ دسمبر کے بعد گیارہ دن شمار نہیں کئے گئے یعنی اس سے اگلے روز جمعرات کو تین ستمبر کی بجائے چودہ ستمبر قرار دیا گیا، علاوہ ازیں انگلستان میں اسی سال سے سال نو کا اول دن یکم جنوری قرار پایا، جبکہ اس سے پیشتر وہاں دو قسم کے کیلنڈر رائج تھے، Civil یا قانونی Legal سال کا آغاز پچیس مارچ سے ہوتا تھا اس طرح اگر مثال کے طور پر ۱۵۵۰ء کا آخری روز چوبیس مارچ تھا تو اس سے اگلاروز پچیس مارچ بننے سال

۱۵۵۱ء کا پہلا دن، اس کے برعکس تواریخی Historical سال یکم جنوری ہی سے شروع کیا جاتا تھا، اس طرح اگر ایک ہی دن قانونی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۰ء تھا تو تواریخی سال کے اعتبار سے چوبیس مارچ ۱۵۵۱ء ہر سال یکم جنوری سے چوبیس مارچ تک تمام دنوں کی یہی کیفیت تھی، اس سے قبل ساتویں صدی سے تیرھویں صدی تک سال نو کرمس کے دن سے شمار کیا جاتا رہا، اس کے علاوہ بھی عیسوی تقویم میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر موجودہ تقویمی حسابوں میں یکسانیت اور سہولت کی خاطر تمام عرصے کے سالوں کا آغاز یکم جنوری ہی سے کیا جاتا ہے (ماخوذ از جوہر تقویم)..... (از مرتب)

﴿۲﴾ واضح رہے کہ قمری مہینے نئے چاند سے شروع ہوتے ہیں اور حسابی قواعد صرف حساب میں اختصار اور آسانی کی خاطر ترتیب دیئے گئے ہیں علوم فلکیات کی رو سے رویت ہلال کے مشاہداتی معیار کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ جس طرح ہم ہفتے کے ایام اور شمسی تاریخیں مشرق کے ایک مخصوص مقام (۱۸۰/ درجہ طول بلد کے ساتھ گزرنے والی بین الاقوامی ڈیٹ لائن) سے ایک مخصوص وقت پر (رات بارہ بجے) شروع کرتے ہیں اور آئندہ چوبیس گھنٹوں کیلئے اس سے مغرب کی طرف واقع مقامات پر ان جگہوں کے معیاری اوقات کے مطابق ان کی یکساں مطابقت کرتے جاتے ہیں قمری اعتبار سے ایسا ہونا ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ چاند کی غیر یکساں ماہانہ گردش کے باعث رویت ہلال کا آغاز ہمیشہ کسی ایک مخصوص مقام پر نہیں ہوتا، نیا چاند کرۂ ارض کے وسطی یا مغربی حصوں میں مشرقی مقامات سے پہلے نظر آ سکتا ہے دوسرے الفاظ میں ہر مہینے کی قمری ڈیٹ لائن مختلف مقامات سے شروع ہوتی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ شمسی ڈیٹ لائن کی مانند یہ تقریباً ایک سیدھ میں نہیں بلکہ خمیدہ بیضوی قوس کی صورت میں ہوتی ہے اور یوں ایک ہی طول بلد پر واقع تمام مقامات سے نہیں گزرتی بلکہ مشرق سے مغرب کی جانب قوس کے صرف اندرونی درجوں کو گھیرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں چاند دیکھے جانے کے باقاعدہ انتظامات کے باوجود کئی مرتبہ ان کی رویت ہلال میں دوسرے ممالک سے ایک روز کی تاخیر ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بنا پر رویت ہلال کے مطابق ایک حتمی بین الاقوامی قمری تقویم تیار کرنا قطعاً ممکن نہیں لہذا مذکورہ بالا حسابی قاعدوں کو ہم حرف آخر نہیں بلکہ قریب ترین درست تاریخ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ کہہ سکتے ہیں، جس میں رویت ہلال سے ایک آدھ روز کا اختلاف بسا اوقات ہو جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قمری مہینوں کی اصل مدت ۲۹/ دن چھ گھنٹے اور ۲۹/ دن ۲۰/ گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس زمانے میں فسق عام ہے اس لئے رویت کے مسئلے میں قاضی تحریر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا دو آدمیوں سے زیادہ نے گواہی دی کہ ہم نے عید کا چاند دیکھ لیا ہے اور ساتھ آسمان گرد آلود اور ابر آلود بھی ہو اور یہ لوگ عام لوگوں میں متہم بالفسق ہوں کیونکہ یہ لوگ بعض دفعہ بغیر کسی عذر کے نماز چھوڑتے ہیں اور پھر بھی رویت ہلال فطر کی گواہی دیتے ہیں تو کیا ان کا قول اور شہادت قبول کی جائے گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملا شیر محمد لور آلائی بلوچستان..... ۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: اس باب میں ظن غالب کو دیکھا جاتا ہے اگر قاضی کی تشفی ان کے بیان پر ہو جائے تو پھر صحیح ہے اس زمانے میں تو فسق عام ہے اس وجہ سے قاضی تحریر کرے گا، والفاسق اهل للقضاء حتی لو قلد یصح الا انه لا ینبغی ان یقلد کما فی حکم الشہادة فانه لا ینبغی ان یقبل القاضی شہادته ولو قبل جاز عندنا (ہدایہ ۲: ۱۲۲) ﴿۱﴾۔ جب قاضی کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اگرچہ (بقیہ حاشیہ) مختلف ہونی ہے مگر حسابی تقویم میں ان کی اوسط مدت (۲۹/ دن پونے تیرہ کھنٹے تقریباً) کو مد نظر رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ حساب میں سہولت کی خاطر ہر قمری سال کے مہینے ایک ہی ترتیب سے ۳۰/ اور ۲۹/ دنوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں جبکہ عملی طور پر قطعاً ایسا نہیں ہوتا، اس معمولی سے سقم کے باوجود ان قاعدوں کی افادیت بہر حال مسلم ہے جو تحقیقی امور میں کافی مدد ثابت ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ از جوہر تقویم لفضاء الدین لاہوری)۔

خلاصہ:..... ان دونوں نظاموں کی تفصیلی تقویم سے معلوم ہوا کہ شمسی نظام تقویم مفروضوں اور انسانوں کے تعین و تخصیص کے ساتھ قائم ہے، اور اس لئے طویل میعاد گزرنے کے بعد اس میں کمی بیشی کی جاتی ہے، جبکہ قمری حساب میں ایسا نہیں ہے اور اسلئے شریعت نے چاند کے ثبوت اور عدم ثبوت پر معیار رکھا ہے جو کہ انتہائی آسان اور سہل ترین طریقہ ہے۔..... (از مرتب)

﴿۱﴾ (ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۳۵۸ کتاب ادب القاضی)

فساق ہیں لیکن جھوٹ نہیں بولتے ہیں تو پھر ان کی شہادت قبول کی جائے گی ﴿۱﴾ آج کل عادیین کہاں ہیں، لان قوله فی الدیانات غیر مقبول ای فی التی یتیسر تلقیها من العدول (ردالمحتار ۲: ۱۲۲) ﴿۲﴾. وهو الموفق

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی تفصیلی خبر پر اعتماد درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایسے مقام یا علاقہ میں لوگ رہتے ہیں جن کو عموماً اول رات کا چاند نظر آتا ہو اگر کسی وجہ سے ان کو چاند نظر نہ آئے تو اس قسم کے لوگ ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: (شیخ الحدیث) مولانا مغفور اللہ صاحب دارالعلوم حقانیہ ۳۰/۱/۱۹۷۸

الجواب: وہ امارات جو ظن غالب کا افادہ کریں ان پر اعتماد بلا تقید جائز ہے تو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بشرطیکہ خبر تفصیلی ہو اور حکم دہندہ اور منشأ حکم پر مشتمل ہو، اما الاول فلما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القرى ونحوها الخ ﴿۳﴾. واما الثانی فلکونها ﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قال فی جامع الفتاویٰ واما شهادة الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شهادته تقبل والا لا، وفي الفتاوی القاعدية هذا اذا غلب علی ظنه صدقه وهو مما یحفظ در اول کتاب القضاء وظاهر قوله وهو مما یحفظ اعتمادہ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۱۴ کتاب الشهادات)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۹۹ قبیل مطلب لا عبرة بقول المؤقتین فی الصوم)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما

لا یفسده)

واضحة الدلالة لعدم احتمال التخلف بضرب المدافع وغيرها ﴿١﴾. واما الثالث فلحصول اليقين على الظن مالم يعتمدوا على قول الطاعنين. وهو الموفق

سوال میں پیش کردہ تجویز اصولی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں ہمیشہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور اسی طرح رمضان کے متعلق اختلاف آ رہا ہے لہذا اگر ہم سعودی عرب کے ساتھ صرف ایک دن کا فرق رکھ کر صوم وغیرہ کا اعلان کرتے رہیں تو یہ تجویز عند الشریع جائز ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: ملک عجب خان آفریدی درہ آدم خیل..... ۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صوم وفطر کا دار مدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر اور اصل حقیقت پر لہذا اس میں اختلاف سلفا وخلفا آ رہا ہے اس کو منکر سمجھنا منکر ہے ﴿۲﴾ اور جو تجویز آپ نے پیش کی ہے وہ غیر اصولی ہے، نیز اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ عوام کا لانا عام بلا لگام پاکستانی رویت پر روزہ رکھیں گے اور ۲۷/ یا ۲۸/ دن بعد سعودی ریڈیو پر افطار کریں گے۔ وهو الموفق

﴿١﴾ قال ابن عابدين: وقد يقال ان المدفع في زماننا يفيد غلبة الظن وان كان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت يذهب الى دار الحكم آخر النهار فيعين له وقت ضربه ويعينه ايضا للوزير وغيره واذا ضربه يكون ذلك بمراقبة الوزير واعوانه للوقت المعين فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطا وعدم قصد الفساد والا لزم تأثيم الناس وايجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فان غالبهم يفطر بمجرد سماع المدفع من غير تحر ولا غلبة ظن والله تعالى اعلم. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۵ مطلب في جواز الافطار بالتحري)

﴿٢﴾ قال الامام ولي الله الدهلوي: قال النبي ﷺ لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له وفي رواية فاكملوا العدة ثلاثين اقول لما كان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمري باعتبار رؤية الهلال..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

افغانستان اور پاکستان کے درمیانی علاقہ کے لوگ اہل فتویٰ کے فیصلہ کا اتباع کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہلی رات کا چاند نظر نہیں آتا خواہ آسمان صاف ہو یا گرد آلود ہو کیونکہ یہاں اونچے اونچے پہاڑ ہیں چونکہ ہمارا علاقہ قبائلی ہے جو افغانستان اور پاکستان کے درمیان واقع ہے تو ہم عید اور صوم پاکستان کے ساتھ کریں یا افغانستان کے ساتھ، حالانکہ اکثر پاکستان اور افغانستان کے درمیان ایک دو دن کا فرق ضرور ہوتا ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبید اللہ افغانی مقام تیراہ کرم ایجنسی..... شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے درمیانی علاقہ کے اہل کیلئے اہل علم و فتویٰ کے فیصلہ کے رو سے دونوں ملکوں کے ساتھ موافقت جائز ہے ﴿۱﴾ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس وطن کی خبر پر رمضان کا حکم دیوے تو فطر میں بھی اس کی موافقت کریں۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو تارة ثلاثون يوما وتارة تسعة وعشرون وجب في صورة الاشتباه ان يرجع الى هذا الاصل وايضا مبنى الشرائع على الامور الظاهرة عند الاميين دون التعمق والمحاسبات النومية، بل الشريعة وارادة باخمال ذكرها وهو قوله ﷺ انا امة امية لا نكتب ولا نحسب..... واعلم ان من المقاصد المهمة في باب الصوم سد ذرائع التعمق ورد ما احدثه فيه المتعمقون فان هذه الطاعة كانت شائعة في اليهود والنصارى ومتحنى العرب ولما رأوا ان اصل الصوم هو قهر النفس تعمقوا وابتدعوا اشياء فيها زيادة القهر وفي ذلك تحريف دين الله وهو اما بزيادة الكم او الكيف..... واصل التعمق ان يؤخذ موضع الاحتياط لازما ومنه يوم الشك ومن الكيف النهي عن الوصال والترغيب في السحور..... ثم الهلال يثبت بشهادة مسلم عدل او مستور انه رآه وقد سن رسول الله ﷺ في كلتا الصورتين..... وكذلك الحكم في كل ما كان من امور الملة فانه يشبه الرواية.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۱ احكام الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولو كانوا ببلدة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید و روزہ میں مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی اور باضابطہ ریڈیو اعلان.....

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ تیراہ میں ہمیشہ آسمان غبار آلود ہوتا ہے ہمیشہ رمضان المبارک میں کمی آتی ہے لہذا اگر آپ کے پاس شعبان المعظم کی شہادت آئی ہو اور کسی دن کا ثبوت ہو تو ہمیں ارسال فرما کر مشکور فرماویں؟ بینواتوجروا
المستفتی: حکیم محمد الیاس بزوٹ خیل تیراہ کوہاٹ..... ۳/۸/۱۹۷۶

الجواب: ہمارے ہاں ماہ شعبان المعظم کی رویت لیلة الاربعاء (بدھ کی رات) کو ہوئی تھی، نیز ماہ رمضان المبارک (۱۳۹۶ھ) کی رویت شب جمعہ کو ہوئی تھی اور اس پر شہادت بھی قائم کی گئی تھی اور قبول کی گئی تھی، باقی آپ کے علاقہ کے لوگ مقامی علماء کے فیصلہ کی پابندی کریں اور ریڈیو کی تفصیلی خبر پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

رمضان اور عید ہمارے ہاں رویت ہلال شرعی پر ہوا ہے

سوال: بخدمت اقدس مخدومی وسیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم؛

(بقیہ حاشیہ) لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة) وفي السراج ولو تفرد واحد برؤيته في قرية ليس فيها وال ولم يأت مصر ايشهد وهو ثقة يصومون بقوله قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۹۹ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکنوی: المراد الجمع الذي يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى رأي الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة في بلدة لا حاکم فيه قائم مقامه. (عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بیان روى هلال صوم)

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ! معروض اینکہ ہمارے علاقہ میں مطلع صاف ہونے کی وجہ سے رمضان شریف کے ابتدائی روزہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے ریڈیو کی خبر پر جمعہ کو روزہ رکھا اور بعض نے ہفتہ کو، لہذا عرض ہے کہ آپ اپنے علاقہ کے حالات سے آگاہ فرمادیں، تاکہ عید پر ہم چاند کا صحیح جائزہ لے سکیں اور یہ فتویٰ عوام الناس کے سامنے بطور حجت پیش کر سکیں۔ والسلام

المستفتی: مولانا عبداللطیف مدرسہ عربیہ حمیدیہ نعمانیہ اظہار الاسلام ڈیرہ غازی خان..... ۳۱/۱۲/۱۹۶۸

الجواب: ہمارے ہاں رویت ہلال شرعی کی بنا پر صوم اور افطار کا حکم دیا گیا ہے ہمارا جمعہ کے دن یکم رمضان تھا اور ہفتہ کے دن یکم شوال تھا ﴿۱﴾ آپ کا خط سات شوال کو موصول ہوا اسلئے یہی وجہ تاخیر کی ہے۔ وهو الموفق

عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون کی خبر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید و روزہ کے ثبوت کیلئے ٹیلیفون

کی خبر پر اعتماد کیا جاوے گا یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عمر محمد ولایت زابل افغانستان..... ۲۳/۷/۱۹۸۶

الجواب: ٹیلیفون غیر محفوظ آلہ ہے البتہ اگر محفوظ ہو اور آواز کا امتیاز ہو سکتا ہے تو اس پر اعتماد

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قال رسول اللہ ﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال) ای حتی یثبت عندکم رویۃ ہلال رمضان بشہادۃ عدلین او اکثر ویثبت بعدل واحد عند ابی حنیفۃ ایضا اذا کان فی السماء غیم وعند الشافعی ایضا فی اصح قولہ وعند احمد سواء کان فی السماء غیم ام لا وعند مالک لا تثبت اصلا قالہ ابن الملک وقال القاضی ای لا تصوموا علی قصد رمضان الا ان یثبت وهو ان یری ہو او من یثق علیہ والمنفرد بالرؤیۃ اذا لم یحکم بشہادۃ یتجب علیہ عندنا ان یصوم الخ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۴: ۲۴۱ باب رؤیۃ الهلال)

جائز ہے، لانہ لا فرق بین التلفون والتیلی غراف والراديو عند افادة الظن الغالب الا اذا كان غیر محفوظہ مثل التلفون العوامی، فافہم ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ریڈیو وغیرہ پر اعلان صوم وعید معتبر اور وحدت صوم وعید غیر مطلوب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعے صوم و فطر کے اعلان کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی دن تمام عالم اسلام میں عیدین منانے اور صوم رکھنے کی کوششیں کس حد تک صحیح ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبد القہار دار العلوم عربیہ ٹل..... ۶/۱۹۷۷ء ۳/۲۵

الجواب: وحدت صوم و فطر مطلوب شرعی نہیں ہے اور اختلاف میں کوئی ضرر نہیں ہے، ولم

﴿۱﴾ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ شہادت من وراء الحجاب معتبر نہیں، اور فون کے ذریعہ خبر ایک قسم کی غائبانہ اطلاع ہوتی ہے نہ کہ شہادت، شہادت میں مجلس قضا میں شاہد کا سامنے آ کر بیان کرنا شرط ہوتا ہے، پس یہ شہادت نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے، لہذا حد و شرعیہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں یہ خبر معتبر و مقبول ہو سکتی ہے مطلقاً اور ہر حال میں مقبول و معتبر نہیں ہوگی جب غلبہ ظن کیلئے مفید ہو اور دھوکہ و فریب کا اندیشہ نہ ہو تو اس خبر کا اعتبار صحیح ہے۔

قال ابن الہمام: ولو سمع من وراء حجاب كفيف لا يشف من ورائه لا يجوز له ان يشهد ولو شهد وفسره للقاضي بان قال سمعته باع ولم ار شخصه حين تكلم لا يقبله لان النعمة تشبه النعمة الا اذا احاط بعلم ذلك لان المسوغ هو العلم غير ان رؤيته متكلماً بالعقد طريق العلم به فاذا فرض تحقق طريق آخر جاز.
(فتح القدیر ۶: ۲۶۳ فصل كيفية الشهادة).

اور علامہ ہسکفی در مختار میں لکھتے ہیں: وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانہ خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۹۸ کتاب الصوم)

اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یبال به الصحابة رضى الله عنهم كما فى حديث رواه مسلم وابوداؤد ﴿۱﴾ حيث صرح فيه باختلاف اهل المدينة باهل الشام فى الصوم والفطر ﴿۲﴾. اور آلات وعلامات پر اعتماد جائز ہے عند افادة الظن الغالب كما فى منحة الخالق على هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع (بقية حاشيه) (وعن ابن عباس قال جاء اعرابي) اى واحد من الاعراب وهم سكان البادية (الى النبي ﷺ فقال انى رأيت الهلال) يعنى وكان غيما وفيه دليل على ان الاخبار كاف ولا يحتاج الى لفظ الشهادة ولا الى الدعوى. (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة ۴: ۲۳۸ هل يقبل شهادة المستور فى الهلال) (از مرتب)

﴿۱﴾ عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى عبد الله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رأيت الهلال فقلت رأيناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لکنا رأيناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين او نراه فقلت او لا تكتفى برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ. (مسلم ۱: ۳۳۸ باب ان لكل بلد رؤيتهم ، وابوداؤد ۱: ۳۲۶ باب اذا رأى الهلال فى بلد قبل الآخرين بليلة، ورواه الجماعة الا البخارى وابن ماجه (نيل الاوطار ۴: ۱۹۴)

﴿۲﴾ وفى المنهاج: (قوله قال الصوم يوم تصومون) ولا يبعد ان يكون معناه انكم اذا صمتم او افطرتم او اضحيتم او وقفتم عرفات وفقا لقواعد رؤية الهلال ولم يكن الامر الواقع كذلك فلا ضير فيه لان المعتبر فى هذه الامور الثبوت الشرعى دون الموافقة بنفس الامر، ففى هذا الحديث دليل واضح على ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر، وتوحيدها ليس بمطلوب، لان المدار على الثبوت الشرعى وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف فى عهد (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها الخ ﴿۱﴾ قلت والراديو آلة محفوظ جدا فجاز الاعتماد بخبرها عند بيان منشأ الحكم واسم الحاكم خاصة لا يصل اليها كل احد اذا عرف السامع الصوت وصاحبه فافهم. وهو الموفق

ریڈیو پر عید کا اعلان خبر مستفیض میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خبر مستفیض میں ریڈیو اعلان برائے عید داخل ہے یا نہیں اور ہمارے قبائلی علاقے اس اعلان کی حدود میں آسکتے ہیں یا نہیں؟ بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ رکھنے کیلئے اگر یقین آجائے تو گنجائش ہو سکتی ہے لیکن عید کیلئے رویت یا شہادت یا خبر مستفیض کی ضرورت ہے اور ریڈیو کی خبر شرعی لحاظ سے ان میں داخل نہیں ہے رویت اور شہادت تو ظاہر ہے اور خبر مستفیض تو کتب فقہ میں استفاضہ کا یہ معنی لکھا ہے، قال الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تأتي عن تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة

(بقیہ حاشیہ) معاویۃ رضی اللہ عنہ من غیر نکیہ یدل علی انه غیر منکر. (منہاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۶ باب ان الفطر یوم تفطرون الخ) قال العلامة مفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے اور نہ عادت ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی اور مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن، عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا الخ۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۵: ۷۵ اوحدت صوم وعید کا کوئی شرعی اجر نہیں)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

انہم صاموا عن رويته لا مجرد الشيوع من غير علم من اشاعه (شامی مصری ۱۲۹: ۱) نیز احسن الفتاویٰ ۳۴۹ اور بہشتی زیور حصہ ششم اور جدید آلات کا شرعی حکم مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں عدم جواز کا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا عبدالمستعان مہمند ایجنسی..... ۱۹۷۳ء/۷/۱۷

الجواب: وفي منحة الخالق بعد ذكر عدم اختلاف المطالع وبعد تعريف الاستفاضة: لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها الخ (هامش البحر ۲: ۲۷۰) ﴿۱﴾ قلت الآلة المسماة بالراديو محفوظة جدا فكما جاز الاعتماد عليها لمن تحت ولاية الحاكم لافادة الظن الغالب فكذلك جاز الاعتماد لغيرهم ايضا للعلة السابقة مع ان اهل القرى ونحوها اعم ممن يكون تحت الولاية ولان ضرب المدافع واناة القناديل لا يختصان بالحكم فافهم وتدبر. وقلت اخبار الجماعات قد يتحقق فيه الغلط والتلبس فلما جاز الاكتفاء عليه فجواز الاكتفاء بالاخبار الذي يوجد بتوسط هذه الآلة يكون مشروعا بطريق اولي لعدم مظنة الغلط والتلبس كما هو مشاهد ومجرب. وهو الموفق

ریڈیو پر ہلال کمیٹی کے اعلان کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر ہلال کمیٹی جو اعلان عید

﴿۱﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبيل باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

وصوم کرتی ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز موجودہ ہلال کمیٹی کے جو ممبر ہیں یہ عادل ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان کے اعلان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبدالسلام..... ۱۹۷۴ء/۹/۱۷

الجواب: ہلال کمیٹی کا اعلان اور اخبار بذریعہ ریڈیو وغیرہ واجب الاعتقاد ہوگا جبکہ خبر تفصیلی ہو، اس میں حکم دہندہ اور سبب حکم مذکور ہوتا کہ ظن غالب حاصل ہو اور توہمات یعنی سائنسی اصول پر مبنی ہونا، دور بینوں سے دیکھنا، ہوائی جہازوں وغیرہ سے دیکھنا وغیرہ سے قطع اور زائل ہو، فلیتفکر فی ما حرره العلامة الشامی فی منحة الخالق علی هامش البحر (۲: ۲۷۰) لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبا عن المصر کاهل القرى ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحاکم اه ﴿۱﴾ قلت: الراديو وغيرها اشد حفاظة ووضح دلالة کما لا یخفی بخلاف ضرب المدافع او روية القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به ﴿۲﴾ قلت هذا یقتضی کون غلبة الظن مقصودة ومطلوبة ایضا. چونکہ قاضی اور محکم اور سلطانی منادی میں عدالت شرط نہیں ہے لہذا ان

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وقبل بلاعلة یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن) لانه العلم الموجب للعمل لا العلم بمعنی یقین نص علیه فی المنافع وغایة البیان ابن کمال ومثله فی البحر عن الفتح وكذا فی المعراج.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۰ کتاب الصوم)

ممبران کی عدالت کی تحقیق ضروری نہیں ہے، وفي الهندية ۵: ۳۴۲ خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی جوهر الاخلاطی ﴿۱﴾.

ملاحظہ:..... کمیٹی کا یہ اعلان کہ رویت نہیں ہوئی ہے اس سے دیگر مسلمانوں کی رویت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وهو الموفق

صوم وعید کیلئے سعودی اعلان پر اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو سعودیہ عربیہ کا اعلان برائے صوم وعید پاکستانیوں کیلئے حجت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور کسی نے افطار کیا تو اس پر کفارہ ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: تحریک طلباء اسلام برل وزیرستان..... ۱۹۸۶ء/۷/۸

الجواب: بنا برنظار الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور ریڈیو بنسبت امارات کے واضح الدالات ہے لعدم احتمال الغلط فيه بخلاف المدافع ﴿۲﴾، پس سعودی عرب کی تفصیلی خبر پر اعتماد کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ یہ اعتماد علماء کا منصب ہے نہ کہ عوام کا ﴿۳﴾۔ عوام کا لانعام بلا لگام سے بعید نہیں کہ پاکستانی رویت پر روزہ رکھیں گے اور عرب کی رویت پر افطار کریں گے اور ستائیس اٹھائیس ﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۰۹ کتاب الکراہیۃ باب فی العمل بخبر الواحد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر الخ. (منحة الخالق على بحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی الکنوی: المراد الجمع الذي يحصل بخبرهم غلبة الظن وهو مفوض الى رای الامام من غير تقدير عدد وهو الصحيح والعالم الثقة في بلدة لا حاکم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بیان رؤية هلال صوم)

روزے رکھیں گے جو کہ امر اجماعی اور منصوصی کے خلاف ہے اور جس نے اس پر اعتماد کیا اور نصف النہار میں افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا لوجود الشبهة فافهم ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

روزہ باعلان پاکستان اور عید باعلان سعودیہ عربیہ جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ روزہ رمضان پاکستان کے اعلان پر رکھتے ہیں اور آخر میں عید سعودی اعلان پر کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: مولانا حاجی محمد بنوں..... ۲/۲/۱۹۸۷

الجواب: چونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا، اور روئے مذکورہ اس حکم منصوصی اور اجماعی کا خلاف ہے ﴿۲﴾ لہذا یہ ناجائز ہے اور علاوہ ازیں عوام قضاء کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانما لم تجب الكفارة فيما اذا رأى هلال رمضان ولم يصم لان القاضى رد شهادته بدليل شرعى وهو تهمة الغلط فاورث شبهة وهذه الكفارة تندرى بالشبهات لانها الحقت بالعقوبات الخ.
(البحر الرائق ۲: ۲۶۵ كتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالى: يثبت رمضان برؤية هلاله لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين فلذا قال او بعد شعبان ثلاثين يوما ان غم الهلال فلم ير لغيم ونحوه لما روينا وهذا بالاجماع.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۲۶۲ فصل فيما يثبت به الهلال)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: لو صام رأى هلال رمضان واكمل عدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون رواه الترمذى وغيره والناس لم يفطروا فى مثل هذا اليوم فوجب ان لا يفطر. (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

حکومت کی جانب سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان نے موجودہ صورت حال میں رؤیت ہلال کمیٹی مقرر کی ہے وہ روزہ افطار وغیرہ کا حکم لگا کر ریڈیوئی وی پر اعلان کرتے ہیں اور لوگ ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ یہ کمیٹی کوئی شرعی حیثیت رکھتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: قاری اشرف گل ڈھب سنگینی کرک ۱۸/۵/۱۹۸۹

الجواب: حکومت پاکستان کی طرف سے رؤیت ہلال کمیٹی کا قیام قابل تحسین ہے، لیکن پاکستان کے مغربی صوبوں میں یہ کمیٹی ناکام ہے نہ حکومت نے علت سے خالی فضاؤں میں رؤیت کنندگان مقرر کئے ہیں اور نہ عوام الناس کی اس کمیٹی یا حکومت سے کوئی ہمدردی ہے، نیز یہ کمیٹی آزاد (بااختیار) بھی نہیں ہے جب مشرقی صوبوں کے لوگوں کے روزے اٹھائیں ہوں یا جمعہ کو عید ہونے والی ہو تو یہ کمیٹی شریعت پر مصلحت کو ترجیح دیتی ہے بہر حال ضرورت رؤیت کنندگان کی تقرری کا ہے، عید و فطر کا حکم ایک معتمد عالم بھی دے سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۹۸ مبحث فی صوم یوم الشک)

☆..... وفی المنہاج: لا نفطر برادیو العرب فی پاکستان لان العوام یصومون برؤیۃ پاکستان ویفطرون برؤیۃ العرب ثم لا یقضون عند نقصان الشهر ویقومون لیلۃ العید دون لیلۃ رمضان بالتلوم.

(منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۵ قبیل باب ما یتحب علیہ الافطار)

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: لا یشرط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حکم الحاکم ولكن لو حکم بثبوت الهلال بناء علی ای طریق فی مذهبہ وجب الصوم علی عموم المسلمین ولو خالف مذهب البعض منهم لان..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چاند دیکھنے کے ثبوت شرعی کے بعد ہلال کمیٹی کے اعلان نہ کرنے کا حکم وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

(۱) اگر شرعی ثبوت کے ہوتے ہوئے عید کا اعلان مقامی طور پر علماء کریں تو عام لوگ عید مناتے ہیں لیکن فوجی لوگ جو وہاں رہائش پذیر ہیں ان کیلئے مخالفت کرنا کیسا ہے؟ (۲) شرعی روایت اور اعلان قاضی کے بعد روایت ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مانع حکم شرعی ہے؟ (۳) اگر ثبوت کے باوجود ہلال کمیٹی اعلان نہ کرے تو اس اعلان نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا اشرف الدین خطیب فوج نوشہرہ..... ۲۳/۱۱/۱۹۷۸

الجواب: (۱) ثبوت شرعی کے بعد کوئی شخص خواہ آرمی کا آدمی ہو یا سول، مخالفت کرنے کا مجاز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) ہلال کمیٹی کا اعلان نہ کرنا حکم شرعی کیلئے مانع نہیں ہے (بشرط صدق و ثبوت) ﴿۲﴾۔ (۳) ثبوت شرعی کے باوجود کمیٹی کا اعلان نہ کرنا مصلحت پر مبنی ہو سکتا ہے خدا پرستی نہیں ہے۔ وہو الموفق (بقیہ حاشیہ) حکم الحاکم یرفع الخلاف وهذا متفق علیہ. (الفقه علی المذاهب الاربعہ ۲۸۲: ۱ کتاب الصیام)

﴿۱﴾ وقال فی الهندیة: ولا یشرط فی هذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعوى ولا حکم الحاکم حتی انه لو شهد عند الحاکم وسمع رجل شهادته عند الحاکم وظاهره العدالة وجب علی السامع ان یصوم ولا یحتاج الی حکم الحاکم.

(فتاوی عالمگیری ۱: ۱۹۷ الباب الثانی فی رؤية الهلال)

﴿۲﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: لا یشرط فی ثبوت الهلال ووجوب الصوم بمقتضاه علی الناس حکم الحاکم ولكن لو حکم بثبوت الهلال بناء علی ای طریق فی مذهبه وجب الصوم علی عموم المسلمین.

(الفقه علی المذاهب الاربعہ ۱: ۲۸۳ هل یشرط حکم الحاکم فی الصوم)

صبح کو مشرق اور شام کو مغرب کی طرف چاند دیکھنا ممکن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جید عالم دین نے اعلان کیا کہ کل عید ہوگی لیکن اس سے کم تر علم رکھنے والے نے یہ لکھ دیا کہ یہ عید ناجائز ہے چنانچہ خود بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور متعلقین کو بھی تلقین کرتا رہا، دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اس دن میں نے چاند مشرق کی جانب دیکھا ہے لہذا اسی روز مغرب کی جانب چاند نہیں دیکھا جاسکتا، اب ان میں کون غلطی پر ہے اور کون صحیح؟ بینوا تو جروا المستفتی: مولانا محمد ابراہیم طوطی آباد لکی مروت..... ۲۴/ شوال ۱۴۰۶ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ردالمحتار ۲: ۱۳۱ میں مسطور ہے کہ صباحا اور مساء رؤیت ممکن ہے وعبارتہ هذا: وشمل قولهم لا عبرة برویتہ نہارا ما اذا رؤی يوم التاسع والعشرين قبل الشمس ثم رؤی ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤیتہ لیلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤیتہ صباحا ثم مساءً فی يوم واحد كما قدمناه ﴿۱﴾ پس بہر حال اس مخالفت کنندہ کا منشا فاسد ہے۔ وهو الموفق

مملکت سعودیہ کے ریڈیو کی تفصیلی خبر پر (در بارہ روزہ وغیرہ) اعتماد درست ہے

سوال: ما ذا يقول العلماء فی المسائل الآتية: (۱) ما حکم الاخبار والعمل براديو الرياض من السعودية او غيره من الممالك الاسلامية العربية والحال ان فی افغانستان ليس بسلطان ولا امير الا امراء المجاهدين والعلماء؟ (۲) وما حکم التلفون والراديو من الآلات الاستخبارية فی القوة والضعف والظن والیقین؟ (۳) فاذا ﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۴ مطلب فی اختلاف المطالع)

لم يوجد السلطان والامير فكيف حكم العالم بالعمل بهذا الاخبار مع وجود الاختلاف الشديد بين العلماء فبعضهم يعمل بهذا الاخبار وبعضهم لا يعمل به فما حكم الفريقين؟ بينوا توجروا

المستفتى: هيئة علماء حركة انقلاب اسلامي افغانستان ١٩٨٤/١/٢

الجواب: (١) جاز الاعتماد باخبار راديو الرياض اذا كان مفصلاً ذكر فيه الحاكم وسبب الحكم (ماخوذ من منحة الخالق على هامش البحر) (٢: ٢٤٠) ﴿١﴾. (٢) التلفون آلة غير محفوظة فلا بد من التحري في الاخبار الموصولة بها. (٣) العلماء اتفقوا على ان لا يتفقوا ولا ضير في الاختلاف لوجوده سلفاً وخلفاً ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين الشامي: واذا كانت الاستفاضة في حكم الثبوت لزم العمل بها ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التي لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة لانها قد تكون مبنية على اخبار رجل واحد ولم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرية الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها الخ.

(منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٤٠ قبيل باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

﴿٢﴾ وفي المنهاج: ان تعدد الاعياد والصيامات غير منكر وتوحيدها ليس بمطلوب لان المدار على الثبوت الشرعي وهو ربما يختلف دون نفس الامر وهو لا يختلف، قلت وكذا وقوع هذا الاختلاف في عهد معاوية رضي الله عنه من غير نكير يدل على انه غير منكر. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذي ١٦: ٣ باب ان الفطر يوم تفطرون) وقال الحصكفي: ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين. (الدر المختار على هامش رد المحتار ٢: ٩٩ مطلب لا عبرة بقول الموقتين)

صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے اور نہ امر منکر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں آس پاس دیہاتی علاقوں میں عید الفطر منانے پر اختلاف کی وجہ سے دو عیدیں منائی گئی ہیں، ایک طبقہ نے پورے شعبان کے تیس دن پوری کر کے روزہ شروع کیا تھا اور انیس روزے رکھے اور دوسرے طبقہ نے بھی اسی دن سے روزے شروع کر کے تیس روزے رکھے، لہذا ہر دو فریق ایک دوسرے پر لعنت اور کفارت کی پکار لگاتے ہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ آپ نے روزہ کھا کر کفارہ ادا کرنا ہے، اور یاد رہے کہ طبقہ اولیٰ نے ٹیلیفون کر کے عید منائی ہے اب جانیں آپ صاحبان کے حکم کے منتظر ہیں، لہذا آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد جان خطیب جامع مسجد داروڑہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: واضح رہے کہ حدیث صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ سے معلوم ہے کہ صوم وفطر کا دار مدار ثبوت شرعی پر ہے نہ کہ نفس الامر پر ﴿۱﴾ پس اس بنا پر صوم وفطر میں اختلاف نہ امر مستبعد ہے ﴿۱﴾ يؤخذ من هذا الحديث (۱) وجوب صيام شهر رمضان اذا ثبت رؤية هلال ووجوب الفطر اذا ثبت رؤية هلال شوال. (۲) استحباب اشاعة خبر دخول شهر رمضان وخروجه بأوسع وسيلة واسرعها. (۳) ان الحكم بالصوم والفطر معلق برؤية الهلال فلا يصام ولا يفطر الا بالرؤية. (۴) اذا حال دون مغيب الهلال ما يمنع الرؤية من سحاب او غبار او نحوهما ليلة الثلاثين من شعبان فتكمل عدة شعبان ثلاثين يوما ولا يصام يوم تلك الليلة. (۵) الرؤية هي المستند الشرعي في احكام الصيام والافطار ولا عبرة بالحساب ولا يصح الاعتماد عليه بحال من الاحوال لان الرؤية لا تنضبط بامر حسابي فانها تختلف باختلاف ارتفاع المكان وانخفاضه وغير ذلك.

واختلف العلماء فيما اذا روى الهلال ببلد من (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

اور نہ امر منکر ہے، صحیح مسلم شریف وغیرہ کی روایات کی بنا پر خیر القرون میں بھی یہ اختلاف وقوع پذیر ہوا ہے پس صورت مسئلہ میں فریقین کا ایک دوسرے پر لعن و طعن کرنا ایک عوامی اور جاہلانہ رویہ ہے عوام کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی ارباب علم و فتویٰ پر اعتماد کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) البلدان فهل يجب الصيام او الافطار على عموم المسلمين او ان كل قطر له حكمه في الصيام والافطار حسب مطلع قطره الذي هو فيه؟ فذهب جمهور العلماء ومنهم الامامان ابو حنيفة واحمد الى انه اذا روى في بلد لزم حكمه جميع الناس عملا بهذا الحديث والخطاب للمسلمين عامة ولا عبرة باتفاق المطالع واختلافها، وذهب الشافعي وجماعة من السلف الى القول بالحكم باختلاف المطالع وقالوا ان الخطاب في الحديث نسبي فان الامر بالصوم والفطر موجه الى من وجد عندهم الهلال. فمسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التي للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشأن في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة على قولين فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعتباره واستدل كل فريق بادلته وقد مضى على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشر قرناً ولا نعلم فيها فترة جرى فيها توحد اعياد اسلامية على رؤية واحدة، فيجب صوم رمضان على رؤية الهلال او الشهادة على الرؤية والاختبار بها او اكمال عدة شعبان ثلاثين يوماً فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة الاول انه اذا روى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظراً الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله اذا رأيتموه، الثاني اعتبار اختلاف المطالع وتحديدہ بالكيلات مع الاختلاف وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم، الثالث لزوم الصوم والفطر اذا كانوا تحت ولاية واحدة اي بلاد متقاربة، فالصحيح من حيث الدليل الاول وعمل اليوم على الثالث. (ملخص مقرر مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة السعودية على هامش على بلوغ المرام ۲۰۷ كتاب الصيام) از مرتب

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی الکنوی: والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية ۱: ۳۰۹ بیان رؤية هلال صوم او فطر)

مسئلہ لاعبرۃ لاختلاف المطالع فقہاء کے درمیان میں اختلافی ہے اجماعی نہیں

سوال: فضیلۃ الشیخ المحترم مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: بعد از سلام (۱) لاعبرۃ لاختلاف المطالع مسئلہ متون است و ظاہر المذہب آنست و ظاہر الروایۃ وهو الاصح و علیہ الفتویٰ علی ما فی المستخلص و نور الايضاح وغیرہ، پس قول زیلعی کہ از اہل اجتہاد نیست بلکہ قول مقلد و ناقل است بکدام دلیل شرعی نزد اوثانی معمول شد و مذہب احناف و مالکیہ و حنابلہ را شاماعلماء کرام پاکستان ترک کردہ اند دلیل شرعی آن را نوشتہ کنید۔ (۲) سپیکر و راد یو لتعامل الناس و جمیع العلماء معمول است پس شمار در خصوص صوم چہ آرا را اعتبار نمید ہید و آں مثل مشافہہ ہم میباشد، اعلانات علی العموم خبر نیست حتی کہ شرائط بخوابد بلکہ انشاء است استفاضہ آں شرط نیست، پس اعلان قضائی و سلطنت عربستان را بکدام دلیل شرعی شاماعتبار نمید ہید، دلیل منع نوشتہ مع حوالہ کتب معتبرہ؟ و اجر کم علی اللہ

المستفتی: افغان مہاجرین اکوڑہ خٹک کمپ..... ۱۹۸۹ء/۵/۲۰

الجواب: واضح باد کہ ظاہر الروایت اگر چہ عدم اعتبار اختلاف مطالع است لیکن مراد از ین عدم اعتبار در بلاد قریبہ ست نہ در بلاد قریبہ و ناسیہ ہر دو ﴿۱﴾۔

پس اہل پاکستان و اہل کیمپہارا برویت عربستان اعتماد کردن خلاف فقہ حنفی ست، اما اولاً فلما فی البدائع ۲: ۹۹۱ فی مبحث رؤية الهلال و شہودہ فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حکم الآخر لان المطالع عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهى ما فی البدائع ﴿۲﴾ واما ثانياً، فلان مسئلہ اختلاف المطالع و عدمہ مسئلہ اجتہادیہ، و عدم کون الشهر اقل من تسع وعشرين امر ﴿۱﴾ قال الفقيه نصر بن محمد السمرقندی: اهل بلدة صاموا ثلاثين يوماً بالرؤية و اهل بلدة اخرى صاموا تسعة وعشرين يوماً بالرؤية ايضاً فعليهم قضاء يوم اذا لم تختلف المطالع بينهما اما اذا اختلفت المطالع لا يجب القضاء. (فتاوى النوازل ۸۴۶ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۴ مبحث اثبات الاهلة)

منصوصی اجماعی فاذا صام اهل باكستان برؤيتهم وافطروا برؤية العرب كما هو المظنون من العوام فيلزم خلاف الامر الاجماعي والمنصوصي وهو واضح. واما ثالثا: فلان اهل البلد النائي كاميركة اذا رآوا الهلال واخبر بها مسلم بالآلات الجديدة الى اهالي باكستان فيصل اليهم الخبر عند طلوع الشمس لان وقت الغروب عليهم وقت الشروق علينا فيلزم الحرمان من صلاة التراويح وصيام اليوم الاول حتما دائما. واما ما قالوا فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب فالمراد منه المشرق والمغرب للبلد القريب مثلا اذا رآها الناس في مغرب باكستان فيلزم اهل المشرق من الهند والباكستان برؤية اهل المغرب ﴿١﴾.

ملاحظه: كتبت المسئلة بالعربية لئلا تقع عند غير اهل العلم. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة عبد الحنى اللكهنوي: نزدطائفه از حقیقین حنفیه این است که بلادی که بحسب قواعد علم بیت اختلاف مطالع دارند و مقدارش نزد ایشان مسافت یک ماه است در آن اختلاف مطالع معتبر شده حکم یک بلده ببلده دیگر ملزم نه خواهد شد، و در بلاد متقاربه که مسافت کم از کم یک ماه دارند ثبوت رؤیت یک بلده ببلده دیگر ملزم خواهد شد، در مراقی الفلاح می نویسد، اذا ثبت الهلال فی بلدة ومطلع قطرها لزم سائر الناس فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی وهو قول اکثر المشائخ فيلزم قضاء يوم على اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما لعموم الخطاب صوموا لرؤيته وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجريد كما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الاولين لا للغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم. وخطاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد: قوله كما ذهب اليه صاحب التجريد وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما في دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت في علم الافلاك والهيئة واقل ما يختلف المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر، ودر فتاوی تاتارخانیة می آرد: اهل بلدة اذا رأوا الهلال هل يلزم في حق كل بلدة يختلف فيه فمنهم من قال (بقیه حاشیه اگلے صفحہ پر)

اختلاف مطالع اور ریڈیو اعلان کے بارے میں تفصیلی استفسار اور مختصر جواب

سوال: موجودہ رویت ہلال کمیٹی کی طرف سے جو طریقہ کار منظر عام پر آچکا ہے وہ شرعی لحاظ سے بہت تشویشناک ہے بنا بریں مناسب معلوم ہوا کہ اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود جو نقائص شرعی لحاظ سے ہمیں (بقیہ حاشیہ) لا یلزم فانما المعتبر فی حق اهل بلدة رؤیتهم وفي الخانية لا عبرة باختلاف المطالع فی ظاهر الرواية وفي القدوری ان كان بین البلدین تفاوت لا یختلف به المطالع یلزمه وذكر شمس الائمة الحلوانی انه الصحيح من مذهب اصحابنا، وصاحب ہدایہ در مختارات النوازل ۷۱: اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرى صاموا ثلاثين بالرؤية فعلى الاولین قضاء يوم اذا لم یختلف المطالع بینهما واما اذا اختلف لا یجب القضاء، وزیلعی در تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۷۱: طرازد: ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا رأى الهلال اهل بلدة ولم یره اهل بلدة اخرى یجب ان یصوموا برؤية اولئك کیف ما كان على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلى قول من اعتبره ینظر فان كان فیهما تقارب بحيث لا یختلف المطالع یجب وان كان بحيث یختلف لا یجب واكثر المشائخ على انه لا یعتبر حتى اذا صام اهل بلدة ثلاثین يوما واهل بلدة اخرى تسعة وعشرين يوما یجب علیهم قضاء يوم، والاشبه ان یعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع كما فی دخول وقت الصلاة وخروجه یختلف باختلاف الاقطار..... خلاصہ کلام این است کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً و عدم لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ متقارب باشد غیر معتبر است و مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً و لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ متباعد باشد بغایت بعد مخالف حدیث ابن عباس است و اصح المذاهب عقلاً و نقلاً ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتی باشد کہ در اس اختلاف مطالع مے شود و تقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر نخواہد شد و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ داشته باشند حکم رویت یک بلدہ ببلدہ دیگر لازم خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آن بطریق موجب شدہ باشد۔

(مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۱: ۲۵۵ کتاب الصوم)

معلوم ہوئے ہیں بزرگوں کے سامنے رکھ کر اطمینان حاصل کریں۔ (۱) تمام مملکت کیلئے بیک وقت روزہ، افطار اور عید کو ضروری قرار دینے کی نظیر خیر القرون میں نہیں ملتی اور غیر ضروری قرار دینے کی بھی۔ (۲) کئی ہزار مربع میل مملکت میں یہ بات اعتبار اختلاف مطالع کے خلاف ہے کیونکہ اختلاف مطالع کا مقدار ایک ماہ کی مسافت فقہاء کرام تحریر فرما چکے ہیں جو کہ میلوں کے حساب سے تقریباً چار سو اسی میل مسافت بنتی ہے جبکہ کراچی لکی مروت سے آٹھ سو میل سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، اور محققین فقہاء کرام کے نزدیک اعتبار اختلاف مطالع کا قول صحیح اور رائج ہے جس کی تحقیق کیلئے مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع بحث درجہ ذیل ہے:

در باب اختلاف مطالع فقہاء حنفیہ بر چند اقوال مختلف اند، بعضے بر آنند کہ اختلاف مطالع معتبر است، واعتبار رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر نیست، بلکہ برائے اہل ہر بلدہ رؤیت ہماں بلدہ معتبر است و نزد اکثر مشائخ حنفیہ موافق ظاہر الروایۃ اختلاف مطالع را مطلقاً اعتبار نیست، پس رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر اگرچہ فیما بین ہر دو فاصلہ کثیر باشد، بعد ثبوت آن بطریق شرعی ملزم و معتبر خواہ شد، و نزد طائفہ از محققین حنفیہ ایں است کہ بلادی کہ بحسب قواعد علم ہیأۃ اختلاف مطالع دارند و مقدارش نزد ایشاں مسافت یک ماہ است در ان اختلاف مطالع معتبر شدہ حکم یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزم و نہ خواہ شد و در بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از یک ماہ دارند ثبوت رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر ملزم خواہ شدہ، در مراقی الفلاح می نویسد اذا ثبت الهلال فی بلدة و مطلع قطرها لزم سائر الناس فی ظاہر الروایۃ و علیہ الفتویٰ و هو قول اکثر المشائخ فیلزم قضاء یوم علی اہل بلدة صاموا تسعة و عشرين یوما لعموم الخطاب صوموا لرؤیتہ و قیل یختلف ثبوته باختلاف المطالع و اختاره صاحب التجرید کما اذا زالت الشمس عند قوم و غربت عند غیرہم فالظہر علی الاولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب فی حقہم انتہی، و طحاوی در حواشی مراقی الفلاح می نویسد قوله کما ذهب الیہ صاحب التجرید و هو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار

كما في دخول الوقت وخروجه وهذا مثبت في علم الافلاك والهيئة واقل ما اختلف
المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر انتهى، وورقاوي تاتارخانية مآرد اهل بلدة اذا رأوا
الهلال هل يلزم في حق كل بلدة اختلف فيه فمنهم من قال لا يلزم فانما المعتبر في حق
اهل بلدة رويتهم وفي الخانية لا عبرة باختلاف المطالع في ظاهر الرواية، وفي
القدوري ان كان بين البلدين تفاوت لا يختلف به المطالع يلزمه وذكر شمس الائمة
الحلواني انه الصحيح من مذهب اصحابنا انتهى صاحب هداية ومختارات النوازل مآرد،
اهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية واهل بلدة اخرى صاموا ثلاثين بالرؤية
فعلى الاولين قضاء يوم اذا لم يختلف المطالع بينهما واما اذا اختلف لا يجب القضاء
انتهى، وزيلعي در تبين الحقائق شرح كنز الدقائق طراز، ولا عبرة باختلاف المطالع ومعناه اذا
رأى الهلال اهل بلدة ولم يره اهل بلدة اخرى يجب ان يصوموا برؤية اولئك كيف
ما كان على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع وعلى قول من اعتبره ينظر فان كان
فيهما تقارب بحيث لا يختلف المطالع يجب وان كان بحيث يختلف لا يجب واكثر
المشائخ على انه لا يعتبر حتى اذا صام اهل بلدة ثلاثين يوما واهل بلدة اخرى تسعة
وعشرين يوما يجب عليهم قضاء يوم والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما
عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول
وقت الصلوة وخروجه يختلف باختلاف الاقطار حتى اذا زالت الشمس في المشرق
لا يلزم ان تزول في المغرب وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل كلما تحركت
الشمس درجة فتلک طلوع الفجر لقوم وطلوع الشمس لبعضهم وغروب لبعض
ونصف ليل لغيرهم والدليل على اختلاف المطالع ما روى كريب ان ام الفضل بعثته

الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام وقضيت حاجتها واستهل على شهر رمضان وانا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبد الله ابن عباس ثم ذكر الهلال متى رايتم الهلال فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رأيته فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكنا رايناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين او نراه فقلت اولا تكفي بروية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ قال في المنتقى رواه الجماعة الا البخارى وابن ماجة انتهى خلاصه كلام اين است كه مذهب اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً و عدم لزوم حكم رويت يك بلده ببلده دیگر اگر چه متقارب باشد غير معتبر است و مذهب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً و لزوم حكم رويت يك بلده ببلده دیگر اگر چه متباعد باشد بغایت بعد مخالف حديث ابن عباس است و اصح المذاهب عقلاً و نقلاً همین است كه هر دو بلده كه فيما بين آنها مسافتی باشد كه در ان اختلاف مطالع میشود و تقدیرش مسافت يك ماه است دريں صورت حكم رويت يك بلده ببلده دیگر نخواهد شد، و در بلاد متقاربه كه مسافت كم از يك ماه داشته باشند حكم رويت يك بلده ببلده دیگر لازم خواهد شد بشرطيكه ثبوت آن بطريق موجب شده باشد انتهى (ما في مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى ۱: ۲۵۴، ۲۵۵).

علامه انور شاه کشمیری رحمہ اللہ نے عرف الشذی ۳۵۳ (مطبع قاسمیہ دیوبند) میں علامہ زیلعی شارح کنز کا مذکورہ بالا مسلک نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے، و كنت قطعت بما قال الزيلعي ثم رأيت في قواعد ابن رشد اجماعاً على اعتبار اختلاف المطالع في البلدان النائية، رمضان کا مسئلہ تو نسبتاً کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ اس میں تو شہادت نہیں صرف اخبار ہے مگر مشکل مسئلہ آگے عید کا آرہا ہے جس کیلئے شہادت ضروری ہے، اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً گواہوں کی حاضری ضروری ہے اور اگر نقل حکم قاضی ہو تو اس کیلئے بھی دو گواہ ضروری ہیں حالانکہ یہاں حکومت نے اس جگہ کے علاوہ جہاں رويت

ہوئی ہو، دیگر تمام جگہوں کیلئے ٹیلی فون اور ریڈیو پر حکم پہنچانے کا انتظام کیا ہے، حالانکہ ہمارے ناقص خیال میں یہ قواعد فقہیہ کی رو سے قطعاً غلط معلوم ہو رہے ہیں صاحب بحر لکھتے ہیں، واعلم ان ما كان من باب الديانات فانه يكتفى فيه بخبر الواحد العدل كهلال رمضان وما كان من حقوق العباد وفيه الزام محض كالبيع والاملاك فشرطه العدد والعدالة ولفظ الشهادة مع باقي شروطها ومنه الفطر انتهى (بحر ۲: ۲۶۷) اور مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۲۷۵ میں ہے، بحسب ضوابط فقہیہ مجرد اخبارات تار و غیرہ در باب صوم و افطار معتبر نہیں۔

در مختار میں ہے: فليزِم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب جس پر علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں قوله بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة ويشهدا على حكم القاضي او ليستفيض الخبر، اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں، قال الرحمتي معنى الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة ون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعه انتهى۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال رمضان کے بارے میں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار کے ذریعہ اطلاعات ان صورتوں میں شامل نہیں ہو سکتیں جن کو فقہاء امت شرعی لحاظ سے قابل اعتبار قرار دیتے ہیں چہ جائیکہ اس پر عید کی بنا کر سکے، کیونکہ صاحب بحر وغیرہ تمام فقہاء کرام نے بالاتفاق رؤیت ہلال عید کے اثبات شرعی لحاظ سے شہادت کو شرط قرار دیا ہے اور شہادت میں تو شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے گواہوں کی حاضری شرط اول ہے شرعی لحاظ سے کتب فقہیہ میں ثبوت موجود ہے اور عقلاً اس لئے کہ آج تک تمام ذی عقل اور اہل تعلیم فاضل جج صاحبان نے چاہے وہ کافر کیوں نہ ہوں ریڈیو، ٹیلی فون اور تار پر شہادت لیکر فیصلہ دینا جائز قرار نہیں دیا ہے۔

پس اگر ہم قول مرجوح پر عمل کریں اور اعتبار اختلاف مطالع کا نہ کریں تو ایک مجرب جھوٹی منادی (ریڈیو) پر کیسا اعتماد کیا جائے جبکہ مجرب جھوٹا پن کے ساتھ ساتھ اعلان کنندہ بھی فاسق ہو اور اگر ہم ان سارے نقائص کو نظر انداز کر سکتے ہیں تو پھر سعودیہ عربیہ کے اعلان پر لبیک کیوں نہ کہیں تاکہ ساری امت کا روزہ اور عید ایک ہو؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عزیز الرحمن بنو تحصیل لکی مروت..... ۳/۶/۱۹۷۵

الجواب: واضح رہے کہ خیر القرون میں صوم وعید کی وحدت کے ضروری یا غیر ضروری ہونے دونوں کی نظیر نہیں ملتی، البتہ وحدت کے مشروع ہونے کی دلیل ملتی ہے وهو قوله عليه الصلاة والسلام صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته ﴿١﴾ وجه الدلالة ان الخطاب فيه عام لجميع المسلمين، والمراد من الرؤية ثبوت الرؤية بالمشاهدة او الشهادة وغيرها لا الرؤية المحضة اجماعا وهو واضح فاذا ثبتت عند اهل المشرق رؤية اهل المغرب ثبوتا شرعيا فيلزم عليهم الصوم والافطار وهو ظاهر الرواية كما صرحوا به، وخصص ابن عباس الخطاب باهل البلد حيث قال هكذا امرنا رسول الله ﷺ فيكون عدم حكمه بناء على رأيه المستنبط من الحديث دون منطوق الحديث والاصل في الخطاب هو العموم فيكون ظاهر الرواية قويا من حيث الدليل وهو الراجح عند المحققين كذا صرحوا به ﴿٢﴾، واما ما اختاره الزيلعي فهو غير ظاهر الرواية والمراد من الاجماع في ﴿١﴾ اخرجه احمد في المسند (٢: ٢٥٢) والبخارى في الصوم باب قول النبي ﷺ اذا رأيت الهلال فصوموا، ومسلم في الصيام باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال والفطر لرؤية الهلال وغيرهم من حديث ابى هريرة رضى الله عنه مرفوعاً.

﴿٢﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ان الجمهور استدلوا بالسنة والقياس اما السنة فهو حديث ابى هريرة وغيره صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

کلام ابن رشد اجماع المالکیہ، نیز واضح رہے کہ ریڈیونہایت ایک محفوظ آلہ ہے اس کے ذریعہ سے جو خبر نشر کی جاتی ہے وہ واضح الدلالت ہوتی ہے بخلاف مدافع وغیرہ کے جن میں غیر کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے، پس جب مدافع پر اعتماد درست اور مشروع ہے تو اس آلہ پر اعتماد بہ طریق اول درست ہوگا، کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من (بقیہ حاشیہ) فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین فهو يدل علی ان ایجاب الصوم علی کل المسلمین معلق بمطلق الرؤية والمطلق یجری علی اطلاقه فتکفی رؤية الجماعة او الفرد المقبول الشهادة، واما القیاس فانهم قاسوا البلدان البعيدة علی المدن القریبة من بلد الرؤية اذ لا فرق والتفرقة تحکم لا تعتمد علی دلیل هذا وقد ذکر ابن حجر فی الفتح ستة اقوال فی الموضوع، وقال الصنعانی: والاقرب لزوم اهل بلد الرؤية وما یتصل بها من الجهات التي علی سمتها ای علی خط من خطوط الطول وهي ما بین الشمال الی الجنوب اذ بذلک تتحد المطالع وتختلف المطالع بعدم التساوی فی طول البلدین او باختلاف درجات خطوط العرض۔

وقال الشوکانی ان الحجة انما هی فی المرفوع من رواية ابن عباس لا فی اجتهاده الذی فهم عنه الناس، والمشار الیه بقوله هکذا امرنا رسول الله ﷺ وقوله فلا نزال نصوم حتی نكمل الثلاثین والامر الوارد فی حدیث ابن عمر، لا یختص باهل ناحية علی جهة الانفراد بل هو خطاب لكل من یصلح له من المسلمین فالاستدلال به علی لزوم رؤية اهل بلد لغيرهم من اهل البلاد اظهر من الاستدلال به علی عدم اللزوم لانه اذا رآه اهل بلد فقد رآه المسلمون فیلزم غیرهم ما لزمهم وهذا الرأي (رأی الجمهور) هو الراجح لدى توحیداً للعبادة بین المسلمین۔

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۶۶۲ المطلب فی اختلاف المطالع)

سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها الخ ﴿١﴾. نیز واضح رہے کہ منادی سلطان میں عدالت کی شرط نہیں ہے کما فی الہندیۃ ۵: ۳۴۲ وخبر منادی السلطان مقبول عدلا کان او فاسقا کذا فی الجواهر الاخلاطی ﴿٢﴾ اور جب ریڈیو کے ذریعہ سے تفصیلی خبر جس میں فیصلہ کنندہ اور منشأ (رؤیت وغیرہ) مذکور ہو کوئی خدشہ نہیں ہے۔ وہوالموفق

تکمیل ثلاثین کے بعد عید کا حکم دیا جائے گا جبکہ دو گواہوں سے ثبوت رمضان ہوا ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شب پیر تیسویں رمضان کو چاند دیکھنے پر شہادت شرعی پیش ہوئی اور عید فطر کا اعلان کیا گیا اس کے بعد شب منگل یعنی یکم شوال کو آئندہ رات چاند نہیں دیکھا گیا، آیا یہ دوسرے دن کا چاند نہ دیکھنا شہادت مذکورہ کی تکذیب کی دلیل نہیں ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: گل محمد و اہلیان خویشکی نوشہرہ..... ۱۹۷۷ء/۱۰/۲۶

الجواب: چونکہ دوسری رات کا چاند نسبت پہلی رات کے بلند اور بڑا ہوتا ہے لہذا دوسری رات کو نظر نہ آنا دروغ بیانی یا غلطی کی دلیل ہے البتہ تیس دن پورے ہونے کی وجہ سے باوجود عدم رؤیت کے عید کا حکم دیا جائے گا، کما فی الہندیۃ ۱: ۲۱۱ واذا شهد علی ہلال رمضان شاہدان والسماء متغیمة وقبل القاضی شہاتہما وصاموا ثلاثین یوما فلم یروا الهلال شوال ان كانت السماء متغیمة یفطرون من الغد بالاتفاق وان كانت مصحیة یفطرون ایضا علی الصحیح کذا فی المحیط ﴿٣﴾ وہوالموفق

﴿١﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ قبل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

﴿٢﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۰۹ کتاب الکراہیۃ)

﴿٣﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۹۸ الباب الثانی فی رؤیۃ الهلال)

اثبات ماہ رمضان کیلئے تین افراد کی گواہی اور خبر مستفیض کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا اور اس میں روزہ کا اعلان کیا گیا، اب جب دوسرے گاؤں والے یہ خبر لے کر جائیں تو اس کے موجب طریقہ کونسا ہے اگر تین عام آدمی اس گاؤں سے آجائیں اور یہ کہہ دیں کہ اس دوسرے گاؤں میں چاند دیکھا گیا ہے اور فرضیت رمضان کا اعلان کریں کیا یہ شہادت کافی ہے یا خبر مستفیض ضروری ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمن وائذہ شہاب خیل لکی مروت

الجواب: واضح رہے کہ ثبوت علی طریق موجب تین قسم کا ہے کما فی رد المحتار ۱۳۲:۲ قوله بطریق موجب کان یتحمل اثنان الشہادة او یشہدا علی حکم القاضی او یتستفیض الخبر بخلاف ما اذا اخبر ان اهل بلدة کذا رءوہ لانه حکایة ﴿۱﴾ پس اس بنا پر یہ خبر جو کہ استفتاء میں مسطور ہے خبر مستفیض نہیں ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے لیکن چونکہ ظن غالب بھی موجبات سے شمار کیا گیا ہے، کما فی رد المحتار ۱۲۵:۲ وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به ﴿۲﴾ قلت والخبر المستفیض یوجب من حیث انه یفید الظن الغالب فلا یلزم الزیادة علی الثلاثة فافہم، پس اگر یہ اشخاص معتمد ہوں تو ان کی خبر پر اعتماد کرنا غلط نہ ہوگا، لان خبرہم لیس مادون من صوت المدافع فافہم. وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱۰۵:۲ کتاب الصوم مطلب فی اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: والظاهر انه یلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع او رؤية القنادیل من المصر لانه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوا به. (رد المحتار هامش الدر المختار ۹۹:۲ کتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول المؤقتین)

افواہیں خبر مستفیض نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جگہ چند آدمی قاضی یا امام کو خبر دیں کہ مثلاً فلاں جگہ میں شہادت دی گئی ہے کہ چاند نظر آیا ہے اور ساتھ یہ بھی کہہ دے کہ وہاں کے مولوی صاحب نے عید کا اعلان کیا ہے اور مولوی صاحب کا تعین نہیں ہے اور نہ گواہوں کے بارے میں کچھ علم ہے تو کیا وہ قاضی یا امام عید کا اعلان کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی تکی مہمند ایجنسی متعلم حقانیہ..... یکم ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

الجواب: اس قسم کی خبروں سے عید یا صوم کا حکم دینا بے قاعدہ امر ہے، یہ افواہیں ہیں خبر مستفیض نہیں ہے، فی رد المحتار ۲: ۱۲۹ قال الرحمتی معنی الاستفاضة انه تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه كما قد تشیع اخبار يتحدث بها سائر اهل البلدة ولا يعلم من اشاعها الخ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ریڈیو وغیرہ کے اعلان روزہ و فطر پر اعتماد کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ زمانے میں حکومت ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ پر صوم و فطر کا اعلان کرتی ہے کیا عند الشرع ان کا اعتبار کیا جائے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا احمد زمان منگوری پاڑہ چنار..... ۱۸/۱/۱۹۸۶ء

الجواب: جبکہ مدافع وغیرہ پر اعتماد جائز ہے، کما فی رد المحتار ۲: ۱۲۵ ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤیۃ الهلال نہارا)
 ﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: قلت والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع ورؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ومنحة الخالق علی هامش البحر ۲: ۲۷۰ ﴿۱﴾ پس ریڈیو وغیرہ پر اعتماد بہ طریق اولیٰ جائز ہے، لکونہا ادل علی المرام لان اصوات المدافع قد تكون لغير دخول الشهر، البتہ جواز اعتماد میں شرط یہ ہے کہ اعلان کرنے والا مسلم ہو اور خبر تفصیلی ہو ﴿۲﴾ کیونکہ موجودہ دور میں یہ خطرہ ہے کہ انہوں نے ماہرین فلکیات کے مفروضوں پر اعتماد نہ کیا ہو اور چونکہ شریعت میں مہینہ انتیس دنوں سے کم نہیں ہوتا تو (بقیہ حاشیہ) الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۹۹ کتاب الصوم مطلب لا عبرة بقول الموقتين فی الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشهير بابن عابدين: لم يذكرنا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود.

(منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

﴿۲﴾ ریڈیو اعلان برائے صوم وعید اس حد تک معتبر ہے کہ اس سے غلبہ ظن جو موجب حجت ہو حاصل ہو سکتا ہو۔
(۱) رؤیت ہلال کمیٹی متدین علماء مفتیوں اور اہل لوگوں پر مشتمل ہو۔

(۲) ریڈیو حکومتی کنٹرول میں ہو اور اس ملک میں حکومتی ریڈیو سٹیشن خبروں کے لحاظ سے محفوظ ہو اور عوام میں وہ مشہور و معروف ہو ورنہ عوامی ایف ایم اینٹینوں سے خطرہ رہے گا۔

(۳) اعلان تفصیلی ہو محض ادھر ادھر کی خبروں پر مشتمل نہ ہو مثلاً یہاں عید ہے فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے ہمارے یہاں بھی آج عید ہے یا رمضان ہے وغیرہ یہ خبر محض ہے اعلان شہادت وغیرہ نہیں۔

(۴) ہلال کمیٹی کے شرعی فیصلے کے رو سے سرکاری اعلان ہو۔

(۵) کمیٹی اور اعلان کنندہ پر اطلاعی وزیر یا اور کسی شخص یا حکومتی مفاد اثر انداز نہ ہو۔

(۶) حکومتی ذرائع اس کے اہتمام میں مشہور و معروف ہو، وغیرہ۔

(ماخوذ از فتاویٰ شیخ الاسلام، نظام الفتاویٰ، جدید فقہی مسائل، جواہر الفقہ وغیرہ)۔..... (از مرتب)

وہ اعتماد غیر معتمد ہوگا جو اس کیلئے مستلزم ہو ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

دن کے وقت چاند کا نظر آنا آئندہ رات کا شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کا چاند جب دن میں نظر آجائے تو کس وقت افطار کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ دیکھنے کے وقت اور بعض کہتے ہیں کہ شام کو اذان کے وقت افطار کرنا چاہئے صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: صلاح الدین ایبٹ آباد..... ۱۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دن کو چاند نظر آجائے تو یہ چاند آئندہ رات کا شمار ہوگا، اور غروب سے قبل افطار ناجائز ہوگا، کما فی شرح التنویر ورؤیتہ بالنهار لليلة الآتية مطلقا علی المذهب ذکرہ الحدادی وفی ردالمحتار ۲: ۱۳۰ قوله مطلقا ای سواء رؤی قبل الزوال او بعده ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

ثبوت عید و رمضان اور بقر عید میں اختلاف مطالع کا اعتبار و عدم اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں اور امریکہ میں مقیم ہوں یہاں ہر سال عید کے دنوں میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ عید کا چاند امریکہ میں نظر آجائے تو عید منائی جائے اور رمضان کا چاند یہاں نظر آجائے تو روزے شروع کئے جائیں یا اگر چاند مصر، ﴿۱﴾ قال العلامة شبیر احمد العثماني: فينبغي ان يعتبر اختلافها ان لزم منه التفاوت بين البلدتين باكثر من يوم واحد لان النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين او ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بهما فيما دون اقل العدد ولا ازيد من اكثره.

(فتح الملهم بشرح مسلم ۳: ۱۱۳)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۳ کتاب الصوم مطلب فی رؤية الهلال نهارا)

عرب وغیرہ میں نظر آ گیا ہو تو امریکہ میں بھی عید منائی جاسکتی ہے حالانکہ امریکہ اور عرب کے اوقات میں آٹھ گھنٹے کا فرق ہے اور بعض جگہوں میں تو بارہ گھنٹے کا فرق ہے اسلئے جس روز چاند وہاں نظر آئے یہاں نظر نہیں آتا، لہذا ہم عید و روزہ میں کیا موقف اختیار کریں، نیز یہ کہ بقر عید کے موقع پر ایک طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ حج چونکہ سعودی عرب میں ہوتا ہے لہذا جس روز سعودیہ میں عید ہو یہاں بھی ہونی چاہئے، دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسا صحیح نہیں ہے لہذا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: کوکب صدیقی یو ایس اے..... ۲۳/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: محترم المقام سلمہ الرحمن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے پس اہالیان امریکہ عرب کی ثابت شدہ رویت پر صوم و عید کر سکتے ہیں، لمافی شرح التنویر: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی، فیلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب انتهى بحذف، (ہامش ردالمحتار ۲: ۱۳۱) ﴿۱﴾ البتہ قربانی اپنے مطلع پر کرنی ضروری ہے کما فی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ وهل يقال كذلك في حق الاضحية لغير الحجاج لم اره والظاهر نعم لان اختلاف المطالع انما لم يعتبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤية وهذا بخلاف الاضحية، فالظاهر انها كاوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزئ الاضحية في اليوم الثالث عشر وان كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر ﴿۲﴾. وهو الموفق

بلا وبعیدہ میں اختلاف مطالع کا مسئلہ اور سعودی اعلان پر صوم و عید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ مہمند ایجنسی

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

کے اس خطہ میں واقع ہے کہ جہاں نہ پاکستانی حکومت ہے اور نہ افغانی بلکہ مکمل طور پر آزاد علاقہ ہے ہم سعودی عرب کے اعلان پر عیدین و صوم کرتے رہتے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے، اب سوال یہ ہے کہ سعودی اعلان پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس دوسرے طبقہ کا کیا حکم ہے کہ وہ سعودی اعلان پر عمل نہیں کرتے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا فضل اللہ آزاد قبائل مہمند ایجنسی..... ۸/۱۰/۱۹۸۹ء

الجواب: واضح رہے کہ بنا بر ظاہر الروایت اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے پس اہل مشرق اہل مغرب کی رویت پر اکتفا کر سکتے ہیں کما فی شرح التنویر قبیل باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ ﴿۱﴾ اور بعض اہل علم اسی روایت پر عمل کرتے ہیں اور بعض علماء اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں، کما یشیر الیہ کلام البدائع ۲: ۸۳ هذا اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عن المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، انتهى ما فی البدائع ﴿۲﴾ اور ہرچہ سعودیہ عربیہ ہے وہ بلا شک و شبہ بلاد بعیدہ میں سے ہے۔

(۱)..... اور یہ کہ جس طرح ہلال شب اول افق انتہائی سے بلند ہو جائے اور بعد از غروب شمس اکیاون منٹ گزر جائے پس یہ چاند مغربی بلاد میں اسی بلندی کے وقت میں سات سو پچاس میل تقریباً افق پر ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئك بطریق موجب.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۰۴ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۴ کتاب الصوم اثبات الاہلۃ)

دیکھا جاسکتا ہے اور یہ بلاد بلاد قریبہ ہیں اور اسی مسافت سے بعید بلاد بلاد بعیدہ ہیں۔

(۲)..... نیز یہ منصوصی اور اجماعی حکم ہے کہ مہینہ کا انتیس روز سے کم ہونا قیاس اور رائے سے متغیر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ظاہر الروایت کو اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو اس سے یہ تغیر لازم آتا ہے کہ اہل پاکستان (عوام) روزے کو پاکستانی رویت پر رکھیں گے اور فطر کو سعودی ریڈیو پر کریں گے، پس رمضان بعض اوقات میں اٹھائیس دن کا رہے گا خلاصہ کلام یہ کہ اگر ظاہر الروایت بر اطلاق خود حمل شود پس عوام بے لگام صوم بہ رویت پاکستان و فطر بر رادیو عرب خواہند کرد و از قضاء یک یا دو روز گریز خواہند کرد، پس براہل علم انسداد ایس مفسدہ ضروری است ﴿۱﴾۔ و هو الموفق

اختلاف مطالع اور ریڈیو وغیرہ پر اعلان کا حکم

سوال: ما یقول العلماء فی هذه المسئلة ای فی خبر الآلات الجديدة كالتار والتلفون وغيرهما اذا اخبر من العرب وغير ذلك من الممالك الاسلامية هل یصح لنا الصوم والافطار به ام لا؟ وهل یثبت حکم الشرعی بهذه ام لا؟ وهل یختلف المطالع باختلاف الاقطار ام لا؟ نرجوا منکم ان ترشدنا الی طریق الصواب بالبراهین.

المستفتی: مولانا غلام رسول..... ۷/۵/۱۹۷۶

﴿۱﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنوری: ولا بد من تسلیم قول الزیلعی والا لزم وقوع العيد يوم السابع والعشرين والثامن والعشرين او الحادی والثلاثین والثانی والثلاثین اذا كان بین البلدین مسافة بعيدة كالهند والقسطنطنیة فربما يتقدم طلوع الهلال فی بلاد القسطنطنیة یومین فاذا رأى الهلال فی بلاد الهند بعد رؤية الهلال هناك بلیتین ثم بلغتنا رؤیتهم فان لزمنا رؤیتهم لزم تقدم العيد وان رأى رجل الهلال فی القسطنطنیة ثم جاءنا قبل العيد فهل یعمل برؤيته او برؤية اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فی كتبنا والظاهر انه یتبع اهل بلدنا الخ.

(معارف السنن ۵: ۳۳۷ مسئلة اختلاف المطالع)

الجواب: ليعلم ان ههنا مسائل: الاولى فى اعتبار اختلاف المطالع ، فالراجع فيه عدم الاعتبار الا اذا استلزم التغير لامر متقرر فى الشرع كما اذا استلزم كون الشهر ثمانية وعشرين يوما يدل عليه ما فى الدرالمختار، واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه اكثر المشائخ وعليه الفتوى (١) واما حديث ابن عباس فيمكن ان يقال ان رده مبنى على فوات المحل فكانها شهادة الفرد على الافطار، او يقال ان الظاهر عدم بناء الرد على اعتبار اختلاف المطالع عنده بل الرد بناء على اعتبار الرؤية اى كل قوم مخاطب بما ثبت عندهم دون غيرهم قربوا او ابعدوا ولم يذهب اليه احد من الحنفية، او يقال انه فهم من حديث صوموا لرؤيته (الحديث) والحق انه حجة لعدم اعتبار اختلاف المطالع والحجة هي الرواية دون رأى الراوى (هامش الرد ٢: ١٣١).

والثانية: فى الاعتماد على الآلات والامارات فالمحقق هو الاعتماد عند افادة الظن الغالب لما فى منحة الخالق على هامش البحر ٢: ٢٤٠ لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع فى زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى وغيرها كما يجب العمل بها على اهل المصر الذين لم يروا الحاكم قبل شهادة الشهود (٢).

والثالثة: ان حكم الحاكم خارج ولايته لايلزم العمل به نعم يجب التحرى فان غلب على ظنه الصدق فيقبل كما صرحوا به (٣) ولا شك ان الراديو آلة محفوظة

(١) (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ٢: ١٠٣ كتاب الصوم)

(٢) (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٤٠ قبيل باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

(٣) قال العلامة ابن عابدين: الصحيح من مذهب.....(بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

جدا فاذا نشر به الحكم المفصل بحيث ذكر فيه الحاكم والحكم ومنشأ الحكم فلا شك في افادته الظن. وهو الموفق

بلاد بعیدہ میں سعودی اعلان پر روزہ اور عید کا عوامی رواج

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہندہ ایجنسی میں کئی سالوں سے یہ رواج ہے کہ لوگ روزہ اور عید سعودی عرب کے اعلان پر کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمن چنارے پایاں مہندہ ایجنسی

الجواب: اگر آپ کے علاقہ کے معتمد علماء کے فتویٰ اور فیصلہ سے یہ رواج جاری ہو تو قابل اعتراض نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ عید الاضحیٰ میں اس رواج کا جاری نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ عوام اور جرگہ کا فیصلہ ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل البلدة الاخرى يلزمهم حكم هذه البلدة قلت ووجه الاستدراك ان هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها ان اهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها لان البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من ان يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل الحكم المذكور وهي اقوى من الشهادة بان اهل تلك البلدة رأوا الهلال وصاموا لانها لا تفيد اليقين فلذا لم تقبل الا اذا كانت على الحكم او على شهادة غيرهم لتكون شهادة معتبرة والا فهي مجرد اخبار بخلاف الاستفاضة فانها تفيد اليقين فلا ينافي ما قبله.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۲ قبيل مطلب في رؤية الهلال نهارا)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: واختلاف المطالع غير معتبر على..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) ظاهر المذهب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتویٰ فیلزم اهل المشرق برؤیۃ اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیۃ اولئك بطریق موجب (در مختار ۲: ۱۰۴) .

اس پر بعض اہل علم کا عمل ہے اور بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ یہ عدم اعتبار بلاد قریبہ میں معتبر ہے نہ کہ بلاد بعیدہ میں کما یشیر الیہ کلام البدائع (۲: ۲۲۴) هذا اذا كانت المسافة بين البلدتين قریبۃ لا تختلف فیہ المطالع فاما اذا كانت بعیدۃ فلا یلزم احد البلدین حکم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فیعتبر فی اهل کل بلد مطالع بلدہم دون البلد الآخر انتہیٰ .

اسی بنا پر معتمد علماء اور مفتیان علاقہ کا فیصلہ فقہاء کے اقوال اور علمی بنیادوں پر مضبوط ہوتا ہے جبکہ عوام اور جرگوں کا فیصلہ انتشار کا باعث بن سکتا ہے اور پھر یہ خطرہ رہتا ہے کہ عوام پاکستانی رؤیت پر روزہ رکھیں گے اور سعودی رؤیت پر عید کریں گے اور یوں روزے اٹھائیں رہیں گے وغیرہ۔

.....(از مرتب).....

الفرائد اللوامع فی

تحقیق اختلاف المطالع

چند سالوں سے یہ مسئلہ بڑے شد و مد کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ تمام عالم اسلام میں عید و صوم ایک ہی دن ہونا چاہئے اور توحید الصوم والاعیاد کیلئے علمی بنیادوں پر کوشش کر رہے ہیں جبکہ فقہاء کے درمیان اختلاف اور عملی طور پر اس کی تنفیذ میں حائل رکاوٹوں کی وجہ سے بعض علماء اس سے اختلاف کر رہے ہیں، یہاں حضرت مفتی صاحب کا ایک مقالہ جو منہاج السنن میں موجود ہے حوالہ جات اور بعض جدید آراء کے ساتھ شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے اور یہی حضرت مفتی صاحب کا اختلاف مطالع میں موقف بھی ہے۔..... (از مرتب)

واضح رہے کہ نفس اختلاف مطالع میں کوئی نزاع نہیں ہے اس معنی پر کہ کبھی دو شہروں میں اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک میں چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں نظر نہیں آتا اور اسی طرح مطالع شمس بھی ہیں کیونکہ شعاع شمس سے چاند کا جدا ہونا اختلاف اقطار کی وجہ سے ہوتا ہے یہاں تک کہ جب سورج مشرق میں ڈوب جائے تو یہ لازم نہیں کہ مغرب میں بھی ڈوبا ہو، اسی طرح طلوع فجر اور غروب شمس بھی مختلف بلاد میں مختلف رہتا ہے بلکہ سورج جب ایک ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی قوم کیلئے طلوع فجر ہوتا ہے اور کسی کیلئے طلوع شمس، اسی طرح بعض بلاد میں غروب شمس اور بعض میں نصف رات ہوتی ہے

ہکذا فی الزیلعی ﴿۱﴾ اور بعد کا اندازہ جس سے مطلع مختلف ہو جاتا ہے بعض نے مہینہ یا اس سے زیادہ کی مسافت بتائی ہے ذکرہ القہستانی عن الجواہر، اور تاج تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطلع چوبیس فرسخ سے کم فاصلہ میں ممکن نہیں ہے ﴿۲﴾ اور معارف السنن میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے تحقیق تک یہ بات پہنچائی ہے کہ مطلع میں وقوع اختلاف تقریباً پانچ سو میل تک ہوتا ہے ﴿۳﴾۔ اب اختلاف مطالع کو اعتبار دینے اور نہ دینے میں اختلاف ہے اور اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) ہر قوم کے لیے اپنے مطلع کا اعتبار واجب ہے اور دوسروں کیلئے ان کے مطلع پر عمل لازم نہیں،

﴿۱﴾ قال العلامة فخرالدين الزيلعي: وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار كما ان دخول الوقت وخروجه يختلف باختلاف الاقطار حتى اذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم منه ان تزول في المغرب وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس بل كلما تحركت الشمس درجة فتلك طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لآخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم.

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱: ۳۲۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقدّر البعد الذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهر فاکثر علی مافی القہستانی عن الجواہر..... وفی شرح المنہاج للرملی وقد نبہ التاج التبریزی علی ان اختلاف المطالع لا یمکن فی اقل من اربعة وعشرين فرسخا وافتی بہ الوالد الخ. (ردالمختار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۵ اختلاف المطالع قبیل ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

﴿۳﴾ قال الشيخ محمد يوسف البنوری: وعلى كل حال بلاد الهند واسعة الأرجاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الى اربع وثلاثين درجة والمسافة بينها تبلغ الى نحو الفی میل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمس مائة میل فكيف يتصور الجهد للتوحيد في مثله.

(معارف السنن ۵: ۳۴۰ تحقیق اعتبار اختلاف المطالع)

واعتمده الزيلعي ﴿١﴾ وهو الصحيح عند الشافعية ﴿٢﴾.

(۲) اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ جہاں بھی چاند نظر آیا تو دوسرے لوگوں پر عمل واجب ہے وهو ظاهر الرواية عن ائمتنا وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة واليه ذهب بعض الشافعية ﴿٣﴾.

(۳) یہ عدم اعتبار بلاد متقاربہ میں ہے نہ کہ بلاد متباعدہ میں وهذا مختار عند بعض المشائخ قال الكاساني في البدائع: هذا اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف منه المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الاخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد مطلع بلد هم دون البلد الاخر. انتهى ﴿٤﴾ وقال العلامة ابن رشد: اجمعوا على انه لا يراعى ﴿١﴾ قال العلامة الزيلعي: والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الاقطار.

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ۱: ۳۲۱ كتاب الصوم)

﴿٢﴾ قال عبدالرحمن الجزيري: الشافعية قالوا اذا ثبتت رؤية الهلال في جهة وجب على اهل الجهة القريبة منها من كل ناحية ان يصوموا بناء على هذا للثبوت والقرب يحصل باتحاد المطلع بان يكون بينهما اقل من اربعة وعشرين فرسخا تحديدا اما اهل الجهة البعيدة فلا يجب عليهم الصوم بهذه الرؤية لاختلاف المطلع.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۳۸۱ اذا ثبت الهلال بقطر من الاقطار)

﴿٣﴾ قال ابن عابدين: لكن المعتمد الراجح عندنا انه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عند الحنابلة كما في الانصاف وكذا هو مذهب المالكية. (رسائل ابن عابدين ۱: ۲۵۱ تنبيه الغافل والوسنان على احكام هلال رمضان)

﴿٤﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۲۲۳ شروط صحة الاداء)

ذلك في البلد ان الناية ﴿١﴾ وقا ابن عبد البر اجمعوا على انه لا تراعى الرؤية فيما بعد من البلاد ﴿٢﴾.

قول اول كى دليل اجتهد ابن عباس رضى الله عنه عن كريب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على هلال رمضان وانا بالشام فراينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة فى آخر الشهر فسألنى ابن عباس ثم ذكر الهلال فقال متى رايتم الهلال فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال انت رايت ليلة الجمعة فقلت راه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكن رايناه ليلة السبت فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين يوما او نراه فقلت الا تكتفى برؤية معاوية وصيامه قال لا هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الترمذى ﴿٣﴾.

اس حديث میں ابن عباس رضى الله عنه نے نہ نبى عليه السلام کا کوئى لفظ ذکر کیا ہے اور نہ معنی لفظ بلکہ ایک مجمل صیغہ ذکر کیا ہے والحجة انما هي فى المرفوع لا فى اجتهداه الذى فهم عنه الناس. اور آپ کے اس قول کہ ہکذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم کا اشاریہ یہ قول ہے فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلاثين اور رسول الله صلى الله عليه وسلم سے جو امر منقول ہے، تشخیص وغیرہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين ہکذا قال الشوكانى فى النيل ﴿٤﴾ یہ روایت

﴿١﴾ (بداية المجتهد ۱: ۲۱۰ کتاب الصيام قبیل الرکن الثانی وهو الامساک)

﴿٢﴾ (فتح الباری بشرح صحيح البخارى ۵: ۶۰۱ باب اذا رايتم الهلال فصوموا)

﴿٣﴾ رواه الجماعة الا البخارى وابن ماجه (نیل الاطار ۹۴/۴)

﴿٤﴾ قال الشوكانى: ان الحجة انما هي فى المرفوع (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس پر دلالت کرتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاند دیکھا تھا اور مسلم کی روایت اس میں صریح ہے کہ کریب نے بھی چاند دیکھا تھا۔

قول ثانی کی دلیل یہ حدیث ہے: صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ ﴿۱﴾ کیونکہ یہ خطاب عام ہے جو مسلمان بھی خطاب کی صلاحیت رکھتا ہو جو کسی خاص علاقہ اور بلد کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی ہے انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب متفق علیہ ﴿۲﴾ کیونکہ اختلاف مطالع کو اعتبار دینا علم ہیئت اور علم حساب پر موقوف ہے جس کے ہم مکلف نہیں ہیں۔

قول ثالث کی دلیل یہ ہے کہ اگر بلاد بعیدہ جیسے عرب اور ہند میں اختلاف کو معتبر نہ مانا جائے تو اٹھائیسویں رمضان کو مثلاً عید ہو جائے گی ﴿۳﴾۔

ہمارے فقہاء احناف نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے اور یہ ظاہر الروایت ہے۔ اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ جواب کیا ہے: بان الحجة رواية الراوى لا رأيه ولم يذكر لفظ الحديث (بقیہ حاشیہ) من رواية ابن عباس لا فى اجتهاده الذى فهم عنه الناس والمشار اليه بقوله هكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قوله فلا نزال نصوم حتى نكمل الثلاثين. (نیل الاوطار ۱۹۵/ ج ۴ باب الصوم)

﴿۱﴾ رواه البخارى باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأيتم الهلال فصوموا حدیث رقم (۱۹۰۹) ومسلم باب وجوب صوم رمضان حدیث رقم (۱۰۸۱) وابن ماجہ باب ما جاء فى صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ حدیث رقم (۱۶۵۵) واحمد فى المسند (۴۵۴: ۲) والطبرانی فى الصغير حدیث رقم (۱۶۱)

﴿۲﴾ اخرجہ البخارى فى صحيحہ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکتب ولا نحسب برقم (۱۹۱۳) ومسلم باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال برقم (۱۰۸۰) من حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما.

﴿۳﴾ قال الشيخ محمد يوسف بنورى: ولا بد من..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ولامعناه فلم نعلم انه بلغه الحديث الصريح في اعتبار مطلع كل بلد لاهله دون غيره او استنبطه من حديث اخرجه الشيخان او لم يقبله لانه شهادة الواحد في غير غيم او لانه فات محل الشهادة وهو اول الشهر وبالجمله ان هذا واقعة الحال ولم ينكشف اجماله فلا يمكن الاستدلال به ﴿۱﴾ اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ظاہر الروایت اگرچہ مطلق ہے لیکن حدیث صریح اور اجماع یہ ہے کہ مہینہ اسی دن سے کم اور تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں (حدیث، اجماع) ظاہر الروایت کے مقید ہونے کا تقاضا کرتی ہیں یعنی اذالم يستلزم عدم الاعتبار نقصان الشهر عن تسع وعشرين اور زیادتہ علی الثلاثین۔ پس ظاہر یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور قول ثالث کا مآل ایک ہے۔ فافہم۔

اور جو لوگ اس امر کے درپے ہیں کہ توحید الصوم والاعیاد ہونی چاہئے تو یہ امر مطلوب نہیں ہے (بقیہ حاشیہ) تسلیم قول الزیلعی والالزم وقوع العید یوم السابع والعشرين والثامن والعشرين او الحادی والثلاثین والثانی والثلاثین اذا كان بین البلدین مسافة بعيدة كالهند والقسطنطينية فر بما يتقدم طلوع البلاد فی بلاد القسطنطينية یومین فاذا رؤی الهلال فی بلاد الهند بعد رؤية الهلال هناك بلیتین ثم بلغتنا رؤیتهم فان لزمنا رؤیتهم لزم تقدم العید۔

(معارف السنن ۵/۳۳۷ مسألہ اختلاف المطالع وتحقیق عدم عبرتها)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهام: وقد يقال ان الإشارة فی قوله هكذا الى نحو ما جرى بينه وبين رسول ام الفضل وحينئذ لا دليل فيه لان مثل ما وقع من كلامه لو وقع لنا لم نحكم به لانه لم يشهد على شهادة غيره ولا على حكم الحاكم فان قيل اخباره عن صوم معاوية يتضمنه لانه الامام يجاب بانه لم يأت بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا يثبت بشهادته وجوب القضاء على القاضي۔

(فتح القدیر ۲/۲۳۳ فصل فی رؤية)

اور بلاد اسلامیہ میں جو یہ اختلاف بین الناس واقع ہوتا ہے اس میں کوئی ضرورت نہیں ہے ﴿۱﴾، عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والاضحی يوم تضحون ﴿۲﴾۔ بظاہر یہ کلام لغو معلوم ہوتا ہے لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ خطابی نے کہا ہے: معناه ان الخطأ مرفوع عن الناس فی ما کان سبیلہ الاجتهاد فلو ان قوماً اجتهدوا فلم یروا الهلال الا بعد ثلثین فلم یفطروا حتی استوفوا العدد ثم ثبت عندهم ان الشهر کان تسعا وعشرين فان صومهم وفطرهم ماضٍ لاشیء علیہم من وزرٍ او عیبٍ، ولا یبعد ان یکون معناه انکم اذا صمتم او افطرتم او اضحیتم او وقفتم عرفات وفقاً لقواعد رؤية الهلال ولم یکن الواقع كذلك فلا ضیر فیہ لان المعتبر فی هذه الامور الثبوت الشرعی دون ﴿۱﴾ قال العلامة البنوری: وقد دارت المسألة فی هذه الايام فی توحید نظام الامۃ فی الصیام والعید فی بلاد الهند..... وکل ذلك تنطع وتکلف ینبوا عن مقاصد الشرع..... ثم کیف یتصور هذا التوحید فی القرى والجبال والبادی التي لم تبلغ اليها هذه الوسائل المادية؟..... وعلى کل حال بلاد الهند واسعة الارحاء تختلف عروضها من ست عشرة درجة الى اربع وثلاثین درجة والمسافة بينها تبلغ الى نحو الفی میل وحققوا وقوع الاختلاف فی المطلع بنحو خمسمائة میل فکیف یتصور الجهد للتوحید فی مثله 'فکل ذالک نبوء وبعد عن السهلة السمحة البیضاء.

(معارف السنن ۳۴۰/ج ۵ بحث اختلاف المطالع)

﴿۲﴾ اخرجہ الترمذی فی الصیام باب ما جاء فی الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون حدیث رقم (۶۹۷) وقال حدیث حسن غریب 'واخرج بنحوه ابو داؤد فی الصیام باب اذا اخطأ القوم الهلال (۲۳۲۴) والبیہقی فی السنن الکبری (۲۵۲:۴) من حدیث ابی ہریرۃ بلفظ صومکم يوم تصومون واضحاکم يوم تضحون .

الموافقة بنفس الامر ﴿۱﴾ . پس اس حدیث میں یہ اس بات پر واضح دلیل ہے۔ کہ تعدد اعیاد و صوم غیر منکر ہے اور اس میں اتحاد مطلوب نہیں ہے کیونکہ ان امور کا مدار ثبوت شرعی پر ہے اور ثبوت میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے نہ کہ نفس الامر میں کہ اس میں اختلاف واقع نہیں ہو سکتا۔ قلت و کذا وقوع هذا الاختلاف

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الله البسام السلفي : ان مجلس هيئة كبار العلماء في المملكة العربية السعودية فقرروا بقرارهم بالاجماع ما خلاصته بعد دراسة المجلس للموضوع وتداول الرأي فيه تقرر ما يلي اولاً: اختلاف مطالع الاهلة من الامور التي علمت بالضرورة حسا وعقلا ولم يختلف فيها احد وانما وقع الاختلاف بين العلماء في اعتبار المطالع من عدمه. ثانياً: مسألة اعتبار اختلاف المطالع من عدمه من المسائل النظرية التي للاجتهاد فيها مجال والاختلاف فيها واقع ممن لهم الشأن في العلم والدين وهو من الاختلاف السائغ وقد اختلف اهل العلم في هذه المسألة فمنهم من رأى اعتبار اختلاف المطالع ومنهم لم يراعيه. وقد مضى على ظهور هذا الدين مدة اربعة عشر قرناً ولا نعلم فيها فترة جري فيها توحيد اعياد اسلامية على رؤية واحدة فان اعضاء الهيئة يقررون بقاء الامم على ما كان عليه وان يكون لكل بلد اسلامي حق اختيار ما تراه بواسطة علمائها من الرايين المشار اليها، واما ما يتعلق باثبات الاهلة بالحساب فقد اجمع اعضاء الهيئة على عدم اعتباره. واصل المسألة ان الله تعالى علق احكاماً شرعية بمسمى الهلال ، والشهر كالصوم والفطر والنحر، فشرط كونه هلالاً وشهراً فلو طلع في السماء ولم يعرفه الناس لم يكن هلالاً فلا يسمى هلالاً الا بالظهور والاشتهار كما دل عليه الكتاب والسنة . فخلاصة الاقوال في الصوم والفطر ثلاثة: الاول: انه اذا روى في بلد لزم الناس كلهم الصوم نظراً الى ان الخطاب لكل المسلمين بقوله: اذا رأيتموه. الثاني: اعتبار اختلاف المطالع وتحديد بالكيلات الفان ومئتان وستة وعشرون (۲۲۲۶) كيلاً فاقبل. وهذا ملاحظ فيه ان الخطاب خاص لمن يمكن رؤيته في قطرهم. الثالث: لزوم الصوم والفطر اذا كانوا تحت ولاية واحدة. والعمل الآن على الثالث. (التعليق للشيخ البسام على بلوغ المرام ص ۲۱۰ كتاب الصيام)

فی عہد معاویہ رضی اللہ عنہ من غیر نکیہ بدل علی انہ غیر منکر ﴿۱﴾. ولذا لا نفطر برادیو العرب فی پاکستان لان العوام یصومون برؤية پاکستان ویفطرون برؤية العرب ثم لا یقضون عند نقصان الشهر یقومون لیلة العید دون لیلة رمضان بالتلوم. (ماخوذ از منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی)

﴿۱﴾ عن کرب قال قدمت الشام..... فرأیت الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی اخر الشهر فسالنی عبد اللہ بن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رأیتم الهلال فقلت رأیناه لیلة الجمعة فقال انت رأیتہ فقلت نعم وراه الناس وصاموا وصام معاویة فقال لکنا رأیناه لیلة السبت فلانزال نصوم حتی نكمل ثلثین او نراه فقلت اولاتکتفی برؤية معاویة وصیامہ فقال لا هكذا امرنا رسول اللہ ﷺ. (صحیح مسلم ۱: ۳۴۸ باب ان لكل بلد رؤیتهم)

وقال الامام ولی اللہ الدہلوی: قال النبی ﷺ: لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له وفی روایة فاکملوا العدة ثلاثین، اقول: لما کان وقت الصوم مضبوطا بالشهر القمری باعتبار رؤية الهلال وهو تارة ثلاثون یوما وتارة تسعة وعشرون وجب فی صورة الاشتباه ان یرجع الی هذا الاصل وایضا مبنی الشرائع علی الامور الظاہرة عند الامیین دون التعمق والمحاسبات النومیة بل الشریعة واردة باجمال ذکرها وهو قوله ﷺ: انا امة امیة لا نکتب ولا نحسب. (حجة اللہ البالغة ۲: ۵۱ احکام الصوم)

وقال الشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی: تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانانہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادت ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے اسلئے عہد صحابہ میں رمضان وعید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز شام میں کسی دن عراق ومصر میں کسی دن ہوتی تھی ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ وتابعین نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا۔ (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۵۷۱ ہوائی رؤیت ہلال)



فتاویٰ دیوبندیا کستان المعروفہ فتاویٰ فریدیہ عظیمہ

باب تعریف

الصوم واثوائه

اللَّهُ

اللَّهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال رسول الله ﷺ

في الجنة ثمانية ابواب منها باب

يسمى الريان لا يدخله الا

الصائمون.

.....﴿متفق عليه﴾.....

باب تعریف الصوم و انواعه

علامات بلوغت ظاہر نہ ہونے کی صورت میں روزہ کی فرضیت کیلئے عمر کی حد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان کے روزے کتنی عمر

کے لڑکے یا لڑکی پر فرض ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۱/۱۱/۱۹۷۵ء

الجواب: اگر علامات بلوغت ظاہر نہ ہوئے ہوں تو پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے پر روزہ رکھنا

فرض ہو جاتا ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

جہاں اکیس گھنٹہ دن ہو وہاں اکیس گھنٹہ روزہ رکھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور ایسے

علاقہ میں اس کا سفر شروع ہو رہا ہے جہاں ساڑھے تین بجے سورج طلوع ہوتا ہے اور بارہ بجے غروب ہو کر

بھی اس سورج کی سرخی ختم نہیں ہوتی اس حساب سے رات صرف تین یا ساڑھے تین گھنٹہ رہ جاتی ہے باقی

تمام وقت دن میں آ جاتا ہے، یعنی تقریباً اکیس گھنٹے کا دن رہتا ہے اب ماہ رمضان میں سائل روزہ کس وقت

رکھے اور کس وقت افطار کرے چونکہ مقامی لوگ اس مسئلہ سے بالکل نا آشنا اور بے خبر ہیں۔ بینواتو جروا

المستفتی: آدم خان ساکن بٹل حال کنیڈا (امریکا)..... ۲۳/۸/۱۹۷۶ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: فان لم يوجد فيهما شيء منها فحتى يتم لكل منهما خمس

عشرة سنة وبه يفتی.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵: ۱۰۷ کتاب الحجر بلوغ الغلام)

الجواب: چونکہ اس علاقہ میں چوبیس گھنٹہ کے اندر باقاعدہ طلوع اور غروب ہوتا ہے لہذا یہاں باقاعدہ روزہ رکھا جائے گا کیونکہ جب چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک دفعہ کھانا کھایا جائے تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہوتی، بہر حال غروب کے متصل افطار کیا جائے اور طلوع سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل روزہ بند کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ طویل النہار علاقوں میں روزے کے احکام:

(۱)..... جن مقامات میں سورج کی عام گردش یومیہ کے اعتبار سے روزانہ طلوع و غروب نہ پایا جاتا ہو بلکہ کئی دن یا کئی ماہ تک مسلسل آفتاب طلوع ہی رہتا ہو یا غروب ہو کر زمین کے اوٹ میں غائب ہی رہتا ہو جیسا کہ ارض تسعین اور اس کی اطراف میں ایسا ہو سکتا ہے تو ان مقامات میں آفتاب کا ایک پورا دورہ (چوبیس گھنٹہ کا) جو ایک لیل و نہار کا مجموعہ شمار ہوتا ہے اور اس کے نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جاتا ہے اس میں روزہ رکھیں اور اس نصف کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ہی سحری کھانا بند کر کے روزہ کی نیت کرے، اور نصف اول جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے اس میں مغرب، عشاء، وتر، تراویح فجر سب نمازیں پڑھ لیا کریں اور پھر جب یہ مجموعہ لیل و نہار پورا ہو کر دوسرے دور کا آغاز ہو فوراً نماز مغرب پڑھنے کی طرح افطار بھی کر لیا کریں اور پھر اس دوسرے دور کی نصف اول میں کھانا پینا وغیرہ اور رات کی سب نمازوں سے فراغت پالیا کریں اور نصف ثانی کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سحری کھالیا کریں اور روزہ کی نیت کر لیا کریں، ذلک للدلیل الذی بینہ فی ردالمحتار ۳۳۹: ۱ تحت التتمۃ.

(۲)..... جن مقامات میں طلوع و غروب شمس تو روزانہ پورے سال پایا جاتا ہو لیکن ہر موسم میں غروب شمس کے بعد سے فجر صادق طلوع ہونے سے قبل تک اتنا موقع نہ ملتا ہو کہ کھایا پیا جاسکے اور پھر اس کے بعد غروب تک روزہ پورا کیا جاسکے تو ان مقامات میں روزہ کی مقدار گھنٹوں سے یا نصف گردش شمس وغیرہ سے متعین نہ کریں بلکہ اس ماہ (رمضان) کے بعینہ یہی دن روزوں کے لئے متعین رہے لیکن چونکہ اس طرح بغیر آسودگی سے کھائے پئے پورے ماہ میں صوم پر عادت و عموماً قدرت نہیں ہو سکتی، اس لئے ناغہ دے کر حسب قدرت و استطاعت روزہ رکھا کریں اور جن دنوں میں افطار کریں ان دنوں کے روزوں کے عوض..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب شمس کے تحقق کیلئے مشرق کی جانب سرخی کا زوال شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں افطار صوم اور نماز مغرب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آفتاب جب پہاڑ کے پیچھے ہو جائے اور جانب مشرق سے تاریکی نمودار ہو جائے تو نماز مغرب پڑھنا چاہئے اور یہی افطاری کا وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جانب مشرق میں جب سرخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک نماز یا افطاری جائز نہیں مسئلہ کا حل کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ کی لور آ لائی..... ۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: مشرق کی سرخی کے زوال کا قید نہ قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور نہ آثار اور

(بقیہ حاشیہ) میں دوسرے مہینوں کے دنوں میں حسب قدرت ناغہ دے دے کر ادا کرتے رہیں۔

(۳)..... جن مقامات میں غروب و طلوع شمس تو روزانہ پایا جاتا ہے لیکن سال کے صرف بعض مہینوں میں غروب شمس سے صبح صادق کے درمیان میں نماز ہائے مفروضہ واجبہ ادا کرنے کے بعد اطمینان سے کھاپی کر روزہ رکھنے کا وقت ملتا ہو اور بعض مہینوں میں نہ ملتا ہو تو جس وقت ماہ رمضان ان مہینوں میں واقع ہو جائے جس میں یہ موقع نہ ملتا ہو تو ناغہ دے دے کر حسب استطاعت روزہ رکھیں اور جن دنوں میں روزہ نہ رکھ سکیں ان دنوں کی قضا اسی سال کے دوسرے دنوں میں کر لیا کریں۔

(۴)..... جن مقامات میں طلوع و غروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو اور غروب کے بعد سے فجر صادق کے غروب ہونے کے پیشتر تک پورے سال اتنا کافی وقت ملتا ہو جس میں نماز ہائے مفروضہ و واجبہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اطمینان سے کھانے پینے اور کچھ آرام و سکون لینے کا وقت بھی مل جاتا ہو تو ان مقامات کے لوگوں پر ماہ رمضان میں ہی ہمیشہ ادائیگی صوم واجب و ضروری ہوگی اور فجر صادق طلوع ہونے سے ہی روزہ شروع کر دینا لازم ہوگا اور وقت فجر کی مقدار طویل ہونے کی وجہ سے روزہ کی مقدار اگرچہ طویل ہو جائے لیکن یہ اتنی طوالت نہیں ہے کہ کوئی شخص روزہ پر قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ اگر کسی کو وقتی و عارضی مجبوری یا..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

معتبرات فقہ میں مسطور ہے بلکہ حدیث اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس ﴿۱﴾ سے متصادم ہے، البتہ جن علاقوں میں مغرب کی طرف بڑے بڑے پہاڑ ہوں تو اس میں کچھ گنجائش ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ایک علاقے میں روزہ اور دوسرے میں عید ہو تو عید والے علاقے میں جا کر کیا کرنا چاہئے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخر میں کسی علاقہ میں عید الفطر نہ ہو اور وہاں کا باشندہ ایسے علاقے میں جائے جہاں عید الفطر کا اعلان ہوا ہو تو اس (بقیہ حاشیہ) عذر شرعی مثلاً حمل، حیض، مرض، سفر وغیرہ پیش آجائے تو ان کو رخصت ہے اور قضاء کریں گے، کما فی الہدایۃ۔

(۵)..... جن علاقوں میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو لیکن شفق احمر غروب ہوتے ہی یا اس سے بھی قبل فجر کی سفیدی شروع ہو جاتی ہو جیسے (۶۰) عرض البلد کے بعد کے بعض مقامات میں ہوتا ہے اور کسی امام کے نزدیک بھی وقت عشاء متحقق نہ ہوتا ہو تو روزہ باقاعدہ رکھا جائے گا اور تینوں نمازیں (مغرب، عشاء، فجر) یکے بعد دیگرے بغیر لحاظ جمع بین الصلاتین ادا کی جائیں گی، اور جہاں تک ہو سکے صبح صادق کے طلوع سے قبل فرض عشاء و وتر سے فراغت کی کوشش کی جائے گی اور تراویح کا موقع نہ ملے اسی طرح سنن و رواتب کا موقع نہ ملے تو نہ پڑھیں (کما حققہ الامام ابن الہمام فی فتح القدیر ۱: ۱۵۶)۔

(ماخوذ از منتخبات نظام الفتاویٰ وغیرہ)..... از مرتب

﴿۱﴾ (متفق علیہ) مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۵۷۱ قبیل باب تنزیہ الصوم

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (اذا اقبل الليل) ای ظلامہ (من ههنا) ای جانب الشرق (وادبر النهار) ای ضیاؤہ (من ههنا) ای جانب الغرب (وغربت) ای غابت (الشمس) ای کلها قال الطیبی وانما قال وغربت الشمس مع الاستغناء عنه لبيان کمال الغروب کیلا یظن انه یجوز الافطار لغروب بعضها۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۳: ۲۵۲ باب الفصل الاول)۔

کیلئے اس دن روزہ پورا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالقیوم مدرس ٹڈل سکول مٹہ شہید رفورٹ چار سیدہ..... ۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر اس دوسرے علاقہ میں ثبوت شرعی سے باقاعدہ عید کا حکم دیا گیا ہو تو وہاں روزہ

پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ ان پر اعتماد صحیح ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾.....☆: قال فی التاتارخانیة: اهل مصر صاموا رمضان بغير رؤية وفيهم رجل لم يصم حتى رأى الهلال من الغد فصام اهل المصر ثلاثين يوماً وهذا الرجل تسعة وعشرين ثم افطروا جميعاً فان كان اهل المصر رأوا الهلال شعبان وعدوا شعبان ثلاثين يوماً كان على هذا الرجل قضاء يوم الاول الخ.

(فتاویٰ تاتارخانیة ۲: ۳۵۴ الفصل الثانی فیما يتعلق برؤية الهلال)

.....☆: وفي المنهاج: فاذا رأى الهلال في العرب ليلة الجمعة وفي باكستان ليلة السبت وصام رجل في باكستان ثمانية وعشرين يوماً وذهب الى العرب في الطيارة وقد رأى هلال شوال هنا فيقضى يوماً مثلاً ولا يعتذر باني صمت بالرؤية المعبرة وافطرت بالرؤية المعبرة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۲ باب لكل بلد رؤيتهم)

.....☆: وقال الدكتور وهبة الزحيلي: فسافر من بلد الرؤية من صام به فالاصح انه يوافقهم وجوباً في الصوم آخر، وان كان قد اتم ثلاثين، لانه بالانتقال الى بلدهم صار واحداً منهم فيلزمه حكمهم وروى ان ابن عباس امر كريبا بذلك ومن سافر من البلد الآخر الذي لم يرفيه الهلال الى بلد الرؤية، عيد معهم وجوباً لانه صار واحداً منهم سواء اصام ثمانية وعشرين يوماً ام تسعة وعشرين بان كان رمضان تاماً عندهم وقضى يوماً ان صام ثمانية وعشرين لان الشهر لا يكون كذلك ومن اصبح معيداً، فسارت سفينته او طائرته الى بلدة بعيدة اهلها صيام فالاصح ان يمسك بقية اليوم وجوباً لانه صار واحداً منهم.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۶۵۹ المطلب الثالث اختلاف المطالع)

.....☆: قال العلامة محمد يوسف البنوري: وان..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

سحری کا آخری وقت اور دن میں یارات سے نیت روزہ رمضان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) الکلام الاول آیت ذیل: قوله تعالى: (كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر) (الآية) میں تحدید وقت آیا ہے کیا کھانا پینا اس وقت بند کرنا چاہئے، جب طلوع فجر کے متعلق علم حقیقی حاصل ہو جائے ساتھ اس کے کہ رات کو نہ چاندنی ہو اور نہ بادل ہو کیا طلوع فجر ثانی کے ظہور تک کھانا پینا مباح ہے یا طلوع فجر ثانی سے گھنٹہ یا نصف گھنٹہ پہلے بند کرنا چاہئے۔

(۲) والكلام الثانى فى اول وقت الصوم و آخره أبتداء من طلوع فجر الثانى المعترض فى الافق و آخره الى الليل ام يبتداء من بعض الليل و آخره الى بعض الليل؟
(۳) والكلام الثالث فى نية صوم رمضان أیصح من الليل والنهار كليهما ام یصح من الليل فقط؟ بینوا وجروا

المستفتی: (مفتی) عبداللہ شاہ (دارالعلوم اسلامیہ) چارسدہ..... ۲۹/۱/۱۹۷۶

الجواب: (۱) المدار هو تیقن طلوع الفجر الثانى لكن الاستحباب هو الامتناع من الاكل وغيره فى السبع الآخیر مما بین غروب الشمس و بین الفجر الثانى كما فى امداد الفتاوى ﴿ ۱ ﴾ .

(بقیہ حاشیہ) رأى رجل الهلال فى القسطنطينية ثم جاءنا قبل العيد فهل يعمل برؤيته او برؤية اهل بلدنا؟ لم اجد هذه الصورة فى كتبنا، والظاهر انه يتبع اهل بلدنا نظيره ما يقوله الشافعية فيمن صلى الظهر فى بلد ثم وصل من فوره الى بلد لم يدخل وقت انه يصلى معهم . والله اعلم (معارف السنن ۵: ۳۳۷ مسألة اختلاف المطالع)

﴿ ۱ ﴾ قال الشاه اشرف على التهانوى: ہیئت کے قاعدہ سے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) صرح جميع الفقهاء في اول كتاب الصوم ان مبدء ه طلوع الفجر الثانى ومنتهاه الغروب الملازم باقبال الليل ﴿۱﴾.

(۳) النية الفضل من الليل وجاز قبل نصف النهار الشرعى كما فى الهداية

وغيرها ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقية حاشية) طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اس کو سات پر تقسیم کریں چھ حصہ میں سحری کھا سکتے ہیں.

(امداد الفتاوى ۱: ۹۶ کتاب الصوم والاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الى الغروب، هو اول زمان بعد غيوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة المشرق وفى البخارى عنه عليه السلام اذا اقبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم اى اذا وجدت الظلمة حسا فى جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا فى الحكم لان الليل ليس ظرفا للصوم قهستانى ولذا ذكره الوصال منح.

(الطحطاوى على المراقى ۱: ۲۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغينانى: وسبب الثانى النية وجه قوله فى الخلافة قوله عليه الصلاة والسلام لا صيام لمن لم ينو الصيام من الليل ولانه لما فسد الجزء الاول لفقد النية فسد الثانى ضرورة انه لا يتجزأ بخلاف النفل لانه متجزى عنده ولنا قوله عليه السلام بعد ما شهد الاعرابى برؤية الهلال الا من اكل فلا يأكلن بقية يومه ومن لم يأكل فليصم ومارواه محمول على نفى الفضيلة والكمال او معناه لم ينو انه صوم من الليل ولانه يوم صوم فيتوقف الامساك فى اوله على النية المتأخرة المقترنة باكثره كالنفل وهذا لان الصوم ركن واحد ممتد والنية لتعيينه لله تعالى.

(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۳۶ کتاب الصوم)

غروب شمس سے متصل افطار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان یا غیر رمضان میں سورج غروب ہونے سے متصل اذان کرنا چاہئے یا احتیاط بھی کرنا چاہئے؟ اگر ایک شخص نے سورج غروب ہونے سے متصل افطار کیا تو اس کا روزہ ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: تقدیر اللہ ساکن زنت و بانڈہ

الجواب: غروب شمس اور طلوع لیل میں ملازمہ ہے، لہذا غروب کے ساتھ متصل اذان دینا جائز ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر غبار یا پہاڑ وغیرہ کی حیولت کی وجہ سے غروب میں شک ہو تو وہاں چند منٹ احتیاط ضروری ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

رمضان میں گندم کی کٹائی کیلئے روزہ چھوڑنا بے باکی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں گندم کی کٹائی ﴿۱﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، الى الغروب هو اول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق وفي البخارى عنه عليه السلام اذا قبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم، اي اذا وجدت الظلمة حسا في جهة المشرق فقد دخل وقت الفطر او صار مفطرا في الحكم لان الليل ليس ظرفا للصوم قهستاني ولذا ذكره الوصال منح.

(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۱: ۲۳۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة الطاهر البخاری: ويستحب للصائم تعجيل الافطار قبل طلوع النجوم وتاخير السحور وفي يوم الغيم لا يستحب التعجيل ولا يفطر مالم يغلب على ظنه غروب الشمس. (خلاصة الفتاوى ۱: ۲۶۶ قبیل فصل فی الاعتکاف کتاب الصوم)

کا وقت رمضان میں آیا ہے اب اگر گندم کی کٹائی نہ کی جائے تو گندم خراب ہو جاتے ہیں اور روزہ کی حالت میں گندم کی کٹائی انتہائی مشکل کام ہے اسلئے بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ روزہ چھوڑ کر گندم کی کٹائی کرو، اور دلیل شامی جلد دوم کی عبارت پیش کرتے ہیں، و کذا لو خاف هلاك زرعہ او سرقة ولم يجد

من يعمل له باجر مثل الخ، آپ صاحبان اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: جلات خان دکاندار کی لور آ لائی..... ۱۵/ رمضان ۱۴۰۷ھ

الجواب: چونکہ یہ کٹائی مراہق کر سکتے ہیں نیز رات کو بھی ہو سکتی ہے نیز سحری کھانے کے بعد دس بجے تک ہو سکتی ہے، لہذا اس کو مرخص قرار دینا بے باکی کا دروازہ کھولنا ہے۔ وهو الموفق

حالت حمل کا خون مانع صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسماة ہندہ حاملہ ہے اور یہ حمل کم و بیش تین ماہ کا ہے ہندہ نے رمضان میں روزے شروع کئے، غالباً دوسرے یا تیسرے روزے کے دوران کپڑوں پر دم (خون) کا داغ معلوم ہوا ممکن ہے کہ یہ داغ طبیعت کی گرمی کی وجہ سے ظاہر ہوا ہو، اب ہندہ کا روزہ رہایا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور ملتان..... ۱۹/۳/۱۹۶۹ء

الجواب: حالت حمل میں دم دم حیض نہیں ہوتا ہے بلکہ دم استحاضہ ہوتا ہے ﴿۱﴾ جو کہ صوم کیلئے مانع نہیں ہے (ردالمحتار ۱: ۲۶۳، ۲۷۵) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وما تراه صغيرة دون تسع..... وحامل ولو قبل خروج اكثر الولد استحاضة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۰۹ قبيل مبحث في مسائل المتحيرة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ودم استحاضة حكمه كرعاف دائم وقتاً كاملاً لا يمنع صوماً وصلاة الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۱۸ قبيل مطلب في حكم وطء المستحاضة)

ایران میں ایرانی اعلان کے خلاف پاکستانی اعلان پر عید منانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایرانی حکومت نے اتوار کے دن عام عید منائی، اور اسی دن ہمارے تیس روزے بھی پورے ہوئے یہاں کچھ پاکستانیوں اور افغانیوں نے ہفتہ کے دن عید منائی اور دلیل یہ پیش کر رہے تھے کہ پاکستان میں چاند نظر آیا ہے کیا یہ عید درست ہے؟ یا قضا لازم ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: ضیاء الرحمن اصفہان جمہوری اسلامی ایران..... ۲۶/۶/۱۹۷۳

الجواب: اگر ان پاکستانیوں یا افغانیوں نے کسی معتمد مفتی اور عالم کے حکم کے بغیر یہ اقدام کیا ہو تو ان پر ایک روزہ کی قضا کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

کسی کو معلوم نہ ہو کہ عید ہے اور اپنے قیاس پر عید سمجھ کر روزہ افطار کیا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہفتہ کے دن مردان و پشاور اور مضافات میں عید منائی گئی یہاں انک میں عید کا اعلان نہیں ہوا تھا، زید نے قبل از غروب شمس چاند کو دیکھا تو خیال کیا کہ یہ چاند تو بڑا ہے آج کا دن عید معلوم ہوتی ہے تو اس نے افطار کیا اگرچہ اس کو عید ہونے کا باقاعدہ ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: رأی مکلف ہلال رمضان او الفطر ورد قوله بدلیل شرعی صام مطلقاً وجوباً وقیل ندباً فان افطر قضی فقط فیہما لشبهة الرد واختلف المشائخ لعدم الروایة عن المتقدمین والراجع عدم وجوب الکفارة، وقال العلامة ابن عابدین: لو صام رأی ہلال رمضان واکمل العدة لم یفطر الامع الامام لقوله علیه الصلاة والسلام صومکم يوم تصومون وفطرکم يوم تفطرون رواه الترمذی وغیره والناس لم یفطروا فی مثل هذا اليوم فوجب ان لا یفطر نهر.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۹۸ قبیل مطلب لا عبرة بقول الموقنین)

پتہ نہ تھا اب اس پر قضاء و کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف پر ملی شادی خان مسجد ڈھوک انک..... ۲/۱/۱۹۶۹ء

الجواب: چونکہ ہفتہ کے دن باقاعدہ عید ہوئی لہذا اس شخص پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ

بیشک اس شخص کا افطار بے قاعدہ ہے لہذا افطار کرنے پر مجرم ہے۔ فقط

یوم الشک کا نفل روزہ باقاعدہ ثبوت رمضان کے بعد فرض شمار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان سے صرف ایک دن

قبل میں نے نفل روزہ رکھا اس دن دوپہر کے وقت اطلاع آئی کہ آج رمضان کا دن ہے اور چاند نظر آیا ہے

پس میں نے بغیر کسی رد و بدل کے روزہ جاری رکھا کیا یہ روزہ رمضان حساب ہوگا یا قضا رکھنی ہوگی؟ کیونکہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شک کے دن سرے سے روزہ نہیں ہوتا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالقیوم مغل خیل چارسدہ..... ۱۰/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ نفل روزہ رمضان کا شمار ہوگا تمام کے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان کا روزہ نفل

کی نیت سے ادا ہو سکتا ہے لہذا رمضان کے ثبوت کے بعد خواہ یہ ثبوت اسی دن میں ہو جائے یا بعد میں ہو

جائے یہ روزہ رمضان میں شمار ہوگا، اس کی قضا نہیں کی جائے گی اور شک کے دن روزہ ہوتا ہے لیکن عوام

کیلئے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: قوله ولا يصومون يوم الشك الا تطوعا لقوله ﷺ لا يصام

اليوم الذي يشك فيه انه من رمضان الا تطوعا..... ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزيه لانه

شهد الشهر، قال ابن الهمام: فاما صوم ما قبله ففي التحفة قال والصوم قبل رمضان بيوم او

يومين مكروه اي صوم كان لقوله عليه الصلاة والسلام لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا

يومين الا ان يوافق صوما كان يصومه احدكم قال وانما..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

خواص كيلے صوم يوم الشك کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں صوم يوم الشك کو بعض لوگ بہت اہمیت دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اگر بالفرض رمضان ہو تو یہ رمضان میں شمار ہوگا اگر نہیں تو بھی ثواب ملے گا اس کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: حاجی عبدالرشید کوٹ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۷/ رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: خواص كيلے يوم الشك کا روزہ رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے کما فی شرح التئوير ﴿۱﴾ البتہ اس سے کون خواص مراد ہیں اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مفتین مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو کہ اس کی نیت سے واقف ہوں یعنی صرف نفل کی نیت رکھتے ہوں اس کے علاوہ دیگر نیات سے اس روزہ کا رکھنا مکروہ ہے (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾ والحدیث (بقیہ حاشیہ) کرہ علیہ السلام خوفا من ان یظن انه زیادة علی صوم رمضان اذا اعتادوا ذلک وعن هذا قال ابو یوسف یکرہ وصل رمضان بست من شوال و ذکر قبلہ باسطر عدم کراہة صوم يوم الشك تطوعا ثم قیدہ بكونه علی وجه لا یعلم العوام ذلک کی لا یعتادوا صومه فیظنه الجهال زیادة علی رمضان۔

(فتح القدیر فی ذیل الہدایۃ ۲: ۲۲۲ کتاب الصوم)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والا یصومه الخصواص ویفطر غیرہم بعد الزوال بہ یفتی نفیا لتہمة النہی۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۹۷ مطلب فی صوم يوم الشك)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: الخواص کل من علم کیفیة صوم يوم الشك فهو من الخواص والا فمن العوام قال ابن عابدین: فعامة المشائخ علی انه ینبغی للقضاة والمفتین ان یصوموا تطوعا ویفتوا بذلک خاصتهم ویفتوا العامة بالافطار وهذا یفید ان التلوم افضل فی حق الكل کما فی النہر لکن فی الہدایۃ والمحیط..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

المشهور على الالسنه لم يثبت مرفوعا بل هو موقوف ﴿١﴾. وهو الموفق

يوم الشك كاروزه جب نفل كى نيت سے هو مكروه نهى

سوال: كيا فرماتے هیں علماء دين اس مسله كے بارے ميں كه رمضان سے پہلے يوم الشك كے

(بقيه حاشيه) والخانية وغيرها ان المختار ان يصوم المفتى بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتى العامة بالتلوم الى وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ٢: ٩٤ مطلب فى صوم يوم الشك)

﴿١﴾ الحديث: "من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم" اخرج البخارى باب قول النبى ﷺ اذا رأيتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا رقم (١٩٠٦) وابوداؤد فى سننه باب كراهية يوم الشك رقم (٢٣٣٢) والترمذى باب ماجاء فى كراهية صوم يوم الشك رقم (٢٨٦) وقال حسن صحيح، والنسائى باب صيام يوم الشك رقم (٢١٨٤) وابن ماجه باب ماجاء فى صيام يوم الشك برقم (١٢٢٥) والمزى فى تحفة الاشراف رقم (١٠٣٥٢) وصححه ابن حبان رقم (٣٥٨٥) والحاكم فى المستدرک ١: ٢٢٣ ووافقه الذهبى فى تلخيصه، وكلهم من قول عمار رضى الله عنه لا مرفوعا الى النبى ﷺ فانما هو موقوف ولا يصح رفعه.

وقال فى منهاج السنن: واجيب عن هذا الحديث ان الصاغانى ذكره فى الموضوعات وفيه انه ليس فى سنده من يتهم بالوضع، واجيب عنه ايضا بانه موقوف وفيه ان مثله كالمرفوع (منهاج السنن ٢: ٤٠).

وقال العلامة الحصكفى: واما حديث من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم فلا اصل له، قال الشامى: كذا قال الزيلعى ثم قال ويروى موقوفا على عمار بن ياسر وهو فى مثله كالمرفوع، قلت وينبغى حمل نفي الاصلية على الرفع كما حمل بعضهم قول النووى فى حديث صلاة النهار عجماء انه لا اصل له على ان المراد لا اصل لرفعه والا فقد ورد موقوفا على مجاهد وابى عبيدة وكذا هذا اورده البخارى مطلقا بقوله وقال صلة عن عمار من صام الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ٢: ٩٦ باب صوم يوم الشك) از مرتب

موقع پر لوگوں کو نفلی روزہ رکھنے پر مجبور کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت لکھ کر ارسال فرمائیں، عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا يتقدم من احدكم رمضان يوم او يومين الا ان يكون رجل يصوم صوما فليصم ذلك اليوم متفق عليه (مشکوٰۃ) وعن عمار بن یاسر قال من صام اليوم الذي يشك فيه فقد عصي ابا القاسم ﷺ رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه والدارمی (مشکوٰۃ). بینواتوجروا

المستفتی: مولانا محمود شبقتی رپورٹ چارسدہ..... ۱۹۷۶ء/۹/۱۸

الجواب: یوم الشک کو روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ فرض یا واجب کی نیت سے ہو اور مکروہ نہیں ہے جبکہ نفل کی نیت سے ہو، کما فی شرح التنویر: والتنفل فيه احب ان وافق يوم يعتاده. واما حدیث من صام يوم الشک فقد عصي ابا القاسم فلا اصل له (ای لرفعہ او محمول علی نية رمضان) والا فيصومه الخواص ويفطر غيرهم بعد الزوال به يفتي نفيا لتهمة النهي. وكل من علم كيفية صوم يوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام. والنية المعبرة هنا ان ينوي التطوع على سبيل الجزم من لا يعتاد صوم ذلك اليوم انتهى بحذف يسير ﴿١﴾ قلت: وعوام زماننا لا يقضون الصوم اصلا فالتنفل احوط وارعى وهو الصواب ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۹۶، ۹۷ مبحث فی صوم يوم الشک)
﴿٢﴾ وفي المنهاج: قيل المختار التلوم في حق الخواص ايضا لما ذكره صاحب النهر عن السراج، ولان العوام يقعون في الفتنة ويقولون هل زمام الشريعة في ايديهم حيث حرموا الصوم علينا واحلوه لانفسهم، قلت، لا ندع قول الاكثرين لقول البعض، ولانه لو روعيت فتنة العوام لكان الانسب الافتاء بصيام يوم الشک تطوعا وان كان من العوام لانه ربما يثبت كون يوم الشک من رمضان في اثناء الشهر، وربما..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

یوم الشک کے بارے میں وارد احادیث اور مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوم یوم الشک کے متعلق علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر ۱: ۵۴، ۵۵ میں چند احادیث نقل کی ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا رکھنا مستحب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور بعض اس کو ناجائز کہتے ہیں اس کے بارے میں مفتی بہ حکم کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی فضل حق خاں ضلع دیر بالا ۲۵ جولائی ۱۹۷۹

الجواب: دلائل کی رو سے صوم یوم الشک بذات خود مکروہ نہیں ہے، البتہ حدیث لا تقدموا رمضان بصوم يوم او يومين (رواه الستة) ﴿۱﴾ سے مخالفت کی تہمت کی بنا پر خواص کیلئے اخفاء اور عوام کیلئے تلوم کا فتویٰ دیا جاتا ہے کما لا يخفى علی من راجع الی کتب علمائنا (بقیہ حاشیہ) یحکم بالفطر عند الرؤیة لیلۃ تسع وعشرین فیقول العوام اف لعلماء هذا الزمان امرنا بافطار يوم رمضان ولو امرنا بالصيام ما احتجنا الی القضاء فارتکاب ترک الفضل اھون من ارتکاب الحرام لان الغالب من حال العوام انھم لا یقضون۔ (منہاج السنن شرح ترمذی ۴: ۸۷، باب کراہیۃ صوم یوم الشک)

﴿۱﴾ رواہ البخاری فی کتاب الصوم باب لا یتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين (۴: ۱۲۷) ومسلم فی کتاب الصوم باب لا تتقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين (۲: ۷۶۲) وابوداؤد فی کتاب الصوم باب فی من یصل شعبان برمضان (۲: ۳۰۰) والترمذی فی کتاب الصوم باب ما جاء لا تقدموا الشهر بصوم (۳: ۶۸، ۶۹) والنسائی باب التقدم قبل شهر رمضان (۳: ۱۴۹) وابن ماجہ باب ما جاء فی النهی ان یتقدم رمضان بصوم (۱: ۵۲۸) ومسند احمد (۲: ۲۳۴، ۲۸۱، ۳۳۷) والدارمی باب النهی عن التقدم فی الصيام قبل الرؤیة (۲: ۸)۔

کردالمختار وغيره ﴿۱﴾. وهوالموفق

بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا روزے کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: حضرت شیخ الحدیث صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اس مسئلہ میں بند کو اشتباہ ہے کہ اگر کسی نے بھول کر روزہ مبارکہ میں بیوی کے ساتھ جماع کیا تو اس پر قضا یا کفارہ ہے یا نہیں مذہب حنفی مع دلائل اور حوالہ کتب کے ساتھ ارسال فرمائیں۔ والسلام
المستفتی: عباس خان زانگی خیل ڈاگنی صوابی..... ۱۹۶۹ء/۵/۸

الجواب: احناف کے نزدیک نسیانا خوردنوش اور جماع سے روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا ہے لہذا اس پر نہ قضا واجب ہے اور نہ کفارہ (وفی الہدایۃ ۱: ۱۹۶) واذا اکل الصائم او شرب او جامع نہارا ناسیا لم یفطر والقیاس ان یفطر وهو قول مالک لوجود ما یضاد الصوم فصار ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قوله والا یصومه الخواص ای وان لم یوافق صوما یعتاده ولا صام من آخر شعبان ثلاثة فاكثر استحب صومه للخواص قال فی الفتح وقیده فی التحفة بكونه علی وجه لا یعلم العوام ذلك کی لا یعتادوا صومه فیظنه الجهال زیادة علی رمضان ویدل علیہ قصۃ ابی یوسف المذکورة فی الامداد وغیرہ حاصلہا ان اسد بن عمر وسأله هل انت مفطر فقال له فی اذنه انا صائم وفی قوله یصوم الخواص اشارة الی انهم یصبحون صائمین لا متلومین بخلاف العوام لکن فی الظہیریۃ الافضل ان یتلوم غیر آکل ولا شارب مالم یتقارب انتصاب النہار فان تقارب فعامة المشائخ علی انه ینبغی للقضاة والمفتیین ان یصوموا تطوعا ویفتوا بذلك خاصتهم ویفتوا العامة بالافطار وهذا یفید ان التلوم افضل فی حق الكل كما فی النہر لکن فی الہدایۃ والمحیط والخانیۃ وغیرہا ان المختار ان یصوم المفتی بنفسه اخذا بالاحتیاط ویفتی العامة بالتلوم الی وقت الزوال ثم بالافطار والتلوم الانتظار كما فی المغرب.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۹۷ مطلب فی صوم یوم الشک)

كالکلام ناسيا في الصلوة وجه الاستحسان قوله عليه الصلاة والسلام للذي اكل وشرب ناسيا تم على صومك فانما اطعمك الله وسقاك ﴿١﴾ قال العيني رواه الستة في كتبهم ﴿٢﴾. وهو الموفق

شام سے پہلے چاند دیکھ کر شبہ کی وجہ سے افطار کرنا موجب کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال عید کے متعلق بڑا شبہ رہا بعض لوگوں نے جمعرات کو عید منائی اور بعض نے جمعہ کو، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جمعرات کے دن جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا ان میں سے بعض نے شام سے پہلے چاند دیکھ کر روزہ افطار کر لیا، اب سوال یہ ہے کہ شام سے پہلے جبکہ سورج غروب نہ ہوا ہو اور اسی طرح چاند دیکھ کر روزہ افطار کرے تو ان کا کیا حکم ہے؟ بینوات و جروا
المستفتی: حافظ گل داد خان چارخانہ پشاور..... ۲۱/۱۱/۱۹۷۴

الجواب: ثبوت شرعی سے قبل افطار کرنا غلط اور بے قاعدہ امر ہے البتہ شبہ کی وجہ سے موجب کفارہ نہیں ہے، کما فی الدر المختار: ورؤيته بالنهار لليلة الآتية مطلقا وفي رد المحتار (۲: ۱۳۰) ای سواء رءى قبل الزوال او بعده وقوله على المذهب ای الذي هو قول

﴿١﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۵۴ باب ما يوجب القضاء والكفارة)
﴿٢﴾ اخرج البخاري: (۱۹۳۳) ومسلم: (۱۱۵۵) وابوداؤد: (۲۳۹۸) والترمذي: (۷۲۱) وابن ماجه: (۱۶۶۳) كلهم من حديث ابي هريرة: جاء رجل الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله اني اكلت وشربت ناسيا وانا صائم فقال: الله اطعمك وسقاك، واللفظ لابي داؤد ورواية الجماعة "من نسي وهو صائم فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه، وسياق المصنف نسبه الزيلعي لابن حبان في صحيحه وكذا هو في سنن الدارقطني (۲: ۱۷۹) انظر نصب الراية (۲: ۴۴۵).
(تخريج احاديث اللباب ۱: ۱۵۶ فصل ما لا يفطر به الصائم)

ابی حنیفہ ومحمد، قال فی البدائع فلا یكون ذلک الیوم من رمضان عندهما وقال ابویوسف ان کان بعد الزوال فکذلک وان کان قبله فهو لليلة الماضية ویكون الیوم من رمضان وعلى هذا الخلاف هلال شوال ﴿۱﴾. وهو الموفق

مقامی اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی میں اختلاف کی صورت میں قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرحد میں جس دن روزہ تھا اس کے اگلے دن ہلال کمیٹی نے رمضان کا اعلان کیا تھا کیا ان پر قضا لازم ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: اورنگ زیب کھوسلی بدین..... ۱۰/ شوال ۱۴۰۰ھ

الجواب: جس نے ہلال کمیٹی کی خبر پر صوم و فطر بنا کئے ہیں اس پر قضا لازم نہیں ہے شاید کہ ہلال کمیٹی کو صوبہ سرحد سے باقاعدہ ثبوت نہ پہنچا ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مختلف علاقوں میں اختلاف رمضان کی وجہ سے قضاء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں سے ہم مرکزی رویت (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۰۳ مطلب فی رؤية الهلال نهاراً)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لان قضاء القاضی حجة وقد شهدوا به لا لو شهدوا برؤية غیرهم لانه حکایة نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخری لزمهم على الصحيح من المذهب، قال ابن عابدین: لانه حکایة فانه لم يشهدوا بالرؤية ولا على شهادة غیرهم وانما حکوا رؤية غیرهم کذا فی فتح القدير، قلت وکذا لو شهدوا برؤية غیرهم وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانه حکایة لفعل القاضی ایضا وليس بحجة بخلاف قضائه ولذا قید بقوله ووحدهما استجماع شرائط الدعوى الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۰۲ قبیل مطلب فی رؤية الهلال نهاراً)

ہلال کمیٹی کے اعلان پر رمضان اور عید کرتے ہیں حالانکہ چند سالوں سے رمضان کا مہینہ انتیس دن کا آ رہا ہے کیا ہم پر قضا لازم آئے گا جب کسی اور علاقے سے مثلاً مردان وغیرہ سے یہ اطلاع پہنچے کہ وہاں تمیں روزے پورے ہوئے یا وہاں ہم سے پہلے روزہ رکھا گیا تھا وغیرہ، اور یہ اطلاع بھی محض خبر ہوتی ہے شہادت نہیں ہوتی، اس اختلاف کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ کیا کریں گے؟ بینواتو جروا

المستفتی: ماسٹر نذیر احمد شریباغ ضلع دیر..... ۱۹۸۶ء/۶/۲۶

الجواب: اگر آپ حکومت کے اعلان پر صوم و فطر کرتے رہتے ہوں تو فراغت ذمہ کیلئے یہی کافی ہے ہر اختلاف کی وجہ سے قضا کرنے کا حکم بے قاعدہ حکم ہے۔ وہو الموفق

انتہائے سحری یعنی طلوع فجر کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ سحری کے بعد جب اذان ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پندرہ منٹ تک کھانا جائز ہے یہاں تقریباً تین بجکر ستائیس منٹ پر اذان ہو جاتی ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ..... ۲۱/رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: انتہائے سحری انتہائے لیل سے آتا ہے نہ کہ اذان سے ﴿۱﴾ اور مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہے کہ صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل طلوع ہوتی ہے پس اس بنا پر ہمارے یہاں چار بجے تک اور واہ (کینٹ) میں تقریباً تین بجکر ۵۵/ منٹ تک یا احتیاطاً تین بجکر پچاس منٹ تک اکل و شرب

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: ومعناه شرعا هو الامساك نهارا، النهار عبارة عن زمان ممتد من طلوع الفجر الصادق الى غروب الشمس وهو قول اصحاب الفقه واللغة، ولهذا قال صاحب ديوان الادب النهار ضد الليل وينتهي الليل بطلوع الصبح الصادق كذا في الحاشية. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۵۰ کتاب الصوم)

روزہ کو ضرر رساں نہیں ہے ﴿۱﴾۔

ملاحظہ:..... ریاضی کے حساب سے اور بھی گنجائش ہے۔ وہوالموفق

سحری کیلئے لاؤڈ سپیکر پر صلاۃ و سلام پڑھ کر لوگوں کو جگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین

حضرات بوقت سحری لاؤڈ سپیکر پر الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ، یا آدم

﴿۱﴾ قال عبد الرحمن الجزیری: ووقت الصبح من طلوع الفجر الصادق وهو ضوء الشمس السابق عليها الذي يظهر من جهة المشرق وينتشر حتى يعم الافق، ويصعد الى السماء منتشرا واما الفجر الكاذب فلا عبرة به وهو الضوء الذي لا ينتشر، ويخرج مستطيلا دقيقا يطلب السماء بجانبه ظلمة ويشبه ذنب الذئب الاسود فان باطن ذنبه ابيض، بجانبه سواد، ويمتد وقت الفجر الى طلوع الشمس.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۱۶۹ کتاب الصلاۃ وقت الصبح)

وقال الشيخ محمد فريد مدظله: وفي الشامية ان التفاوت بين الفجرين وكذا بين الشفقين الاحمر والابيض انما هو بثلاث درج انتهى وفي التصريح اذ قد علم بالتجربة ان انحطاط الشمس اول الصبح الكاذب وآخر الشفق ثمانية عشر درجة وفي الحاشية ان المراد من الانحطاط في الجانبين انحطاط مركز الشمس من الافق الشرقي او الغربي وهو قدر ثمانية عشر درجة ويقطعه الفلك الاعظم في ساعة وخمس ساعة وهذا مجموع الصبحين الكاذب والصادق ومن ذلك المجموع خمس ساعة حصة الصبح الكاذب والساعة الواحدة حصة الصبح الصادق انتهى قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغروب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد في ديارنا قدر ساعة وربع ساعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲: ۱۰ باب مواقيت الصلاۃ عن النبی ﷺ)

صفی اللہ یا نوح نبی اللہ، وغیرہ کے الفاظ کہہ کر لوگوں کو جگاتے ہیں کیا یہ الفاظ جائز ہیں؟ اور سحری کیلئے یہ طریقہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم منگل زئی گلستان بلوچستان..... ۴/۶/۱۹۹۱

الجواب: سحری کیلئے لوگوں کو جگانا جائز ہے ﴿۱﴾ یہ اعانت علی البر ہے البتہ ایسے کلمات سے بیدار کرنا جو کہ دائمی ناجائز ہوں یا موہم شرک ہوں ناجائز ہے البتہ شرک کا دارمدار عقیدہ پر ہے نہ کہ موہم شرک کلمات کے تلفظ پر، فافہم۔ وهو الموفق

روزے مکمل کرنے کیلئے حیض کی بندش کی گولیاں کھانا تکلف اور تعمق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کا مہینہ قریب آرہا ہے چونکہ رمضان کے روزے کا ثواب تمام عمر کے روزوں سے افضل ہے اب اگر عورتیں ماہواری بند کرنے کیلئے گولیاں کھالیں تاکہ اس افضلیت سے محروم نہ رہیں تو کیا یہ جائز ہے یا شرعاً ممنوع ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد سیاب لکی مروت

الجواب: حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس شخص سے عذر کی وجہ سے کوئی عبادت رہ جائے تو اس کو باقاعدہ مکمل ثواب دیا جائے گا (رواہ ابوداؤد وغیرہ) ﴿۲﴾ پس ان گولیوں کا استعمال تکلف اور تعمق ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وعن الحسن لا بأس بالدف في العرس ليشتهر وفي السراجية هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اقول وينبغي ان يكون طبل السحر في رمضان لا يقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۴۷ قبیل فصل فی اللبس)

﴿۲﴾ عن ابی انس ان رسول اللہ ﷺ قال لقد تركتم بالمدينة اقواما ما سرتهم مسيرا ولا انفقتم من نفقة ولا قطعتم من واد الا وهم معكم فيه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے ﴿۱﴾ اگرچہ اس کا استعمال بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے لحدیث و ما سکت عنه فهو عفو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ملاحظہ: لیکن فوات صوم سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مفید ہے کیونکہ نساء کیلئے قضا لا نامشکل ہوتا ہے..... (سیف اللہ حقانی)

خنزیر کا گوشت فروخت کرنا، عریان معاشرہ اور گندہ خوردنوش روزہ کیلئے مانع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) ہمارے چند ساتھی مشینی ذبح گوشت کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں جس میں خنزیر کا گوشت بھی (بقیہ حاشیہ) قالوا یا رسول اللہ و کیف یكونون معنا وهم بالمدينة قال حبسهم العذر. (رواہ ابو داؤد ۳۴۵: ۱ باب فی الرخصة فی القعود من العذر). وعن انس ان رسول اللہ ﷺ رجع من غزوة تبوک فدنا من المدينة فقال ان بالمدينة اقواما ما سرتهم مسيرا ولا قطعتم واديا الا كانوا معكم وفي رواية الا شرکوکم فی الاجر قالوا یا رسول اللہ وهم بالمدينة قال وهم بالمدينة حبسهم العذر رواہ البخاری ورواہ مسلم عن جابر. (مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۳۳۱ کتاب الجہاد)

﴿۱﴾ قال الامام ولی اللہ الدہلوی: فمن المقاصد الجليلة فی التشريع ان یسد باب التعمق فی الدین لنلا یعضوا علیها بنوا جذهم فیأتی من بعدهم قوم فیظنوا انها من الطاعات السماویة المفروضة علیهم ثم تأتی طبقة اخرى فیصیر الظن عندهم یقینا الخ.

(حجة الله البالغة ۲: ۲۲ الاقتصاد فی العمل)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول اللہ ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ۱: ۲۰۶ باب ما جاء فی لبس الفراء)

وعن ابن عباس قال کان اهل الجاهلية يأكلون اشیاء ویتركون تقذرا فبعث الله نبيه ﷺ وانزل کتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو وتلاقل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الی آخر الآیة.

(سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب ما لم یدکر تحریمه)

شامل ہے کیا یہ مسلمان ساتھی روزہ رکھیں گے؟

(۲) یہاں اوقات کار دس گھنٹے اور دن کا دورانیہ سترہ گھنٹے ہے لیکن یہاں عریانیت اور فحاشی بہت زیادہ اور آنکھوں کا زنا ہر وقت رہتا ہے اس صورت میں ہم روزہ رکھیں گے؟

(۳) یہاں خورد و نوش کا سامان ہر قسم کی گندگیوں سے اٹا پڑا ہے ان حالات میں ہم روزہ رکھیں گے؟ بینواتو جروا

المستفتی: شیر عالم خان جرمنی

الجواب: (۱) خنزیر کا ذبح اور اس کا گوشت فروخت کرنا فسق اور حرام ہے کفر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس ان کی نماز و روزہ درست ہے گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

(یعنی گناہ کی وجہ سے نیکی ساقط نہیں ہوتی..... سیف اللہ حقانی)

(۲) جہاں سترہ گھنٹے دن ہو وہاں روزہ رکھنے میں کوئی اشکال نہیں نیز (اندام مخصوص کے علاوہ) دیگر اعضاء کے زنا سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ثواب میں کمی آتی ہے ﴿۲﴾۔

(۳) خورد و نوش کا سامان گندہ ہونے کی وجہ سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا روزہ میں یہ شرط نہیں کہ

خورد و نوش حلال ہو۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد: ولو استأجر مسلماً ليرعى خنازير يجب ان يكون على الخلاف كما في الخمر ولو استأجره لبيع له ميتة لا يجوز واذا استأجر الذمي من المسلم دارا ليسكنها فلا بأس به..... ولو استأجر من اهل الذمة مسلماً ليضرب لهم الناقوس لا يجوز. (خلاصة الفتاوى ۳: ۱۵۰ كتاب الاجارات)

﴿۲﴾ قال الملا على قارى: وفي حديث الحاكم الذي صححه ليس الصيام من الاكل والشرب فقط انما الصيام من اللغو والرفث ويؤخذ منه ان يتأكد اجتناب المعاصي على الصائم كما قيل في الحج لكن لا يبطل ثوابه من اصله بل كما له فله ثواب الصوم واثم المعصية. (مرقاة المفاتيح شرح المشكوة ۲: ۲۶۰ باب تنزيه الصوم)

۲۳/ رمضان کو سورۃ عنکبوت و سورۃ روم پڑھنے کے بارے میں ارشاد الطالبین کا حوالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۳/ رمضان کو سورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟ ارشاد الطالبین ۲۲۳ میں لکھا ہے، در بیان شب کہ در اں شب گناہاں ہمہ بخشیدہ می شوند، و آن شب بست و سویم ماہ رمضان ست، و اگر در شب ۲۳/ رمضان سورۃ روم و عنکبوت بخواند خوانندہ و شنوائندہ را باتش دوزخ کار نباشد، اس کی تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: صالح الدین حقانی..... ۱۹۸۶/۷/۷

الجواب: تلاوت قرآن اور اس کی سماعت عظیم عبادت ہے البتہ اپنی طرف سے کسی سورت یا وقت کی تخصیص مکروہ ہے، کما اشار الیہ صاحب البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ ﴿۱﴾ عوام اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اس میں زیادہ ثواب ہے بہر حال یہ ابداع ہے نعم من قرء ہما علی وجہ دفع الاعداء دون قصد الثواب فیکون مباحاً لا عبادۃ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ملاحظہ:..... اس متعلقہ حوالہ میں نہ دلائل موجود ہیں اور نہ فقہاء کی جزئیات، وقد صرح فی ارشاد الطالبین بجواز الزوجات فوق الاربع وجواز المطلقة ثلاثاً بلا تحلیل و غیر ذلک۔

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ کتاب العیدین)

﴿۲﴾ قال الشاہ اشرف علی التہانوی: (قرآن شریف برائے کشائش رزق یا قضاء حاجت کیلئے قرأت کرنا) درست ہے جیسا کہ حدیث میں سورۃ واقعہ کی یہی خاصیت وارد ہوئی ہے جو صریح دلیل ہے جواز کی۔
(امداد الفتاویٰ ۳: ۸۹ باب تعویذات و اعمال)

اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف فتاویٰ رضویہ عظیم

باب ما یفسد الصوم
وما لا یفسده

الله

الله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

.....: قال الله تعالى:

وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم
الخيط الابيض من الخيط الاسود من
الفجر، ثم اتموا الصيام الى الليل.

.....﴿البقرة: ١٨٤﴾.....

باب مایفسد

الصوم وما لایفسده

روزہ کی حالت میں کان، ناک اور آنکھ میں دوائی ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح انسان دوائی کھالے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن آنکھ، ناک اور کان میں ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ نیز انجکشن لگانے کا کیا حکم ہے؟ اور وجہ فرق کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد عمر ضلع دیر..... ۱۰/۹/۱۹۷۸

الجواب: انجکشن خواہ رگ میں ہو یا گوشت میں مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ اس عمل سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ کے کیونکہ ہاتھ پاؤں اور پیٹ کے درمیان کوئی سوراخ نہیں ہے، صرح بهذا الاصل فی الہندیۃ ۱: ۲۱۶ ﴿۱﴾، کان میں پچکاری کرنے سے جب دوا دماغ کو پہنچے تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾، آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے اگرچہ اس ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح المجمع. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لایفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: او احتقن او استعط فی انفہ شیاً او اقطر فی اذنہ دھناً او داوی جائفۃ او آمة فوصل الدواء حقيقة الى جوفہ ودماغہ قال ابن عابدین: (قوله الى جوفہ ودماغہ) قال فی البحر والتحقیق ان بین جوف الرأس وجوف..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کارنگ وغیرہ ناک یا حلق میں ظاہر ہو (عالمگیری، ۱ شامی ۲) اگر ناک میں دوا ڈالنے کے وقت دماغ یا طن میں دوا داخل ہونا منظور یا متیقن ہو تو روزہ فاسد ہوگا (شامی وغیرہ) ۳۔ وہو الموفق
روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ کی حالت میں دوا سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
 المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: چونکہ یہ عمل شہ ہے سحوط نہیں ہے (یعنی دوا کی ذرات شہ سے اندر نہ جاتے ہوں) لہذا مشک وغیرہ کی طرح اس کا سونگھنا مفطر نہ ہوگا،.....

(بقیہ حاشیہ) المعدة منفذ اصليا فما وصل الى جوف الرأس يصل الى جوف البطن.
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۱ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)
 ۱) وفي الهندية: ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه.
 (فتاوى عالمگیری ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما یفسد وما لا یفسد)
 ۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله او ادهن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمه في حلقه) اي طعم الكحل او الدهن وكذا لو بزق فوجد لونه في الاصح لان الموجود في حلقه اثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن والمفطر انما هو الداخل من المنافذ للاتفاق الخ.
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۶ مطلب يكره السهر اذا خاف فوت الصبح)
 ۳) قال العلامة ابن عابدين: (قوله او استعط) والسعوط الدواء الذي صب في الانف..... وعدم وجوب الكفارة في ذلك هو الاصح لانها موجب الافطار صورة ومعنى والصورة الابتلاع كما في الكافي وهي منعدمة والنفع المجرد عنها يوجب القضاء فقط امداد.
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۱ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

فلیراجع الی ردالمحتار ۲: ۱۳۲ (۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

دمہ کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ضیق النفس (دمہ) کا مریض ہے جس کیلئے انہیلر گیس کا سپرے حلق میں کیا جاتا ہے یہ ایک سفید ہوا کی شکل میں دوائی کے ذرات ہوتے ہیں کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد احمد خان جہانگیرہ.....

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لا يكره للصائم شم رائحة المسك والورد ونحوه مما لا يكون جوهرًا متصلاً كالدخان فانهم قالوا لا يكره الا كتحال بحال وهو شامل للمطيب وغيره ولم يخصوه بنوع منه وكذا دهن الشارب.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲۳ قبیل مطلب فی الفرق بین الجمال والزينة)

﴿۲﴾ اس زمانے میں بعض دوائیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا استعمال ناک کے ذریعے ہوتا ہے اور اس میں دوائی کے اتنے باریک ذرات ہوتے ہیں کہ بظاہر یہ سونگھنا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان باریک ذرات کا ادخال مقصود ہوتا ہے جس کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے پس چونکہ یہ ہوا مع الدواء جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتا ہے جو کہ مفسد ہے، کما فی خلاصة الفتاویٰ ۱: ۲۵۳ وما وصل الى جوف الرأس والبطن من الاذن والانف والدبر فهو مفطر بالاجماع وفيه القضاء، اور عام طور پر جو دوائیاں ہوتی ہیں اور ان کا بو کوئی شخص سونگھ لے تو یہ عمل شہم میں داخل ہوگا سعوٹ نہیں ہوگا، والسعوٹ صب الدواء فی الانف (امداد الفتاح ۶۸۸) وقال الشرنبلالی: من ادخل دخان حلقه بأی صورة كان الادخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر او عود وغيرهما حتى من تبخر ببخور فأواه الى نفسه واشتم دخانه ذاکر الصومہ افطر لا مکان التحرز عن ادخال المفطر جوفه ودماغه وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له ولا يتوهم انه كشم الورد ومابه والمسك لو ضوع الفرق بين هواء تطيب بريح المسك وشبهه وبين جوهر دخان وصل الى جوفه بفعله. (امداد الفتاح ۶۷۷)..... (از مرتب)

الجواب: اس سپرے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ﴿۱﴾ البتہ جب تکلیف قابل برداشت نہ ہو تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے اور پھر صحت کے وقت قضا لازمی ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

باب الصوم میں جلاب کے بارے میں بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہشتی زیور (از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) میں روزے کے باب میں اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ ”جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی۔“ یہاں کوئی شخص اس کا مطلب نہیں سمجھتا پوری عبارت یہ ہے ”کسی نے روزہ میں ناس لیا یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن صرف قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں گیا“؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد الحمید ایس وی چودھواں ڈی آئی خان..... ۱۹۶۹ء/۱۲/۱

الجواب: جلاب کرنا احتقان کا معنی ہے اور احتقان جلاب کے ارادہ سے کیا جاتا ہے ﴿۳﴾ یہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الہمام: ولو اكل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۶۳ باب ما يوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: ومن خاف المرض او زيادته افطر لقوله تعالى: فمن كان منكم مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر، معناه فافطر فعدة من ايام اخر لان المرض والسفر لا يوجبان القضاء.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۷۳ فصل في المريض والمسافر)

﴿۳﴾ فیروز اللغات ۴۶۷ میں ہے، جلاب ایسی دوائی جس سے دست آئے، مسہل، دست آور دوا، وقال ابن نجيم: احتقن ای وضع الحقنة فی الدبر (بحر الرائق ۲: ۲۷۸) اور معدن الحقائق میں ہے (۲۳۶) پیٹ صاف کرنے کیلئے پاخانہ کے مقام سے دوا چڑھانا، اور القاموس الجديد (۱۹۳) میں ہے، حقن حقنا: پچکاری دینا پچکاری سے دوا داخل کرنا۔..... (از مرتب)

تمام مسائل ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ ہے جو مکمل اور مدلل بہشتی زیور کے حاشیہ میں موجود ہے ﴿۱﴾۔

کلی کر کے تری حلق میں پہنچ جانے سے روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں کلی وغیرہ کر کے اس کی

تری حلق میں پہنچ جائے اگرچہ پیٹ میں پانی نہ جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: اکرام الحق راوِل پنڈی

الجواب: صورت مسئلہ میں فساد کا حکم دیا جائے گا ﴿۲﴾ لان عند تعذر الاطلاع علی

المسبب یدارالحکم علی السبب الظاہر ﴿۳﴾ ولم اجده صریحا. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنه افطر ولا كفارة علیه ولو اقطر فی اذنه الماء او دخله لا یفسد صومه.

(ہدایہ علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۶۶ باب ما یوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ يدل علیه ما قال الحصكفی: او خرج الدم من بین اسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساوى یفسد والا لا الا اذا وجد طعمه، قال العلامة ابن عابدین: ولما كان هذا القول خلاف ما علیه الاكثر من التفصیل حاول الشارح تبعا للمصنف فی شرحه بحمل كلام المتن علی ما اذا لم یصل الى جوفه لئلا یخالف ما علیه الاكثر قلت ومن هذا یعلم حکم من قلع ضرسه فی رمضان ودخل الدم الى جوفه فی النهار ولو نائما فیجب علیه القضاء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۷ قبیل مطلب مهم المفتی فی الوقائع لابن خلدون)

﴿۳﴾ قال الحافظ احمد ملا جیون: وقد یقام السبب الداعی والدلیل مقام المدعو والمدلول..... وذلك ای قیام الداعی والدلیل اما لدفع الضرورة والعجز كما فی الاستبراء..... او للاحتیاط كما فی تحریم الدواعی الى الوطی من النظر والقبلة واللمس اقيمت مقام الوطی فی الاستبراء وحرمة المصاهرة والاحرام والظهار والاعتكاف للاحتیاط فهو ایضا مثال لاقامة الداعی مقام المدعوا. (نور الانوار ۲۸۰ مبحث الاحکام)

انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ دوائی بواسطہ انجکشن در بدن انسان خواہ در رگ باشد یا در گوشت حکم شرعی چیست مفسد صوم است یا نیست، بوجہ خوب معادلہ شرعیہ بیان کند زیرا کہ در وطن یعنی افغانستان ولایت غزنی مایاں بسیار نزاع برپاست؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مولوی سید حسن کتوز غزنی افغانستان..... ۱۹۶۹ء

الجواب: انجکشن خواہ در رگ باشد یا در گوشت مفطر و مفسد صوم نیست الا آنکہ براہ راست در صدر یا در بطن باشد، دلیل عدم فساد ایں است کہ در میان دست و پا و باطن منفذ نیست و دواء بذریعہ مسامات در باطن مے رسد مثل روغن بادام و روغن کاهو، کہ بر سر مالش کردہ شوند و در باطن دماغ بذریعہ مسامات داخل مے شوند، و ہر چیز کہ بذریعہ مسامات داخل شود مفسد روزہ نیست ﴿۱﴾ یدل علیہ ما فی الہندیۃ ۱: ۲۱۶ وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر ھکذا فی شرح ﴿۱﴾ وفی المنہاج: اعلم انہ لیس بین العین و بین الدماغ و الحلق منفذ، و الدمع یدخل الی العین بطریق الترشح من المسامات کالعرق، و المفطر ھو الدخول من المنافذ دون المسامات کما صرح بہ فی البحر و شرح المجمع و غیرہ ولذا لا یفطر الادھان و الغسل و ھذا یدل علی ان الدواء الداخل فی الباطن بتوسط الحنق و الابرة لا یفطر سوآء ادخلت الابرة فی اللحم او العرق، لان ھذا الدواء وان وصل الی اللحم و العرق بالمنفذ لکنہ یدخل الباطن بوساطة المسامات دون المنافذ لعدم المنفذ بین مثل الید و الباطن، و عروق البدن لیست بمجوفة کما ان عروق الاشجار لیست بمجوفة و کما ان الماء یصل الی اغصان الاشجار و اوراقھا بالتموج فی العروق فکذلک الدم و الدواء تصل الی القلب و غیرہ بالتموج فی العروق.

(منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۳۴ باب الکحل للصائم)

المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذا فی الذخیره وهو الاصح هکذا فی التبین ﴿۱﴾. وهمچنین از نیش عقرب وغیرہ اس حکم عدم فساد مستفاد می شود۔ وهو الموفق

وریدی اور جلدی انجکشن کے حکم میں کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وریدی یا جلدی انجکشن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان

الجواب: واضح رہے کہ انجکشن خواہ وریدی ہو یا لحمی اور جلدی مفسد صوم نہیں ہے، کیونکہ انجکشن سے دوا باطن کو بذریعہ مسامات کے پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثانی دون الاول کما فی الہندیۃ ۱: ۲۱۶ وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر هکذا فی شرح المجمع ولو اقطر شیئا من الدواء فی عینه لا یفسد صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرئ اثر الکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه ﴿۲﴾، نیز واضح رہے کہ رگ پائپ جیسی نہیں ہوتی ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہوتی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد)

﴿۳﴾☆ قال العلامة شمس الدین محمد القہستانی: او وصل دواء الی جوفہ او دماغہ من غیر المسام فلو وصل شیئ من المسام الی الجوف.....

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انجکشن کے مسئلہ پر دوبارہ استفسار

سوال: محترم مفتی صاحب زید مجدکم؛

آپ نے فتویٰ میں فرمایا ہے کہ انجکشن خواہ لکھی ہو یا وریڈی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن یہاں بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں ازراہ کرم تفصیلی جواب لکھ کر ممنون فرمائیں تاکہ مخالفین کا جواب دیا جاسکے؟ بینواتوجروا

المستفتی: فضل ولی گڑھی کپورہ مردان..... ۱۷/رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

الجواب: ہمارے پاس فتاویٰ عالمگیری کی جزئیات موجود ہیں شاید میں نے حوالہ بھی دیا ہوگا، آپ ان مخالفین کی دلائل لکھ کر روانہ کریں تاکہ ان کا جائزہ لیا جائے۔ وهو الموفق

وریڈی انجکشن مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں وریڈی انجکشن لگانے میں

(بقیہ حاشیہ) لم یفسد بلا خلاف لکن ینبغی ان یکون مکروہا علی الخلاف قیاسا علی صب الماء علی البدن.

(جامع الرموز ۱: ۳۶۲ فصل موجب الافساد)

.....☆ قال العلامة النووی: لو اوصل الدواء الى داخل الساق او غرز فيه سكيناً او

غيرها فوصلت مخه لم يفطر بلا خلاف لانه لا يعد عضواً مجوفاً.

(شرح مہذب ۵: ۳۱۲ باب ما یفسد به الصوم وما لا یفسد)

.....☆ قال الدكتور وهبة الزحيلي: لا يفسد الصوم عند الحنفية بالحقن في العضل

او تحت الجلد اوفى الوريد.

(الفقه الاسلامی وادلتہ ۳: ۱۲۱ ۱۷۱ مبحث ما یفسد الصوم ویوجب القضاء والکفارة)

مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ اس سے روزہ ٹوٹ جانے کے اعتراضات موجود ہیں تو کیا وریدی انجکشن سے یقیناً روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: لطیف الرحمن مردان..... ۲۳/۸/۱۹۷۸

الجواب: وریدی (رگ) انجکشن مفسد صوم نہیں ہے کیونکہ ورید سے دوا وغیرہ باطن میں بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ۔

كما في الهندية ۱: ۲۱۶ وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع وفيها بعد عبارة واذا بزق فرئ اثر الكحل ولونه في بزاقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة وهو الاصح هكذا في التبيين ﴿۱﴾ رگ پائپ جیسی نہیں ہے بلکہ درخت کی جڑوں جیسی ہے۔ وهو الموفق

روزہ میں گلوکوز انجکشن یا ڈریپ چڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ میں گلوکوز انجکشن یا گلوکوز تھیلا چڑھانے سے روزہ پر کچھ اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: ڈاکٹر حبیب الرحمن ورسک ڈیم پشاور..... ۲۹/۶/۱۹۸۶

الجواب: انجکشن اور گلوکوز تھیلا لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس طریقہ کار سے یہ دوا قلب و جگر کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے نہ کہ بذریعہ منافذ، والمفطر هو الثاني دون الاول كما اشار اليه الفقهاء ﴿۲﴾ البتہ سینہ اور پیٹ میں براہ راست انجکشن لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر هكذا في شرح المجمع.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

دوا منفذ (سورخ) سے باطن میں داخل ہوتی ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڑھ کی ہڈی میں بعض اوقات انجکشن لگایا جاتا ہے اور دوا پہنچائی جاتی ہے جبکہ ریڑھ کی ہڈی کا بدن میں مرکزی حیثیت ہوتی ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد علی جان غوریوالہ بنوں..... ۱۲/۱۰/۱۹۷۵

الجواب: ریڑھ کی ہڈی میں انجکشن لگانا مفسد صوم نہیں کیونکہ یہ دوائی قلب وغیرہ کو بذریعہ مسامات پہنچتی ہے جو کہ مفسد نہیں، ماخوذ از ہندیہ ۱: ۲۱۶ ﴿۲﴾ نیز ہاتھ پاؤں کے زخم پر دوا اور پیٹی لگانا مفطر اور مفسد صوم نہیں ہوتا ہے البتہ اگر زخم پیٹ میں سورخ ہو تو دوا داخل ہونے اور پیٹ میں پہنچنے کی صورت میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصبكفي: او داوى جائفة او آمة فوصل الدواء حقيقة الى جوف دماغه، قال ابن عابدين: الجائفة الطعنة التي بلغت الجوف او نفذته والآمة من امته بالعصا الخ. (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۱۱ کتاب الصوم)

﴿۲﴾ وفي الہندیة: وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر..... ولو اقطر شيئا من الدواء في عينه لا يفطر صومه عندنا وان وجد طعمه في حلقه واذا بزق فرئ اثر الكحل ولونه في براقه عامة المشائخ على انه لا يفسد صومه كذا في الذخيرة.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلي: وقال ابو يوسف ومحمد لا يفسد الصوم في الجائفة والآمة لان الشرط عندهما الوصول من منفذ اصلي ولعدم التيقن بالوصول لاحتمال ضيق المنفذ وانسداده بالدواء وصار كاليابس، وله ان..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے کا حکم اصول مسلمہ کا مخالف ہے

سوال: محترم جناب مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: عرض ہے کہ ”انجکشن سے روزہ ٹوٹتا ہے“ کے عنوان سے یہ چند صفحات بھیج رہا ہوں اپنے رائے مبارک سے نوازیں۔ واجزکم علی اللہ۔ (صفحات مہیا نہ ہو سکے)..... (از مرتب) المستفتی: صوفی عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گجرانوالہ..... ۳/۱/۱۹۸۹

الجواب: بندہ کو اس حکم (انجکشن سے روزہ فاسد ہونے کا حکم) سے اتفاق نہیں ہے یہ اصول مسلمہ کے مخالف ہے انجکشن سے غذا اور دوا باطن میں پہنچتی ہے لیکن بذریعہ مسامات کے نہ کہ بذریعہ منافذ ﴿۱﴾ سوئی کے منتہی اور باطن میں نہ قدرتی سوراخ ہوتا ہے اور نہ مصنوعی، بہر حال ان جدید تحقیقات کو اصول مسلمہ کا مؤید بنانا نقصان دہ نہیں ہے اور ان تحقیقات کو متبوع کا درجہ دینا تحریف دین کا پیش خیمہ ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) رطوبة الدواء اذا اجتمعت مع رطوبة الجراحة ازداد سيلانا الى الباطن فيصل بخلاف اليابس لانه ينشف الرطوبة فيفسد فم الجراحة، قال مشائخنا والمعتبر عنده الوصول حتى لو علم بوصول اليابس فسد، ولو علم بعدم وصول الرطب لا يفسد (الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۷۰ فصل ما يفطر الصائم)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: واما ما وصل الى الجوف او الى الدماغ عن غير المخارق الاصلية بان داوى الجائفة والآمة فان داواها بدواء يابس لا يفسد لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ، ولو علم انه وصل يفسد في قول ابي حنيفة وان داواها بدواء رطب يفسد عند ابي حنيفة وعندهما لا يفسد هما اعتبرا المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك فيه فلا نحكم بالفساد مع الشك. (بدائع الصنائع ۲: ۲۳۳ فصل فساد الصوم)

نسوار لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار لینے سے روزہ

ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملک تاج محمد طور و مردان..... ۱۶/۴/۱۹۸۴ء

الجواب: چونکہ نسوار نگلتا ہے اور اس کا اثر حلق میں محسوس ہوتا ہے لہذا نسوار استعمال

کرنے والا قضاء کرے گا، ونظیرہ ما فی شرح التنویر: اذا مضغه ووجد طعمه فی حلقه

﴿۱﴾. وهو الموفق

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نسوار کے عادی نے روزہ کی

حالت میں منہ میں نسوار ڈالا، اور نسوار کا نشہ بدن میں سرایت کر گیا لیکن تلخ ذائقہ تھوک کے ساتھ پیٹ میں

نہیں گیا اور نسوار کی کوئی ٹھوس جز بھی حلق کے نیچے نہیں گیا پھر اس نے نسوار تھوک دیا اور پانی کے ساتھ منہ

صاف کیا اس سے روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے منہ میں نسوار ڈالا بعد میں اسے پتہ چلا کہ جس وقت اس نے منہ میں نسوار

ڈالا تھا اس وقت صادق طلوع ہوا تھا اس وجہ سے اس نے روزہ فاسد تصور کر کے بعد میں کھانا بھی کھایا کیا

ایسے آدمی پر کفارہ لازم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم کوہستانی (ایم این اے) سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ..... ۱۹۸۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: الا اذا مضع بحيث تلاشت فی فمه الا ان يجد الطعم فی حلقه

الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد)

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر، کما فی رد المحتار ۶: ۲۵۹ آخر کتاب الاشربة الطبع المصطفی البابی، فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ ﴿۱﴾ اور ہمارے علاقہ میں اس کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

(۱) دھواں نگنا (چلم یا سگریٹ) (۲) منہ میں رکھنا بغیر نگنے کے۔

قسم اول اور طریق اول مفطر ہے اور عادی آدمی کیلئے موجب کفارہ بھی ہے، کما صرحوا بہ ﴿۲﴾۔ اور قسم دوم اور طریق دوم بذات خود مفطر نہیں ہے، لانہ یوضع فی الفم، نہ کہ اس کا کھانا یا نگنا عادت ہوتی ہے، وفی شرح التنویر عن البدائع ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، (باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ) ﴿۳﴾۔ وان ثبت انه دخل الی جوفہ فمفطر لا موجب للکفارة ونظیرہ مافی شرح التنویر واکل مثل سمسمہ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحيث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ ﴿۴﴾۔ انتہی۔ فالصواب علی التحقیق عدم افطار الصوم، لکن لسد الباب علی العوام تقید کی رعایت ضروری ہے یعنی حلق میں ذوق محسوس کرنے کی صورت میں مفطر ہے۔ (۲) اس شخص پر شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے لاحتمال وجود طعمہ فی الحلق وعدمہ۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالی: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه فی لزوم الکفارة وقال الطحطاوی: ای البدعة التي حدثت فی لزوم الکفارة علی هذا الاختلاف فمن قال ان التغذی ما یمیل الطبع الیه وتنقضی به شهوة البطن الزم به الکفارة۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۶۵ باب ما یفسد الصوم وتجب به الکفارة مع القضاء)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۰۷ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

نسوار سے روزہ ٹوٹ جانے پر دوبارہ استفسار

سوال: رمضان المبارک میں مولانا عبدالحلیم کوہستانی نے نسوار سے روزہ کے عدم افطار کا فتویٰ دیا ہے اور دلیل میں آپ کا فتویٰ پیش کر رہے ہیں اس کی وضاحت مطلوب ہے کیونکہ یہ ہمارے سمجھ سے باہر ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: منتظم اعلیٰ بورڈ آف ریونیو (زکاۃ و عشر) صوبہ سرحد..... ۱۹۸۹ء

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو نہ نشہ آور ہے اور نہ اعضاء کو بے حس کرنے والے، جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار ۲: ۴۵۹ کتاب الاشربة کے آخر میں لکھا ہے، فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ، ﴿۱﴾ یعنی تمباکو کا نشہ آور ہونا یا بے حس پیدا کرنے والا یا نقصان دہ ہونا ثابت نہیں ہے اور ہمارے علاقوں میں تمباکو کا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ (۱) دھواں نگلنا (۲) نسوار کی شکل میں منہ میں رکھنا۔

طریق اول کے استعمال سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور عادی شخص پر کفارہ دینا بھی لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ شامی ۲: ۱۳۴ فی اوائل باب مایفسد الصوم میں ہے ﴿۲﴾ اور طریق دوم سے استعمال بذات خود مفطر نہیں ہے کیونکہ یہ منہ میں رکھا جاتا ہے نہ کہ کھایا جاتا ہے، اور نہ اس کا نگلنا عادت ہے

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ آخر کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بأی صورة كان الادخال حتی لو تبخر ببخور فاواه الی نفسه واشتمه ذاكر الصومه افطر لامكان التحرز عنه..... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرح علی الوهبانیة بقوله. ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لا شک یفطر، ویلزمه التکفیر لو ظن نافعاً، کذا دافعا شهوات بطن فقرروا.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۶ باب مایفسد الصوم وما لایفسده)

یدل علیہ مافی شرح التنویر عن البدائع ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد، هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۵ ﴿۱﴾. یعنی جو چیز تمام کے تمام پیٹ میں غائب ہو جائے اور پیٹ میں قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نسوار پیٹ میں داخل ہوا ہے اور حلق کو پہنچا ہے تو اس سے روزہ فاسد ہوگا، لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا، ونظیرہ مافی شرح التنویر: واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر ویکفر فی الاصح الا اذا مضغ بحیث تلاشت فی فمہ الا ان یجد الطعم فی حلقہ انتہی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۳ ﴿۲﴾. یعنی جب تلی (کنجد) کومنہ میں چبائے اس طریقہ سے کہ اس کے اجزا کا اعدام ہو جائیں اور لعاب کے ساتھ لعاب بن جائے تو اس کے نگلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر ان اجزا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو پھر روزہ فاسد ہو جائے گا، پس تحقیق کی رو سے اگرچہ روزہ فاسد نہ ہونا درست ہے لیکن عوام کو بے باکی سے بچانے کیلئے فتویٰ میں اس قید کا یعنی حلق میں اترنا لگانا ضروری ہے اسلئے ہم کہتے ہیں کہ چونکہ نسوار نگلتا ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) اس شخص پر شبہ کی وجہ سے کفارہ واجب نہیں ہے کیونکہ حلق میں ذائقہ پانے اور نہ پانے کے دونوں احتمال موجود ہیں۔ وهو الموفق

پانی میں غوطہ لگانا مفسد صوم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کے اندر غوطہ لگانے سے

روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی فقیر گل گڑھی عثمان خیل ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۲/۱۰/۱۹۷۵

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰۷ باب مایفسد الصوم ومالا یفسده)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۲ باب مایفسد الصوم ومالا یفسده)

الجواب: غوطہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا (ماخوذ از ہندیہ: ۲۰۳) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

بیوی کا بوسہ لینے یا اکٹھا سونے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ اکٹھا سونے یا بیوی کا بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: زبیر اکبر افریدی..... ۲۱/۱۰/۱۹۷۵

الجواب: مضاجعت (ایک دوسرے سے لپٹنا) اور تقبیل (بوسہ لینا) مفسد صوم نہیں ہے تمام فقہاء نے اسے صریحاً لکھا ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

استمناء بالید اور بالفخذین سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استمناء بالید سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور دونوں رانوں کے درمیان یعنی غیر سبیلین میں ذکر کا استعمال گناہ ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عطاء اللہ ٹل..... ۲۵/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: الاستمناء بالید حرام اذا فعله لا ستجلاب الشهوة واما اذا

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن اغتسل في ماء وجد برده في باطنه لا يفطره.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فيما لا يفسد وما لا يفسد) وقال العلامة ابن نجيم: ان خاض الماء فدخل اذنه لا يفسد. (البحر الرائق ۲: ۲۷۸ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد)
﴿۲﴾ قال العلامة مرغيناني: ولو قبل لا يفسد صومه..... ولا بأس بالقبلة اذا امن على نفسه اى الجماع او الانزال ويكره اذا لم يامن.
(هداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۵۷ باب ما يوجب القضاء والكفارة)

غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب، والمختار انه يفسد الصوم وعليه القضاء ولا يوجب الكفارة اذا انزل وهو المختار فليراجع الى ردالمحتار ۲: ۳۹۹ ﴿۱﴾ وهكذا حكم ايلاج الذكر بين فخذيه مسطور في الصفحة المذكورة ايضاً ﴿۲﴾. وهو الموفق

باقاعده انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک انتہائی فحش ناول کی بہت تعریف کی میں نے اس سے کتاب کو لے کر مطالعہ شروع کیا میں چونکہ جنسی طور پر کچھ کمزور ہوں چنانچہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود کہ اس کتاب کو پڑھنے سے مجھے فرض غسل کی ضرورت لاحق ہو سکتی ہے کتاب پڑھ لی، اس دوران میں مجھ سے کچھ رطوبت

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وكذا الاستمنا بالكف اي في كونه لا يفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار..... فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لا يعاقب..... واما اذا فعله لاستجلاب الشهوة فهو آثم..... ويدل ايضا على ما قلنا ما في الزيلعي حيث استدل على عدم حله بالكف بقوله تعالى والذين هم لفروجهم حافظون الآية وقال فلم يبح الاستمتاع الا بالزوجة والامة فافاد عدم حل الاستمتاع اي قضاء الشهوة بغيرهما.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب في حكم الاستمنا بالكف)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: او جامع في مادون الفرج ولم ينزل يعني في غير السيلين كسرة وفخذ، قال ابن عابدين: اما لو انزل قضى فقط اي بلا كفارة..... حيث قال اراد بالفرج كلا من القبل والدبر فما دونه حينئذ التفخيز والتبطين.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸، ۱۰۹ قبيل مطلب حكم الاستمنا بالكف)

خارج ہوگئی تھی اس دوران میں مجھے پیشاب کی بھی حاجت ہوئی پیشاب کے بعد بھی دو تین قطرے نکلے میں نہیں جانتا کہ یہ منی ہے یا ندی؟ اس کا رنگ خالص سفید نہیں تھا، اب ایسا کرنے سے میرے اوپر کفارہ لازم ہے یا صرف قضا لازم ہے یا دونوں لازم ہیں یا کچھ لازم نہیں صرف روزہ مکروہ ہوا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: تقی الدین مردان ۱۹/۱۱/۱۹۷۹

الجواب: اگر آپ کا انزال نہ ہوا ہو تو آپ کا روزہ فاسد نہیں ہوا ہے انزال سے مراد یہ ہے کہ خروج منی کے وقت لذت محسوس ہو جائے، یہ مراد نہیں کہ لذت کے بعد رطوبت خارج ہو، پس اگر محض تفکر سے انزال ہوا ہے عضو مخصوص کے ساتھ ہاتھ وغیرہ لگائے بغیر تو روزہ فاسد نہیں ہے ورنہ فاسد ہے (شامی)

﴿۱﴾.....﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زوجین کا دوران جماع صبح صادق کا طلوع ہو کر روزہ کا حکم

سوال: ما یقول العلماء فی هذه المسئلة ان جامع رجل مع امراته قبل صبح

﴿۱﴾ قال الحصکفی: او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجها مرارا او بفکر وان طال لم یفطر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۰۶ باب مایفسد الصوم و مالا یفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورة وهو ظاهر او معنی فقط، وهو الانزال عن مباشرة بفرجه لافی فرج او فی فرج غیر مشتهی عادة او عن مباشرة بغير فرجه فی محل مشتهی عادة ففی الانزال بالكف او بتفخیز او تبطین وجدت المباشرة بفرجه لافی فرج... و فی الانزال بمس آدمی او تقبیلہ وجدت المباشرة بغير فرجه فی محل مشتهی اما الانزال بمس او تقبیل بهیمة فانه لم یوجد فیہ شیء من معنی الجماع فصار کالانزال بنظر او تفکر فلذا لم یفسد الصوم اجماعاً.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۹ بعید مطلب فی حکم الاستمناء بالكف)

الصادق فاذا اصبح عليهما وهما مشغولان بالجماع، اتجب الكفارة عليهما ام لا ام القضاء؟ بينوا تو جروا

المستفتی: معلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۲/۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: قال فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار (۲: ۱۳۵) ولو مکث حتی امنی ولم يتحرك قضی فقط وان حرک نفسه قضی و کفر، وفي ردالمحتار: اما اذا لم ينزع وبقي فعليه القضاء ولا كفارة عليه في ظاهر الرواية..... وما وجه به ظاهر الرواية يدل على عدم الفرق بين تحريك نفسه وعدمه انتهى ﴿ ۱ ﴾ وبالجملة ان ما في شرح التنویر فغير ظاهر الرواية. وهو الموفق

منی نکلنے کی مختلف صورتوں میں روزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی آدمی کوئی لغو حرکت نہ کرے صرف شہوت سے منی نکل جائے تو روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟ (۲) اگر دن کے وقت شہوت آئی اور ایک دو گھنٹہ میں یا کسی بھی وقت پیشاب کرتے وقت منی کے آثار نمودار ہو جائے تو روزہ کا کیا حکم ہے؟ اور کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ (۳) اگر شہوت نہ آئی ہو صرف پیشاب کرتے وقت منی جیسے آثار ظاہر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور غسل کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: لعل گل ڈاگ اسماعیل خیل نوشہرہ..... ۲۰/۱۲/۱۹۷۲ء

الجواب: تینوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹ جاتا ہے اور جب تک انزال نہ ہوا ہو تو غسل

﴿ ۱ ﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۰۸ مطلب مهم المفتی فی الوقائع لا بدله من اجتہاد)

بھی لازم نہیں ہے (ہندیہ ۱: ۲۱۷) ﴿۱﴾ و شامی ۲: ۱۰۳ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ بوس و کنار وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں دن کے وقت بیوی کے ساتھ بغیر مباشرت اور جماع کے بوس کنار ہونا اور ہاتھ لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستقی: دلباغ محمد کوہاٹ

الجواب: روزہ کی حالت میں یہ امور جائز ہیں جبکہ طرفین مامون ہوں۔ (حدیث ﴿۳﴾)

وہندیہ ﴿۴﴾ وغیرہ ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: واذا نظر الى امرأة بشهوة في وجهها او فرجها كرر النظر اولا لا يفطر اذا انزل كذا في فتح القدير وكذا لا يفطر بالفكر اذا امنى هكذا في السراج الوهاج.
(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۰۴ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شيء من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر او تفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعا.

(رد المحتار ۲: ۱۰۳ باب مایفسد الصوم وما لا یفسد مطلب فی حکم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ عن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي ﷺ يقبل وهو صائم ويباشر وهو صائم ولكنه كان املككم لاربه، متفق عليه واللفظ لمسلم وزاد في رواية في رمضان اخرجه البخاري في الصيام باب المباشرة للصائم وقالت عائشة رضي الله عنها يحرم عليه فرجها (۱۹۲۷) ومسلم في الصيام باب بيان ان القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته (۱۱۰۶).

﴿۴﴾ وفي الهندية: ولا بأس بالقبلة اذا امن على نفسه الجماع والانزال ويكره ان لم يأمن.
(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۰۰ الباب الثالث فيما يكره)

﴿۵﴾ قال الشرنبلالی: لا تکره للصائم القبلة والمباشرة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی فی الصوم میں مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ من استقاء عمدا فسد صومه رواہ ابو داؤد و ذکرہ الزیلعی فی الكنز و ایضا ہذا مذهب الامام محمد، مگر شامی میں اس مسئلہ کا خلاف ذکر کیا ہے اس میں ملأ الفم اور اعادہ دو شرط زائد ذکر کئے ہیں ترجیح کس قول کو ہے جبکہ مذہب امام محمد بظاہر حدیث کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں..... ۲۳/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اکثر محققین نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، وجعلوا

التقلیل منه کالعدم و کاللعاب ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مع الامن من الانزال والوقاع لما روی عن عائشة رضی اللہ عنہا انہ علیہ السلام کان یقبل ویبشر وهو صائم رواہ البخاری ومسلم وهذا ظاهر الروایۃ وعن محمد انہ کرہ المباشرة الفاحشة وهی روایۃ الحسن عن ابی حنیفة لانہا قل ما تخلو عن فتنة وفي الجوهرۃ قیل ان المباشرة تکرہ وان امن علی الصحیح وهو ان یمس فرجہ فرجہا وفي الظہیریۃ عن ابی حنیفة انہ قال تکرہ المعانقة والمصافحة وانه خلاف المشهور انتهى.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۶ فصل فیما یکرہ وفیما لا یکرہ وما یستحب)

﴿۱﴾ قال العلامة الشرنبلالی: او استقاء ای تعمد اخراجه ولو دون ملأ الفم فی ظاهر الروایۃ لا طلاق قوله صلی اللہ علیہ وسلم ومن استقاء عمدا فلیقض وشرط ابو یوسف ان یکون ملأ الفم وهو الصحیح لان ما دونه کالعدم حکما حتی لا ینقض الوضوء.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۲ باب ما یفسد الصوم)

وقال العلامة حسن بن عمار: او استقاء ای تعمد اخراجه وکان اقل من ملأ فمه علی

الصحیح وهذا عند ابی یوسف وقال محمد یفسد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقية حاشيه) وهو ظاهر الرواية ولو اعاده في الصحيح لا يفسد عند ابي يوسف كما في المحيط لعدم الخروج حكماً ولا ينقض الطهارة وقال الكمال وهو المختار عند بعضهم لعدم الخروج شرعاً.

(مراقى الفلاح شرح نور الايضاح ٢: ٢٦٢ باب في بيان ما لا يفسد الصوم).

قال العلامة محمد امين: (قوله والا لا) اي وان لم يملأ القيء الفم واعاده كله او بعض لا يفسد صومه عند ابي يوسف..... هو المختار وفي الخانية هو الصحيح وصححه كثير من العلماء رملى.

(رد المختار هامش الدر المختار ٢: ١٢١ مطلب في ما يكره للصائم)





مشاوران دیوبند پاکستان المعروف مفتاوی فرید بی بی بک خان

باب ما تجب به
القضاء والكفارة

الله

الله



..... قال الله تعالى :

فمن كان منكم مريضا

او على سفر فعدة من ايام اخر،

وعلى الذين يطيقونه فدية

طعام مسكين.

.....(البقرة: ١٨٣).....

باب ما تجب به القضاء والكفارة

روزے نہ رکھنے والے کی توبہ درست اور قضا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ روزے نہیں رکھتا اور عید کے دن توبہ کرتا ہے کہ آئندہ کیلئے روزے رکھوں گا پھر رمضان آتا ہے اور یہی طریقہ وہ اختیار کرتا ہے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اور اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالحق ۲۸/۱۰/۱۹۷۵ء

الجواب: قصد اعمد اروزہ نہ رکھنا اور نمازیں قضا کرنا گناہ کبیرہ ہے ﴿۱﴾ اور ہر گناہ سے توبہ کرنا درست ہے، کہ کئے ہوئے پر ندامت اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عزم کرے البتہ موت کے وقت توبہ

﴿۱﴾ قال الحافظ محمد الذهبي: الكبيرة الرابعة ترك الصلاة والسادسة افطار يوم من رمضان بلا عذر، وقال عليه السلام من افطر يوما من رمضان بلا عذر لم يقضه صيام الدهر وان صامه وعن ابن عباس: عرى الاسلام وقواعد الدين ثلاث شهادة ان لا اله الا الله والصلاة وصوم رمضان فمن ترك واحدة منهن فهو كافر.

(كتاب الكبائر للذهبي ۱ ۵ افطار يوم من رمضان بلا عذر)

کرنا منظور نہیں ہے ﴿۱﴾ اور ایسے تائب پر قضا کرنا فرض ہے صرف توبہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی نہ رکھنے کا عزم ہے اسلئے یہ توبہ توبہ نہیں ہے..... سیف اللہ حقانی)

مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے افطار کرنے پر کفارہ نہیں قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے چند افراد نے تیسویں رمضان کو قبل از زوال چاند دیکھا اور ہمارے گاؤں کے ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ روزہ ختم کر کے عید کر لو۔ اس لئے اس دن عید منائی گئی کیا یہ عید صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو جن لوگوں نے روزہ افطار کیا ہے ان پر اور اس مفتی صاحب پر قضا و کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور جو معتکف اعتکاف سے باہر آیا ہے اس پر دوبارہ اعتکاف کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالستار متعلم جامعہ حقانیہ..... ۱۲/۱۲/۱۹۷۳

الجواب: مفتی کے فتویٰ دینے سے افطار کرنے پر کفارہ لازم نہیں البتہ اس دن کی قضا یعنی صوم اور اعتکاف دونوں کی قضا لازمی ہے بشرطیکہ دیگر مقامات سے عید کی باقاعدہ خبر موصول نہ ہوئی ہو ورنہ قضا بھی لازم نہیں، يدل على عدم التكفير ما في الدر المختار: حتى لو افتاه مفت يعتمد

﴿۱﴾ قال العلامة الفرہاری: ویغفر مادون ذلک ای ما سوی الشریک لمن یشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة وبدونها التوبة هي الندم على المعصية والعزم على عدم العود اليها..... وهل يقبل توبة من حضره الموت والصحيح ما في الحديث ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرر رواه الترمذی اما ايمان الیأس فلا يقبل وهو حين يشاهد الکافر النار قبل موته ولذا لم يقبل ايمان فرعون.

(النبراس شرح شرح العقائد ۲۳۳ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: وصوم رمضان فرض عين اداء وقضاء على من اجتمع فيه اربعة اشياء. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۵۲ کتاب الصوم)

على قوله او سمع حديث ولم يعلم تأويله لم يكفر للشبهة، (هامش ردالمحتار ۱۴۹: ۲) ﴿۱﴾ واما القضاء فلان عدم التكفير لا يستلزم عدم القضاء ولذا يقضى في صورة الاحتجام نعم عند فساد الاعتكاف يقضى اليوم الواحد عند الطرفين واما عند ابي يوسف يقضى العشر او الايام الباقية والتفصيل في ردالمحتار ۱۸۰: ۲ باب الاعتكاف فليراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

پانچ رمضان روزے توڑے ہوں تو پانچوں کی قضا اور ایک کفارہ لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گناہ سے عدم واقفیت کی بنا پر میں نے پچھلے رمضان شریف کے پانچ روزے کھائے ہیں اب کیا کروں قضا و کفارہ کی کیا صورت ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد انعام غلہ ڈھیر مردان ۴/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اگر آپ نے روزہ کی نیت کرنے کے بعد روزہ فاسد کیا ہو تو آپ پر قضا کے علاوہ

﴿۱﴾. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱۱۸: ۲ قبیل مطلب فی الکفارة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو شرع في نفيه ثم قطعه لا يلزمه قضائه لانه لا يشترط له الصوم على الظاهر، قال ابن عابدين: وعلى كل فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جميعه او باقيه مخرج على قول ابي يوسف اما على قول غيره فيقضى اليوم الذي افسده لاستقلال كل يوم بنفسه وانما قلنا اي باقيه بناء على ان الشروع ملزم كالنذر وهو لو نذر العشر يلزمه كله متتابعاً ولو افسد بعضه قضى باقيه على ما مر في نذر صوم شهر معين والحاصل ان الوجه يقتضي لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لان كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱۴۳: ۲ باب الاعتكاف)

کفارہ یعنی دو ماہ مسلسل روزے رکھنا بھی فرض ہے یعنی $5 + 60 = 65$ دن ﴿۱﴾۔ اور اگر آپ نے روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا تھا تو صرف قضا فرض ہے اور کفارہ کے ساٹھ دن فرض نہیں (معتبرات فقہ)۔ وہو الموفق

روزہ کو توڑنے یا بعض دنوں میں نہ رکھنے یا سرے سے نہ رکھنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یورپ کے حسین ترین مقام پر رہتے ہیں وہاں کے ماحول کی وجہ سے ہمارے پاس تین قسم کے مسلمان ہیں:

(۱) بعض ایسے ہیں کہ روزہ رکھتے ہیں سحری کیلئے اٹھ کر نیت کرتے ہیں لیکن صبح بارہ یا ایک بجے بغیر کسی عذر کے روزہ توڑ دیتے ہیں۔

(۲) بعض روزے رکھتے ہیں لیکن ہفتہ اور اتوار کو روزہ نہیں رکھتے اور سحری کیلئے بھی نہیں اٹھتے اور باقاعدہ کہتے ہیں کہ ہم ہفتہ اتوار کو روزہ نہیں رکھیں گے۔

(۳) بعض لوگ ہیں کہ صحت مند بھی ہیں لیکن روزے اس لئے نہیں رکھتے کہ یہ یورپ ہے اور یورپ میں روزے لازمی نہیں ان تینوں قسم کے لوگوں کیلئے قضا اور کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سلطان مسعود شاہ مغربی جرمنی

الجواب: (۱) اگر یہ لوگ خوردنوش کی چیزوں سے یاد و اکھانے سے افطار کریں تو ان پر قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے کا ارادہ کیا ہو (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ (۲، ۳) ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو تكرر فطره ولم يكفر للاول يكفيه واحدة ولو في رمضان عند محمد وعليه الاعتماد بزاية ومجتبیٰ وغيرهما واختار بعضهم للفتوى ان الفطر بغير الجماع تداخل والا لا.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۰ مطلب فی الکفارة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وان جامع فی رمضان اداء..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر قضا اور توبہ واستغفار لازم ہے کفارہ واجب نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

ملاحظہ:..... کفارہ سے مراد یہ ہے کہ پے در پے دو مہینہ روزے رکھے جائیں۔ وہوالموفق

معتمد عالم کے فتویٰ کی صورت میں کفارہ لازم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہلال کمیٹی نے سترہ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اعلان کیا کہ کل اٹھارہ ستمبر کو پہلا روزہ ہوگا لیکن ایک معتمد عالم دین نے حکومتی اعلان پر عدم اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ فرض روزہ نہیں اسلئے تمام گاؤں والوں نے روزہ ختم کیا ہوٹل کھلے رہے اس کے بعد اٹھائیس روزے پورے ہو کر تین گواہ رویت ہلال پر پیش ہوئے اور عید منائی گئی اب سوال یہ ہے کہ ہلال کمیٹی کا اعلان موجب صوم و فطر ہے یا نہیں؟ اور ہمارا یہ روزہ توڑنا موجب کفارہ ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: غلام دستگیر لکی مروت..... ۲۷/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) ہلال کمیٹی کا تفصیلی اعلان جو کہ حکم دہندہ اور منشأ حکم رویت وغیرہ پر مشتمل ہو موجب صوم و فطر ہے، کما یدل علیہ ما فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۷۰ لم یذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر كضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها فمن كان غائبا عن المصر كاهل

(بقیہ حاشیہ) او اکل او شرب غذاء او دواء..... قضی فی الصور کلها وکفر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۱۸ قبیل مطلب فی الکفارة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: اولم ینو فی رمضان کله صوما ولا فطرا مع الامساك لشبهة خلاف زفر او اصبح غیرنا وللصوم فاکل عمدا ولو بعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعی..... قضی فی الصور کلها فقط.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۱۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

القرى ونحوها ﴿١﴾ قلت وجه الدلالة ان الراديو آلة محفوظة جدا والدلالة فيها اتم وقلت ايضا ان التقييد بالتفصيل لفساد الزمان ورفع احتمال البناء على قول الموقنين (المهندسين) وغيرهم فافهم.

(٢) بظاہر ان پر کفارہ واجب نہیں ہے کما يدل عليه عبارة الدر المختار على هامش رد المحتار ١٢٩: ٢ وان جامع (الى ان قال) قضى وكفر لانه ظن في غير محله حتى لو افتا مفت يعتمد على قوله او سمع حديث ولم يعلم تاويله لم يكفر للشبهة وفي رد المحتار: وفي النهاية ويشترط ان يكون المفتي ممن يؤخذ منه الفقه ويعتمد على فتواه في البلدة وحينئذ تصير فتواه شبهة ولا معتبر بغيره ﴿٢﴾. وهو الموفق

جس کی گواہی رد ہو جائے اور روزہ توڑے تو اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اور اس کی بیوی نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے اور آسمان بھی ابر آلود تھا اور یہ دونوں متہم بالفسق ہیں کیونکہ یہ دونوں بغیر کسی عذر کے کبھی کبھی نماز چھوڑتے ہیں عام لوگوں اور علماء نے ان کے کہنے پر عمل نہیں کیا، اب انہوں نے کل روزہ رکھ کر درمیان میں توڑ لیا ہے اب ان پر قضا و کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ملا شير محمد اور آلای بلوچستان ۱۹۷۸ء/۱۰/۲۱

الجواب: جس شخص کی گواہی فسق کی وجہ سے مردود ہو جائے اور پھر روزہ توڑ لے تو اس پر کفارہ نہیں قضا لازم ہے۔ رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعى صام مطلقا وجوبا وقيل ندباً فان افطر قضى فقط فيهما لشبهة الرد. (الدر المختار على هامش

﴿١﴾ (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ٢: ٢٤٠ قبيل ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

﴿٢﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ٢: ١١٨ قبيل مطلب في الكفارة)

ردالمحتار ۲: ۱۲۳ ﴿۱﴾. وهو الموفق

تے کرنے سے فطر کے گمان پر پانی پی لیا تو اس پر قضا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے رمضان کے مہینے میں تے کیا وہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہذا اس کے بعد قصد اُپانی پی لیا اب اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: فقیر استاد بھرت بنوں..... ۳/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس شخص پر قضا واجب ہے اور کفارہ واجب نہیں لما فی البحر و کذا لو ذرعه القی و ظن انه یفطره فافطر فلا کفارة علیه لوجود شبهة الاشتباه (بحوالہ شامی ۲: ۱۳۹) ﴿۲﴾. وهو الموفق

دمہ کے مریض کے لیے انہیلر سپرے کا استعمال موجب قضا و کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دمہ کے مریض کیلئے انہیلر پمپ رمضان میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اس پمپ کے بغیر ایک گھنٹہ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اس پمپ میں چونکہ ہوا ہوتی ہے تو کیا اس ہوا کے داخل ہونے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس پر صرف قضا ہے یا کفارہ یا دونوں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا فتح محمد فاضل دیوبند عمر زئی چارسدہ

الجواب: ہوا اگرچہ جسم ہے لیکن اس کا دخول اور ادخال جب تنفس کے طور سے نہ ہو فقہاء کرام

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۹۸ قبیل مطلب لا عبرة بقول الموقتین)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۱ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

نے مفطرات میں ذکر نہیں کیا ہے جس طرح کہ فقہاء نے جن اور ملک کا باطن میں حلول کرنے کو مفطرات میں شمار نہیں کیا ہے حالانکہ یہ بھی اجسام ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اجسام لطیفہ کا دخول اور ادخال افطار میں کوئی اثر نہیں رکھتا ہے، پس پمپ کے ذریعہ سے اگر صرف ہوا داخل کی جاتی ہو تو مفطر نہیں ہے لیکن اگر دوائی کے اجزا پمپ میں محفوظ ہوں اور ہوا کے ساتھ باطن میں داخل ہوتے ہوں (اور یہی واقعہ ہے) تو موجب قضا اور موجب کفارہ ہوگا، قال فی الہدایۃ ۱۶۰ ولو اکل او شرب ما يتغذى به او يتداوى به فعليه القضاء والكفارة ﴿۱﴾ وھكذا فی غیر واحد من كتب الفقہ ﴿۲﴾ اور ہوا کے ساتھ دوائی کے اجزا داخل ہونے کی صورت میں اگر اس مریض کو بغیر اس پمپ کے ہلاکت یا زیادت مرض کا قوی اندیشہ ہو تو اس کیلئے افطار جائز ہے اس کے بعد اگر صحت یاب ہو تو قضا کرے گا اگر صحت یاب نہ ہو تو اس پر کفارہ دینا ضروری نہیں ہے، لعدم وجود الشرط وهو ادراك ايام اخر، قالوا فی الہندیۃ ۱: ۲۲۰ ولو فات صوم رمضان بعذر المرض او السفر او استدما المرض والسفر حتی مات لا قضاء علیہ لکنہ ان او صی بان يطعم عنہ صحت وصیتہ وان لم تجب علیہ وفيہا ایضا ۲۱۹ المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فکذلك عندنا وعليه القضاء اذا افطر ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۶۳ باب ما یوجب القضاء والكفارة)

﴿۲﴾ قال الامام شمس الدین القہستانی: او اکل او شرب غذاء او دواء وهو یوثر فی البدن بالکیفیۃ فقط کالکافور وغیرہ لکن فی المحيط لو اکل ما يتداوى به قصدا او تبعاً لغيرہ یکفر وما لا فلا وفي الہلیج روایتان عمدا احتراز عن الاکراه والخطاء والنسیان قضی وکفر.

(جامع الرموز ۱: ۳۵۸ فصل موجب الافساد)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریۃ ۱: ۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التي تبیح الافطار)

دانت نکالنے کیلئے پہلے کپسول کھانے کی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دانتوں کو کیڑا لگا جس کی وجہ سے مسوڑھوں میں درد اور پیپ پیدا ہوا، نیز وضو کے دوران میں بہت دیر تک خون جاری رہتا تھا، ہمارے محکمہ نے مجھے راولپنڈی کے ایک ڈاکٹر کے ہاں بھیج دیا وہاں پر ڈاکٹر نے ۲۴/ رمضان کو دو دانت نکالے درد کی تکلیف کم کرنے اور مسوڑھوں میں پانی وغیرہ نہ جانے کیلئے ڈاکٹر نے مجھے ایک کپسول کھلایا جس کی وجہ سے روزہ جاتا رہا اب اس کے عوض میں نے قضا روزہ رکھ لیا ہے لیکن بعض لوگ کفارہ کا کہتے ہیں کیا مجھ پر کفارہ بھی لازم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی احمد الدین مدنی مسجد جامع سرائے قیام ٹیکسلا..... ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر شدید درد کی وجہ سے دانت نکالا گیا ہو اور بعد میں کپسول کھلایا گیا ہو اگر یہ اس شدید درد کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں کفارہ نہیں ہے ﴿۱﴾☆ اور اگر دانت نکالنے سے پہلے کپسول کھلایا گیا ہوتا کہ نکالنے کے بعد شدید درد پیدا نہ ہوا اور نکالنے سے پہلے درد نہیں تھا تو اس صورت میں کفارہ واجب ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذا عندنا وعليه القضاء واذا افطر كذا في المحيط.
(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۰۷ الباب الخامس في الاعذار المبيحة)
☆..... مگر یہ جواب تب ہوگا کہ درد اتنا شدید ہو کہ جس سے جان کا خطرہ ہو اور یا روزہ سے زیادت و امتداد درد کا خوف ہو..... (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ وفي الهندية: اذا اكل متعمدا ما يتغذى به او يتداوى به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يؤكل للغذاء او للدواء فاما اذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه القضاء.
(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۰۵ النوع الثاني ما يوجب القضاء والكفارة)

روزہ میں سگریٹ پینے سے کفارہ لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا

ہے یا نہیں؟ اور صرف قضا کرنا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینوا و تو جروا

المستفتی: عبد اللہ..... ۱۹۷۵ء/۱/۱

الجواب: عادی آدمی پر روزہ میں سگریٹ اور چلم پینے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں (شامی

۱۳۴:۲) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

روزہ میں نسوار استعمال کرنے سے قضا لازم ہے

سوال: ایہا العلماء الکرام ما قولکم فی استعمال النیات المسمى بالتباک والتن

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله انه لو ادخل حلقه الدخان) ای بای صورتہ کان الادخال حتی لو تبخر ببخور فأواه الى نفسه واشتمه ذاكر الصوم افطر لا مكان التحرز عنه..... وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشرنبلالی فی شرحه علی الوهبانیة بقوله، ویمنع من بیع الدخان وشربه، وشاربه فی الصوم لاشک یفطر ویلزمه التکفیر لو ظن نافعاً کذا دافعاً شهوات بطن فقرروا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۶ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

وقال الشرنبلالی: من ادخل بصنعه دخاناً حلقه بأی صورتہ کان الادخال فسد صومه سواء کان دخان عنبر او عود او غیرهما حتی من تبخر ببخور فأواه الى نفسه واشتم دخانه ذاكر الصوم افطر لا مكان التحرز عن ادخال المفطر جوفه و دماغه وهذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه له ولا یتوهم انه کشم الورد ومائه، والمسک لوضوح الفرق بین هو تطیب بريح المسک وشبهه و بین جوهر دخان وصل الى جوفه بفعله.

(الطحطاوی علی المراقی ۱: ۲۶۰ باب ما لا یفسد الصوم)

حيث تختلط معه النورة او رماد الاشجار او الماء ثم يضعونها تحت الشفت في الفم، ثم يطرحونها بعد مضي وقت ويطرحون الريق المنجذبة من ابدانهم بسببه، واني كنت تتبعت الكتب الموجودة عندي فما شفى صدرى لكونه غير موصلة الى الجوف الا ان العاملين يقولون اذا استعملها فلا حاجة لنا للماء والطعام، فهل يفطر بها الصوم ام لا؟ بينواتو جروا

المستفتي: نامعلوم.....

الجواب: التثني المخلوط بالماء والنورة لا يفطر في نفسه نعم اذا دخل الحلق والباطن فيفطر البتة وقد تجربت ان طعمه يوجد في الحلق ولو بعد المضمضة ويؤيد الافطار ما في الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۱۵۳ واكل مثل سمسة من خارج يفطر ويكفر في الاصح الا اذا مضغ بحيث تلاشت في فمه الا ان يجد الطعم في حلقه كما مر انتهى ﴿ ۱ ﴾ . وهو الموفق

بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے قضا و کفارہ دونوں لازم ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاعلمی کی وجہ سے میاں بیوی روزہ کی حالت میں جماع کریں تو ان پر صرف قضا ہے یا کفارہ بھی ہے؟ اور جماع کرتے وقت پردہ کی حالت میں ہوتے ہیں اور کفارہ یا قضا میں دونوں برابر کے شریک ہیں یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: خورشید انور راولا کوٹ آزاد کشمیر..... ۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: اگر روزہ کی یاد ہونے کی حالت میں جماع (وطی) کریں تو دونوں ایک دن قضا اور

﴿ ۱ ﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۲ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

دو ماہ روزے بطور کفارہ رکھیں گے ﴿۱﴾ اور جماع پردہ کی حالت میں ایک مجمل جملہ ہے لہذا وضاحت کر کے جواب دے دیں گے۔ وہو الموفق

بیوی سے ملاعت کی وجہ سے انزال کی صورت میں صرف قضا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رمضان میں روزہ کی حالت میں بیوی سے ملاعت یعنی بوس و کنار کرتے ہوئے انزال منی ہو جائے تو صرف قضا کرنی ہوگی یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: غلام حیدر محکمہ زراعت ایبٹ آباد..... ۲۲/۱۰/۱۹۷۵

الجواب: صورت مسئلہ میں صرف ایک دن روزہ رکھنا (بطور قضا) فرض ہوگا اس میں کفارہ نہیں ہے، کذا فی الہندیۃ ۱: ۲۱۷ واذا قبل امرأته وانزل فسد صومه من غیر کفارة کذا فی المحيط ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

روزہ میں مشیت زنی سے قضا لازم ہے کفارہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنے ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے تو کفارہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: وحید احمد تحصیل ضلع کوہاٹ..... ۲۹/۲/۱۹۸۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان جامع المكلف آدميا مشتهى في رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة في احد السبيلين انزل اولاً قضی فی الصور کلھا و کفر۔
(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۱۷ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۰۳ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد)

الجواب: مشت زنی کی صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوتا صرف قضا ہوگی ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مشت زنی کی وجہ سے نذر کیا ہوا روزہ کو دوبارہ مشت زنی سے توڑنے کی صورت میں قضا کا حکم

سوال: ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ اگر شہوت پوری کرنے کیلئے میں نے جلق کیا تو ایک روزہ رکھوں گا اب رات کے وقت یہ واقعہ پیش آیا اس لئے صبح روزہ رکھا لیکن دن کے وقت پھر جلق کیا، اس خیال سے کہ چلو دوروزے رکھے گا اب اس شخص کا کیا حکم ہے دوروزے رکھے گا یا صرف اس ایک روزے کا قضا کرے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبداللہ پشاور یونیورسٹی..... ۲۸/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور بظاہر یہ کام گناہ کبیرہ ہے اور اگر

انزال ہوا ہو تو اس روزے کا قضا کرے گا ﴿۲﴾ وہو الموفق

کتبہ:..... رشید احمد صدیقی عفی عنہ

الجواب: انزال کی صورت میں وجوبی طور پر ایک روزہ قضا ہوگی ﴿۳﴾ اور احتیاطی طور پر دو

﴿۱﴾ (قال العلامة ابن عابدین: قوله وكذا الاستمناء بالكف، ای فی كونه لا یفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فی حکم الاستمناء بالكف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وكذا الاستمناء بالكف، قال الشامی: ای فی كونه لا یفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سیصرح به وهو المختار.

(الدرالمختار مع ردالمختار ۲: ۱۰۹ مطلب فی حکم الاستمناء بالكف)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغینانی: ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار فی رمضان علی وجه الكمال وقد تحققت. (هدایة علی صدر فتح القدير ۲: ۲۶۴ باب ما یوجب القضاء والكفارة). وفی الهندیة: ولا كفارة بافساد صوم غیر رمضان كذا فی الكنز.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۵ باب المتفرقات كتاب الصوم)

روزے رکھے جائیں گے۔ وهو الموفق. (لاحتمال انعقاد النذر)..... (سيف الله حقاني)

کتبہ:..... محمد فرید عفی عنہ

روزہ کی حالت میں لواطت کرنے سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان المبارک میں لواطت کرے تو اس پر صرف قضا واجب ہے یا کفارہ بھی؟ بینوا تو جروا
المستفتی: فخر الدین نیازی ڈی آئی خان..... ۱۸/۹/۱۹۷۷

الجواب: لواطت کی صورت میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں کما فی شرح التنویر وان جامع فی رمضان اداء او جومع او توارت الحشفة فی احد السبیلین انزل اولاً الی ان قال قضی فی الصور کلها و کفر هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۷، ۱۳۹ ﴿۱﴾. وهو الموفق

روزہ دار زانی پر قضا، کفارہ، توبہ اور حد زنا لازم ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے بارے میں جس نے ایک غیر شادی شدہ حائضہ عورت سے زنا کا ارادہ کیا جبکہ یہ شخص شادی شدہ اور روزہ کی حالت میں تھا اس نے کہا کہ اگر اسی طرح جماع شروع کروں تو پھر لگا تار روزے رکھنے پڑیں گے تو اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا نگل لیا اور پھر جماع (زنا) شروع کیا اب دریافت طلب یہ ہے کہ

(۱) بغیر عذر شرعی کے روزہ توڑنا کیسا ہے خواہ کاغذ کے ٹکڑے سے کیوں نہ ہوں؟ دوران جماع

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ باب ما یفسد الصوم ولا یفسده)

معلوم ہوا کہ وہ ٹکڑا اس کے حلق میں پھنس گیا ہے اور پیٹ میں نہیں گیا ہے۔

(۲) اس شخص کا روزہ جماع سے ٹوٹا یا کاغذ کے ٹکڑے سے؟

(۳) اب اس شخص کیلئے کوئی ایسا کفارہ ہے جو اس کے گناہوں کو دھو سکے اور اگر وہ روزے کا

کفارہ روزہ رکھنے سے نہ کرنا چاہتے تو کیا کوئی اور صورت بھی ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: میر صاحب شاہ مرکز صحت ابا خیل لکی مروت..... ۱۹۷۹ء/۸/۱۸

الجواب: (۱) عذر شرعی کے بغیر روزہ توڑنا حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تبطلوا

اعمالکم الآیة ﴿۱﴾

(۲) روزہ ٹوٹنے کا دار مدار پیٹ میں جانے پر ہے نہ کہ حلق میں داخل ہونے پر (شامی) ﴿۲﴾

(۳) ایسے مجرم پر قضا، کفارہ صوم، توبہ اور حد لازم ہے البتہ حد کے متعلق کچھ تفصیل ہے جو کتب

فقہ سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ وهو الموفق

قضا و کفارہ میں زنا اور لواطت کا ایک حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مرد و زن زنا کریں تو

قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں لیکن جب غیر محسن اغلام فی الدبر کرے تو اس لواطت میں بھی قضا اور کفارہ

﴿۱﴾ (سورة محمد آیت: ۲۳ پارہ: ۲۶)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: (قوله يعنى ولم يصل الى جوفه) ظاهر اطلاق المتن انه لا

يفطر وان كان الدم غالبا على الريق وصححه في الوجيز كما في السراج وقال ووجهه انه لا

يمكن الاحتراز عنه عادة فصار بمنزلة ما بين اسنانه وما يبقى من اثر المضمضة..... حاول

الشارح تبعا للمصنف في شرحه بحمل كلام المتن على ما اذا لم يصل الى جوفه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰۷ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

دونوں واجب ہیں یا صرف قضا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالسلام برگوند سوات ضلع

الجواب: قضا اور کفارہ میں قبل و تبرکات کا ایک حکم ہے ﴿۱﴾ صرف حد کے وجوب میں اختلاف

﴿۲﴾ ہے فلیراجع الی ابواب مفسدات الصوم و باب ما یوجب الحد فی جمیع کتب الفقہ. و هو الموفق

وجوب کفارہ میں جماع حلال یا حرام کا کوئی فرق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک آدمی نے کہا کہ

اپنی بیوی سے اور غیر سے جماع کرنے میں فرق ہے وہ یہ کہ اپنی بیوی سے جماع کرنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور زنا کی صورت میں صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں زنا کی وجہ سے اس پر حد جاری کیا جائے گا اور حد اور کفارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالحمید لدھاڑی آئی خان

﴿۱﴾ قال الشیخ الغنیمی المیدانی: ومن جامع آدمیا حیا عامدا فی احد السبیلین انزل اولاً او اکل او شرب ما یتغذی به او یتداوی به فعليه القضاء والكفارة لکمال الجنایة بقضاء شهوة الفرج او البطن.

(اللباب فی شرح الکتاب ۱: ۵۷ باب ما یفسد الصوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابو الحسن القدوری: فان کان الزانی محصنا رجمه بالحجارة حتی یموت..... وان لم یکن محصنا وکان حرا فحدّه مائة جلدة..... ومن اتی امرأة فی الموضع المکروه او عمل عمل قوم لوط فلا حد علیه عند ابی حنیفة و یعزر وقال ابو یوسف ومحمد هو کالزنا الخ.

(مختصر القدوری علی صدر اللباب ۳: ۵۹ کتاب الحدود)

الجواب: آئمہ مذاہب میں سے کسی نے موجب کفارہ کے حلال یا حرام ہونے میں فرق نہیں کیا ہے لہذا اس فارق کا قول غلط ہے اس پر ضروری ہے کہ کوئی حوالہ پیش کرے، نیز جب زانیہ پر کفارہ واجب ہوتا ہے تو زانی پر بطریق اولیٰ واجب ہوگا، لعدم الاختلاف الا امام الشافعی فی حق الرجل الجامع، قلت ويدل على الوجوب عليها في الهندية ۱: ۲۱۸ ولو مكنت نفسها من صبي او مجنون فزنى بها فعليها الكفارة بالاتفاق كذا في الزاھدی. ﴿۱﴾ وهو الموفق

روزہ میں لباس سمیت جماع کرنے سے قضا یا کفارہ وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ روزہ میں اس کیفیت پر جماع کیا کہ درمیان میں تین پردے حائل تھے اور یہ جماع قصدا تھا نہ کہ نسیاناً، اور انزال بھی ہو گیا، اب زید پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں یا صرف قضا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عمر خان ڈیروی حقانی ڈی آئی خان ۱۹۷۰ء/۴/۲۲

الجواب: اگر ان پردوں کے باوجود فرج کی حرارت کا احساس ہو رہا تھا تو کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں اور اگر حرارت محسوس نہ ہو رہا تھا تو کفارہ واجب نہیں ہے اور وجوب قضا میں تفصیل ہے یعنی اگر باقی بدن کے ساتھ لمس بالید یا بالفم وغیرہ نہ ہوا ہو تو قضا نہیں ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوا ہے اور اگر لمس ہوا ہے لیکن درمیان میں ایسا حائل موجود ہو جو کہ حرارت کے احساس سے مانع ہو تو پھر بھی روزہ فاسد نہیں ہے، اور اگر بالکل حائل نہ ہو یا حائل حرارت کے احساس سے مانع نہ ہو تو ان صورتوں میں روزہ فاسد اور قضا لازم ہے، فی رد المحتار ۲: ۱۲۲ لو مسها وراء الثياب فامنى فان وجد حرارة جلدھا فسدھا

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۰۵ النوع الثانی ما یوجب القضاء والكفارة)

والا فلا ﴿۱﴾. وفي الدر المختار واصل ممسوسة بشهوة ولولشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة، قال العلامة الشامي ۳۸۵: ۲ فلو كان مانعا لا تثبت الحرمة كذا في اكثر الكتب وكذا لو جامعها بخرقه على ذكره انتهى ﴿۲﴾. قلت ولا فرق في الحرمة وسائر الاحكام فافهم. وهو الموفق

حقہ پینا موجب قضا اور احتیاط موجب کفارہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں حقہ عرف چلم پینے کا کیا حکم ہے؟ صرف قضا ہوگی یا کفارہ بھی؟ بینواتوجروا المستفتی: فقیر استاد بنوں..... ۳/ ذی الحجۃ ۱۳۸۹ھ

الجواب: معتاد آدمی پر قضا اور کفارہ دونوں کا موجب ہے احتیاطاً، لما فی مراقی الفلاح: وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۳ باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) ﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۴ فصل في المحرمات) ﴿۳﴾ قال الشرنبلالی: واختلفوا في معنى التغذى قال بعضهم ان يميل الطبع الى اكله وتنقضى شهوة البطن به وقال بعضهم هو ما يعود نفعه الى اصلاح البدن وفائدته فيما اذا مضغ لقمة ثم اخرجها ثم ابتلعها فعلى القول الثانى تجب الكفارة وعلى الاول لا تجب..... وعلى هذا البدعة التي ظهرت الآن وهو الدخان اذا شربه في لزوم الكفارة، قال الطحطاوى: قوله في لزوم الكفارة، حال من البدعة اى البدعة التي حدثت في لزوم الكفارة على هذا الاختلاف فمن قال ان التغذى ما يميل الطبع اليه وتنقضى به شهوة البطن الزم به الكفارة وعلى التفسير الثانى لا. (الطحطاوى على مراقى الفلاح ۱: ۲۶۵ باب ما يفسد الصوم وتجب به الكفارة)



نشاوي ديننا الحنيفي المشهور بنشأته الفاضلة

باب العوارض
المبيحة للفطر



عن ابي هريرة قال
قال رسول الله ﷺ من افطر
يوما من رمضان من غير رخصة
ولا مرض لم يقض عنه صوم
الدهر كله وان صامه.

احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه، دارمی،
والبخاری فی ترجمة الباب

باب العوارض المبيحة للفظر

حالت اضطراری اور قریب الموت شخص کیلئے روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) روزہ توڑنا خواہ فرض ہو یا نفلی حالت اضطراری میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر کسی شخص کو بندوق یا دوسرے آلہ مہلک سے مارا جائے اور اس کی موت یقینی معلوم ہو جائے اب یہ شخص روزہ نہیں توڑتا اور کہتا ہے کہ روزہ توڑنے سے ویسے بھی جان نہیں بچ سکتی چلو روزہ کی حالت میں موت آجائے تو بہتر ہے، اب بلحاظ فتویٰ اور تقویٰ اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبد الحمید ایس وی درازندہ ڈی آئی خان..... ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) اگر اس روزہ دار نے اضطرار میں کھانا نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا، وفي الهندية ۵: ۳۷۴ ومن امتنع عن اكل الميتة حالة المخمصة او صام ولم ياكل حتى مات ياثم ﴿۱﴾۔
(۲) اگر خوردنوش کو مضطر نہ ہو تو اس نے عزیمت پر عمل کیا ہے ورنہ مجرم ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
مسافر کو روزہ میں اختیار ہے البتہ عدم مشقت کی صورت میں روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں تمام تر سہولیات

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۳۸ الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاكل)
﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: يجوز الفطر لمن حصل له عطش شديد او جوع مفطر يخاف منه الهلاك او نقصان العقل او ذهاب بعض الحواس و كان ذلك لا باتعاب نفسه اذ لو كان به تلزمه الكفارة وقيل لا. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض کتاب الصوم)

مسافروں کو مہیا ہیں جبکہ مسافر کو رمضان کے روزے معاف ہیں اب اگر کوئی مسافر سفر میں روزے رکھے، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: علی گوہر، مسجد قصابان کندی ہوتی خیل نوشہرہ..... ۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: ہر دور میں مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ روزہ رکھے یا نہ رکھے البتہ جب مشقت کا خطرہ نہ ہو تو روزہ رکھنا نسبت نہ رکھنے کے بہتر ہے گناہ کسی صورت میں نہیں ہے (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق
دوسرے ملک میں مقیم آدمی مسافر شرعی نہیں اسلئے روزے رکھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہم چند ساتھی ایران آئے ہیں یہاں سخت گرمی ہے ہم ایک غیر مسلم کی کمپنی میں کام کرتے ہیں میرے ساتھیوں نے ایک ایک دو دو روزے رکھے باقی چھوڑ دیئے اور کہتے ہیں کہ سفر میں روزے نہ رکھنا بھی جائز ہے، الحمد للہ میں نے سب روزے رکھے ہیں کیا اس سفر میں ہم روزے چھوڑ کر بعد میں رکھیں تو یہ کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: محبت خان ایران بندر ایران..... ۱۴۰۱/۶/۲۲ھ

الجواب: چونکہ آپ مقیم ہیں مسافر شرعی نہیں ہے لہذا آپ تمام روزے رکھیں گے بلا ضرورت شدیدہ روزے ترک نہ کریں (شامی) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال الشرنبلالی: وصومه ای المسافر احب ان لم يضره لقوله تعالى: وان تصوموا خیر لکم (البقرة: ۱۸۴).

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۹۹ فصل فی العوارض المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وعوارض المبيحة لعدم الصوم لمسافر سفراً شرعياً، قال ابن عابدين: ای مقدراً فی الشرع لقصر الصلاة ونحوه وهو ثلاثة ايام ولياليها وليس المراد كون السفر مشروعا باصله ووصفه بقريظة مابعده.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آنے کی صورت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایسی بیماری میں مبتلا ہو جو مہلک اور سخت بیماری ہو اب رمضان کے دوران میں اگر دوائی استعمال نہ کی جائے تو مزید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ موت کا سبب بنتا ہے تو ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نا معلوم..... ۱۹۷۷ء/۸/۲۶

الجواب: اگر دیندار طبیب یا ڈاکٹر اس مریض کو یہ مشورہ دے کہ اس مرض میں روزہ رکھنے سے مرض میں شدت آتی ہے تو یہ مریض افطار کر سکتا ہے یعنی روزہ کی نیت نہ کرے البتہ باقاعدہ قضا کرنا (بشرط صحت) یا فدیہ دینا لازم ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دمہ کے مریض کیلئے روزے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً پچھتر سال ہے اسلامی عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پوری پابندی کرتا ہوں تقریباً پندرہ سال سے زکام کے بعد دمہ نے مستقل مریض بنادیا، موسم گرما میں کچھ افاقہ ہوتا ہے البتہ سردی میں یہ مرض نازک صورت اختیار کر لیتا ہے اس کے بعد مرض قلب میں مبتلا ہوا روزانہ دو تین دورے دل کے پڑتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں مفلوج ہو جاتے ہیں پھر بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہوں اس سال دوروں کی زیادتی اور مرض کی شدت کی وجہ سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض..... بغلبة الظن بامارة وتجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم..... الفطر وقضوا ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء، قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۲۶، ۱۲۷ فصل في العوارض)

ڈاکٹروں نے چلنے پھرنے اور روزہ رکھنے سے منع کیا ہے چونکہ رمضان قریب ہے دل چاہتا ہے کہ روزے رکھوں اور ختم میں شرکت کروں لیکن صحت اجازت نہیں دیتی اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: حاجی فضل ربی کوٹ اسماعیل زئی مردان..... ۱۹۷۷ء/۸/۴

الجواب: آپ روزے کی نیت کیا کریں اور دورہ پڑنے کے وقت غذا اور دوا کے علاوہ دوسری چیز (پتے وغیرہ) سے افطار کریں اس کے بعد دوائی استعمال کریں ﴿۱﴾ اور اگر دورہ پڑنا یقینی ہو تو روزہ نہ رکھیں اور بہر حال ان روزوں کی قضا عند الصحت ضروری ہے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں بعد الموت فدیہ دینا ضروری ہے ﴿۲﴾ اور جو مریض صحت سے ناامید ہو وہ زندگی میں بھی فدیہ دے سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

مریض کو لا پروا ڈاکٹر کی ہدایت پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شوگر کا مریض ہے ساتھ گیس کی بیماری بھی ہے دماغی اور قوت باہ کی کمزوری بھی لاحق ہے ایک ڈاکٹر اسے کہتا ہے کہ روزے نہ رکھا کرو، اب بعض علماء نہ رکھنے کا کہتے ہیں اور بعض رکھنے کا کہتے ہیں آپ صاحبان تسلی بخش جواب سے نوازیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: ملتان خان پلوسہ چار سدہ..... ۱۹۷۵ء/۷/۳۱

﴿۱﴾ وفي الهندية: واذا ابتلع ما لا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالحجر والتراب لا يوجب الكفارة كذا في التبيين، ولو ابتلع حصاة او نواة او حجرا او مدرا او قطنا او حشيشا او كاغذة فعليه القضاء ولا كفارة كذا في الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۰۲ الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

﴿۲﴾ یعنی ورثہ کیلئے جب وصیت کی گئی ہو اور ثلث التركة سے..... (سیف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: محترم المقام ملتان خان صاحب سلمہ الرحمن السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ چونکہ موجودہ ڈاکٹر حضرات زیادہ تر سے دین کی پروا نہیں کرتے، لہذا آپ دیندار حکیموں مثلاً لالاجی صاحب بام خیل (۱) یا متشرع اور متدین ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیں اور پھر اس کے موافق عمل کریں ﴿۲﴾ اللہ کریم آپ کو صحت یاب کریں اور نیک اعمال کی توفیق سے نوازے۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لمرضہ وصحیح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدية وبلا ولاء فان ماتوا فيه اى فى ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم علة من ايام اخر قال ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض .

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۶۱ تا ۱۳۰ فصل فى العوارض)

﴿۱﴾ آپ کا پورا نام مولانا عبد الوارث باچا ہے آپ بام خیل صوابی کی مشہور علمی و روحانی شخصیت مولانا عبد القیوم باچا کے دوسرے فرزند ہیں، ۱۹۰۶ء بروز جمعرات آپ کی ولادت ہوئی آپ نے مولانا عبد المجید (تلمیذ شیخ الہند) سے تمام درس نظامی کی تکمیل پر سند الفراغ حاصل کی، علم طب کی تحصیل بھی انہیں سے کی اور بعد میں مطب کا سلسلہ جاری رکھا، علاوہ ازیں طب آپ کا خاندانی مشغلہ تھا آپ کے والد مولانا عبد القیوم باچا جو مولانا عبد الحق لالاجی صاحب بام خیل کے فرزند تھے بھی اپنے زمانے کے طبیب حاذق تھے، اور روزانہ سینکڑوں مریضوں کا علاج فرماتے آپ نے علوم ظاہریہ ٹھنڈ کوئی کے مولانا حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے اور اپنے والد سے طریقہ قادریہ میں بیعت تھے، آپ ۱۹/ ستمبر ۱۹۳۹ء بروز پیر فوت ہوئے اور باجائیں اپنے والد صاحب کے پہلو میں دفن کئے گئے، مولانا عبد الوارث باچا آپ کے دوسرے فرزند ہیں اور اپنے والد کے خلیفہ مولانا صفی اللہ سے آپ کو خلافت حاصل تھی، ۵/ ستمبر ۱۹۸۵ء کو عارضہ قلب سے آپ کا وصال ہوا، اولاد میں ڈاکٹر عبد الباقی باچا ماہر امراض قلب، ڈاکٹر عبد الصمد باچا ایم ڈی (امریکہ) کراچی اور ڈاکٹر عبد الاحد باچا حیات ہیں، آپ کا تذکرہ مشاہیر علمائے سرحد اور شرح اسماء الحسنی قلمی از مولانا محمد زاہد ابوالوفا افغانی سے لیا گیا ہے از مرتب

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہائی بلڈ پریشر کے مریض کیلئے روزے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے بہت سے علماء نے اس کو روزہ نہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے کیونکہ بغیر پانی پینے کے اس کا مرض بڑھتا ہے عمر بھی تقریباً اسی سال ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مرزا زخمی جگر سر ڈھیری چار سده..... ۱۹۷۹ء/۷/۲۵

الجواب: چونکہ آپ نہ روزانہ کمزور ہوتے ہیں اور نہ صحت سے مایوس ہیں لہذا آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے، کما فی رد المحتار ۲: ۳۳۷ قوله وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى ای الذی فیت قوته او اشرف علی الفناء ولذا عرفوه بانه الذی کل يوم فی نقص الی ان یمیت نهر، ومثله فی القهستانی عن الكرمانی المریض اذا تحقق الیأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض ﴿۱﴾ قلت المراد من المریض العاجز عن الصوم، البتہ اگر روزہ کی وجہ سے آپ کا مرض بڑھتا ہو تجربہ وغیرہ سے یہ ثابت ہو تو آپ افطار کر سکتے ہیں کما فی شرح التنویر، او مریض خاف الزیادة لمرضه الخ ﴿۲﴾ اور (بقیہ حاشیہ) لمرضه وصحیح خاف المرض..... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور الخ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: او مریض خاف الزیادة لمرضه وصحیح خاف المرض..... بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے بلکہ قضا کریں گے اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ کیلئے وصیت کریں گے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

افطار کیلئے زیادتی مرض کا ظن غالب شرط ہے نہ کہ محض توہم اور خطرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے روزہ رکھنے سے تکلیف بڑھنے کا خطرہ ہے ایسے آدمی کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد اقبال اور سیر پاک پی ڈبلیو ڈی کوہاٹ..... ۱۰/۱۰/۱۹۷۲

الجواب: واضح رہے کہ فقہاء کرام نے مرض کے اضافہ کی وجہ سے افطار کی اجازت دی ہے بشرطیکہ یہ زیادت مظنون یا متیقن ہو نہ کہ صرف توہم اور خطرہ ہو ﴿۲﴾ آپ اگر سردی کے موسم میں شام سے طلوع شمس تک بغیر خوراک کے وقت بسر کر سکتے ہیں تو ان ایام میں طلوع فجر سے غروب تک بھی وقت بسر کر سکتے ہیں۔ وهو الموفق

غیر متدین ڈاکٹروں کے مشورہ سے روزہ نہ رکھنا خلاف شرع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ۱۹۶۵ء میں ٹی بی کا بیمار تھا،

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وقضوا لزوما ما قدروا بلا فدية..... فان ماتوا فيه اى فى ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية..... ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۱۲۷ فصل فى العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (وصحيح خاف المرض) اى بغلبة الظن كما يأتى فما فى شرح المجمع من انه لا يفطر محمول على ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما فى البحر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲۶ فصل فى العوارض)

۱۹۷۹ء تک بیماری کی حالت میں روزے رکھتا رہا اس کے بعد بیماری بڑھتی گئی حتیٰ کہ نماز بیٹھ کر بھی ادا کرنے سے لاچار ہوا اور خون بھی آتا رہا، ۱۹۸۰ء تک روزے نہیں رکھے، پھر ڈاکٹر سے اس کی قضا کا پوچھا تو اجازت نہیں ملی، ۱۹۸۰ء میں پھر ایکسرے کرایا تو صاف تھا لیکن روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب اس سال پھر روزوں کی اجازت نہیں ملی، اب (۱) میں ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کروں یا روزے رکھوں (۲) گذشتہ دو سالوں کے روزوں کا فدیہ دوں یا وصیت کروں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد رفیق ڈپٹی ڈائریکٹر ایگریکلچر پشاور..... ۲۱/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ غالباً موجودہ اکثر ڈاکٹروں کے قلوب میں دین کی اہمیت کم ہوتی ہے لہذا صرف ان ڈاکٹروں کے مشوروں کی وجہ سے روزے نہ رکھنا خلاف شرع ہے ﴿۱﴾ البتہ آپ کئی روزے رکھ لیں اور تحری کریں پس اگر مرض کی زیادتی کا ظن غالب ہو تو روزے نہ رکھیں اور آپ بہر حال روبہ صحت ہیں اور مرض اپنی جگہ برقرار نہیں تو آپ زندگی میں فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

روزہ عادل ڈاکٹر کے مشورہ یا تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مثلاً مانجھو لیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله طبيب حاذق مسلم مستور) وقيل عدالته شرط وجزم به الزيلعي وظاهر مافي البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبيب ليس فيه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الكفارة كما لو افطر بدون امانة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ قال الشيخ عبد الله بن المودود الموصلي: وان صح واقام ثم ما تالزمهما القضاء بقدره لانهما بذلك القدر ادركا عدة من ايام اخر.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۷۳ فصل في المريض والمسافر)

وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہے جس میں ڈاکٹروں کے مشورے پر ہر وقت پانی پینا پڑتا ہے کیا ایسا شخص روزہ رکھ سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حکم خان سرخ ڈھیری مردان..... ۱۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر کوئی ماہر عادل ڈاکٹر آپ کو مشورہ دیں کہ آپ کیلئے روزہ رکھنا ضرر رسان ہے تو آپ افطار کر سکتے ہیں لیکن موجودہ ڈاکٹروں میں عادل کہاں سے لائے جائیں، بہر حال روزہ برکت والی عبادت ہے اس لئے تجربہ کی بنا پر نہ رکھنا اقدام شرعی ہے اور ڈاکٹروں کے ترحم پر امتناع ضعف ایمانی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

معدوم المال والنفقة مجبور دھقان رمضان میں روزہ نہ رکھ کر مزدوری کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے ایک شخص کو ہزار روپے دھقانی کرنے کے لئے دیئے، زمین خشک ہونے کے قریب تھی۔ زمیندار نے اس سے کہا کہ رمضان ہی میں ہل چلائے ورنہ دھقانی سے معزول کر دیا جائے گا۔ اب اگر وہ رمضان میں ہل چلاتا ہے۔ تو پیاس کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ ہے اسے ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کے لئے اول دن سے افطار جائز ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد خان حقانی لورالائی بلوچستان..... ۹/۱۰/۱۹۷۸

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او مريض خاف الزيادة لمرضه وصحيح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور. (قال العلامة ابن عابدين): وقيل عدالته شرط وجزم به الزيلعي وظاهر ما في البحر والنهر ضعفه، قلت واذا اخذ بقول طبيب ليس فيه هذه الشروط وافطر فالظاهر لزوم الكفارة كما لو افطر بدون امانة ولا تجربة لعدم غلبة الظن والناس عنه غافلون. (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)

الجواب: اگر یہ دھقان عديم المال اور عديم النفقة ہو اور رات کے وقت کھیتی باڑی پر قادر نہ ہو نیز دن کے ابتدائی حصہ میں بل چلانے سے مقصد حاصل نہ ہوتا ہو اور مزید کام کرنے سے ہلاکت کا ظن غالب ہو۔ تو یہ دھقان افطار کر سکتا ہے، کما فی رد المحتار ۲: ۱۵۷ ولکن لو آجر نفسه فی العمل مدة معلومة فجاء رمضان فالظاهر ان له الفطر وان كان عنده ما يكفيه اذ لم ير ض المستاجر بفسخ الاجارة كما فی الظن فانه يجب عليها الارضاع بالعقد ويحل لها الافطار اذا خافت على الولد فيكون خوفه على نفسه اولى تأمل ﴿۱﴾، قلت ولما كانت الاجارة اجارة مذكورة فی السؤال فاسدة فجاز له الفسخ بلا رضاء رب الارض فلذا ذكرت قيد كونه عديم المال والنفقة. وهو الموفق

رمضان میں بیماری بڑھ جانے کی صورت میں روزہ توڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں ایک شخص بعارضہ شدید بیماری مجبور ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے بھی مشورہ دے دیا کہ اگر روزہ نہ توڑا تو بیماری خطرناک شکل اختیار کر سکتی ہے کیا یہ شخص روزہ توڑ سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محبوب الرحمن سول بازار کیمبل پور..... ۱۹۶۹ء/۴/۲۹

الجواب: صورت مسئلہ میں افطار جائز ہے بشرطیکہ یہ خطرہ مثلاً تجربہ یا مسلمان غیر فاسق ڈاکٹر کے اخبار پر مبنی ہو تو ہم پر مبنی نہ ہو، فی الہندیۃ ۱: ۲۱۹ المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذلك عندنا وعليه القضاء اذا افطر كذا فی المحيط ثم معرفة ذلك باجتهاد المريض والاجتهاد

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲۵ قبیل فصل فی العوارض)

غير مجرد الوهم بل هو غلبة الظن عن امارة او تجربة او باخبار طبيب مسلم غير ظاهر
الفسق ﴿١﴾. وهو الموفق

شرعی مسافر اور مریض عاجز عن الصوم کیلئے افطار کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت قرآن (وان
کنتم مریضاً او علی سفر) الآیة، میں کونسا سفر اور کونسی بیماری مراد ہے جس میں افطار کرنا
جائز ہو؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۶/شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: افطار ہر مسافر شرعی کیلئے جائز ہے اور ہر مریض افطار نہیں کر سکتا صرف وہ مریض
افطار کر سکتا ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو یا روزہ سے بیماری شدت اختیار کر سکتی ہو، قضا دونوں پر باقاعدہ
واجب ہے (ماخوذ از شامی) ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۰۷ الباب الخامس فی الاعذار التي تبيح الافطار)
﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدين: لمسافر سفر شرعياً اي مقدراً في الشرع لقصر الصلاة
ونحوه وهو ثلاثة ايام ولياليها..... او مريض خاف الزيادة او ابطاء البرء او فساد عضو.....
وصحيح خاف المرض اي بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور.
(ردالمحتار مع الدر المختار ۲: ۱۲۶ فصل في العوارض)



باب الفدية

پورے رمضان کا فدیہ تقریباً (انگریزی سیر سے) ڈیڑھ من گندم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سید خاندان کے ڈاکٹر سے علاج کرتا ہوں وہ پابند صوم و صلاۃ اور متشرع آدمی ہے اس ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق میں نے روزے نہیں رکھے اور یہ بیماری مسلسل ہے اب تیس روزوں کا کتنا فدیہ ادا کروں گا؟ بینواتوجروا
المستفتی: شمشیر خان حاجی زئی شب قدر..... ۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: اگر آپ صحت یابی سے ناامید ہو تو آپ فی روزہ انگریزی دو سیر گندم دیا کریں اس حساب سے رمضان کا فدیہ $۳۰ \times ۲ = ۶۰$ یعنی انگریزی ڈیڑھ من گندم بنتا ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

فدیہ صوم کی مقدار اور متعدد مساکین میں تقسیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ کے پیٹ کا آپریشن عین رمضان میں ہوا جس کی وجہ سے تمام روزے کھانے پڑے، اب صحت اچھی ہے لیکن روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی، اب اگر فدیہ دیتی ہے تو اس کی مقدار کیا ہوگی، اور ایک مسکین کو فدیہ دے سکتی ہے یا

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: واما الفدية عند الحنفية نصف صاع من برای قيمته بشرط دوام عجز الفانى والفانية الى الموت ومد من الطعام من غالب قوت البلد عن كل يوم عند الجمهور بقدر ما فاتته من الايام..... وتجب الفدية ايضا بالاتفاق على المريض الذى لا يرجى برؤه لعدم وجوب الصوم عليه.

(الفقه الاسلامى وادلته ۳: ۷۴۳ المطلب الثالث الفدية)

نہیں یعنی متعدد مساکین میں تقسیم ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: عصمت خان C/o شیخ زرین کبابی صدر بازار رسالپور چھاؤنی نوشہرہ..... ۱۹۶۹ء/۱/۲۸

الجواب: قوت واستطاعت رکھنے کی صورت میں قضا واجب ہے اور اس صورت میں قضا نہ کرنے کے بعد فدیہ یعنی پونے دو سیر (انگریزی) گندم ایک روزہ کے عوض دینا ضروری ہے اور چونکہ کفارہ فطر اور ظہار یکساں ہیں، لہذا کفارہ فطر میں ایک مسکین کو ایک دن میں متعدد کفارات نہیں دیئے جائیں گے، بے شک الگ الگ دن میں ایک ایک کفارہ دینا کافی ہے، فی الخلاصة کفارة الفطر و کفارة الظہار واحدة ﴿۱﴾ ولو اعطی مسکینا واحدا کله فی یوم واحد لا یجزیہ الا عن یومہ ذلک وهذا فی الاعطاء بدفعۃ واحدة من غیر خلاف اما اذا ملکہ بدفعات فقد قیل یجزیہ وقیل لا یجزیہ الا عن یومہ ذلک وهو الصحیح (۱: ۵۳۸ ہندیہ) ﴿۲﴾ فقط

شیخ فانی اور صحت سے مایوس نہ ہو تو فدیہ دینا بے قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے سات روزے رمضان شریف میں رہ گئے باقی روزے میں نے رکھے اب میں مساکین کو فدیہ میں کھانا کھلانا چاہتا ہوں لیکن آٹا کی مہنگائی کی وجہ سے یہ کام دشوار ہے کیا اب رقم کے حساب سے دے سکتا ہوں؟ بینواتو جروا

المستفتی: شیر محمد قریشی پشاور

الجواب: آپ نہ شیخ فانی ہے اور نہ صحت سے مایوس ہے لہذا آپ کیلئے زندگی میں فدیہ دینا بے قاعدہ امر ہے آپ جب صحت یاب ہو جائیں تو قضا کریں گے اور فی الحال وصیت نامہ میں اس کا تذکرہ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۵ المتفرقات مطلب بیان الکفارة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۵۱۳ الباب العاشر فی الکفارة)

کریں ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

فدیہ دینے سے عاجز آدمی استغفار پڑھا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ دس سال سے بیمار پڑا ہے جو معمر (تقریباً اسی سال) اور انتہائی غریب ہے اس کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں، اس کا واحد لڑکا روزانہ مزدوری کر کے اپنے بال بچوں مع والد کی کفالت کرتا ہے اور ساتھ یہ کہ یہ شخص مقرض بھی ہے ایسی صورت میں اس شخص کے فدیہ کا کیا بنے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد ریاض جھگڑا ایبٹ آباد..... ۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: اگر یہ مریض جو کہ معمر اور معسر ہے صحت سے ناامید ہو تو اس کیلئے استغفار کافی ہے، يدل عليه ما في الدر المختار وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا ولو في اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرا والا فيستغفر الله، (وفي رد المحتار ۱۶۳: ۲) المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض انتهى فافهم ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

گردہ کا مریض اگر صاحب استطاعت نہیں تو فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گردہ پندرہ بیس سال سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا) لان عذره ليس بعرضي للزوال حتى يصير الى القضاء فوجبت الفدية نهر ثم عبارة الكنز وهو يفدى اشارة الى انه ليس على غيره الفداء لان نحو المرض والسفر في عرصة الزوال فيجب القضاء وعند العجز بالموت تجب الوصية بالفدية.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱۳۰: ۲ فصل في العوارض)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۱۳۰: ۲ فصل في العوارض)

خراب ہے اور دوسرے گردہ کو بھی مرض لگ گیا ہے میں نے لندن جا کر آپریشن کیا اور گردہ کا ایک تہائی حصہ کاٹ لیا گیا، اب میں روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اور وہاں ڈاکٹروں نے کہا کہ روزانہ آپ کم از کم بارہ گلاس پانی پی لیا کرے، تو کیا میں رمضان کا فدیہ دے سکتا ہوں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی محمد رحیم متنی پشاور..... یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ تجربہ کریں کہ پانی نہ پینے سے کوئی تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے پس اگر تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ واضح طور پر تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یہ تجربہ بھی کریں کہ اتنی مقدار پانی رات کے وقت پوری کرنے سے کفایت ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر کفایت نہیں ہو سکتی ہو اور آپ صاحب استطاعت ہو اور سرد علاقہ کو جا سکتے ہو اور پھر تکلیف نہ ہو تو آپ فدیہ نہیں دے سکتے ﴿۱﴾ اور بصورت عکس اگر استطاعت نہیں ہے تو دے سکتے ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بیمار کیلئے روزوں کا فدیہ مقدار فدیہ اور وقت فدیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تقریباً دس سال سے جنات کا بیمار ہوں پہلے طاقت موجود تھی اب کمزور ہوا ہوں، بھوکا پیاسا رہنے کی وجہ سے مسلسل جنات کے دورے پڑتے ہیں اور صحت خراب ہو رہی ہے اس وجہ سے میں نے اس دفعہ ۲۶ روزے کھائے ہیں پھر بھی چار پائی پر ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصحیح خاف المرض بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبیب الخ، قال ابن عابدین: ای بغلبة الظن فما فی شرح المجمع من انه لا یفطر محمول علی ان المراد بالخوف مجرد الوهم كما فی البحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲۶ فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۳۰ فصل فی العوارض)

پڑا تھا اب کیا کروں؟ بینواتو جروا

المستفتی: صاحبزادہ شیشتری کلرک پولیس لائن پشاور..... ۱۹۷۹ء

الجواب: آپ صحت یابی کے بعد قضا کریں گے، اور قضا نہ کرنے کی صورت میں فدیہ دیں گے فدیہ کی مقدار انگریزی سیر سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے اور دینے کا وقت شیخ فانی ہونے کا وقت ہے یا زندگی سے ناامیدی کا وقت ہے یا بعد الموت ﴿۱﴾ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بیس سال سے روزہ نماز ادا نہ کرنے والے کی قضا اور فدیہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بیس سال سے روزہ نماز ادا نہیں کیا ہے اس کی قضا کس طریقہ سے ادا کرے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی محمد رضا بازاردہ ادم خیل کوہاٹ..... ۱۴۰۱ھ/۷/۲۰

الجواب: یہ شخص توبہ واستغفار کرے اور نماز و روزوں کی قضا کرے اور جتنے روزے اس کے ذمہ باقی رہ گئے اس کے متعلق فدیہ کی وصیت کرے ﴿۳﴾ البتہ شیخ فانی ہونے کی صورت میں زندگی میں

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الله الموصلي الحنفی: ومن خاف المرض او زيادته افطرو والمسافر صومه افضل ولو افطر جاز فان ماتا على حالهما لاشئ عليهما وان صح واقام ثم ماتا لزمهما القضاء بقدره ويوصيان بالا طعام عنهما لكل يوم مسكينا كالفطرة.

(الاختيار لتعليل المختار ۱۷۳ فصل في المرض والمسافر)

﴿۲﴾ (قال في الهنديّة: والاصل فيه ان كل صوم اذا كان اصلا بنفسه ولم يكن بدلا عن غيره جاز الاطعام بدلا عنه اذا وقع اليأس عن الصوم الخ.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۰۷ الباب الخامس في الاعذار التي تبيح الافطار)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولومات وعليه صلوات فائتة) اي بان كان يقدر على ادائها ولو بالايماء فليزمه الايصاء بها والا..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

بھی فدیہ دینا جائز ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

شیخ فانی فدیہ دیا کرے اور عدم استطاعت میں استغفار کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریباً سو سال ہے مالی حالت بہت کمزور ہے خیرات و صدقات سے قوت لایموت ہوتا ہے خود کچھ کام نہیں کر سکتا اولاد بھی نہیں ہے گزشتہ سال ایک معمولی حرکت سے ران کی ہڈی ٹوٹ گئی، چھ مہینے متواتر بستر پر پڑا رہا، اب ٹانگور کی مدد سے چلتا پھرتا ہوا اب روزے رکھنا میرے لئے انتہائی دشوار ہے لہذا میری بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: گل رحیم باغ ارم مردان ۵/۶/۱۹۷۵

الجواب: اگر آپ کو تجربہ سے معلوم ہو کہ آپ روزہ کو شام تک پورا نہیں کر سکتے ہیں تو آپ شیخ فانی ہونے کی وجہ سے افطار کیا کریں، اور ہر روزہ کیلئے آدھی چھٹانگ اوپر، پونے دو سیر انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت دیا کریں، اور اس فدیہ کی استطاعت نہ ہو تو استغفار پراکتفا کریں، (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فلا يلزمه. (ردالمحتار ۱: ۵۴۱ مطلب فی اسقاط الصلاة)

وقال الحصكفي: واما من افطر عمدا فوجوبها عليه بالاولى وفدى لزوما عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرا بعد قدرته عليه اى على قضاء الصوم.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۲۸ فصل فى العوارض)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر ويفتدى وجوبا ولو فى اول الشهر. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فى العوارض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر ويفدى وجوبا ولو فى اول الشهر وبلا تعدد فقير كالفطرة لو موسرا والا فيستغفر الله.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۳۰ فصل فى العوارض)

رو بہ مرض بیمار فدیہ دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے اپریشن کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سلس البول کا مریض بن گیا ہے، آنکھوں کی بینائی اور حافظہ اتنا کمزور پڑ گیا ہے کہ نماز میں رکعات کی تعداد بھی یاد نہیں رکھ سکتا، اس صورت میں وہ فدیہ دے سکتا ہے یا نہیں اور مذہب احناف میں فدیہ کس طرح ادا کرے گا اور نماز کس طرح پڑھے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: میاں بشیر الدین موسسة الهنون مدينة المنورة ۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: آپ کے والد صاحب اگر روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور روز بروز کمزور ہو رہا ہو، تو وہ فدیہ دے سکتا ہے یعنی ہر روزہ کے بدلے احتیاطاً دو انگریزی سیر سے گندم یا اس کی قیمت مسکین کو دیں گے، (شامی) ﴿۱﴾ اور نماز پڑھنے کے وقت کوئی خادم وغیرہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کو یاد دہانی کراتا رہے ﴿۲﴾ اور فرض کو بشرط طاقت کھڑے ہو کر پڑھیں ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۲۶ فضل في العوارض)

﴿۲﴾ وفي الهندية: مصل اقعء عند نفسه انسانا فيخبره اذا سها عن ركوع او سجود يعجزه اذا لم يمكنه الا بهذا كذا في القنية.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۱۳۸ قبل صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: وان قدر على بعض القيام ولو متكنا على عصا او حائط قام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية او تكبيرة على المذهب لان البعض معتبر بالكل وان تعذرا لا القيام او ماقاعدا.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۵۶۰ باب صلاة المريض)

فدیہ میں مسکینوں کو دو وقت کھلانے کی صورت میں نقد قیمت کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ سے دو روزے قضا ہوئے ہیں اب میرا خیال ہے کہ دو مسکینوں کو ایک سو بیس وقت کھانا کھلا دوں کیا یہ صورت درست ہو سکتی ہے؟ یا آسان صورت لکھ کر ممنون فرمائیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرشید یو اے ای دوئی..... ۲۵/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: فدیہ ادا کرنے میں ضروری ہے کہ یا ہر مسکین کو آدھی چھٹانگ اوپر دو دوسیر (انگریزی) گندم یا اس کی قیمت دی جائے ﴿۱﴾ اور خوراک دینے کی صورت میں دو وقت کھانا ضروری ہے خوراک کی نقد قیمت دینا کافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ككفارة المظاهر) مرتبط بقوله وكفر اي مثلها في الترتيب فيعتق اولاً فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا لحديث الاعرابي المعروف في الكتب الستة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱۹ مطلب في الكفارة)

نوٹ:..... مقدار فطرانہ کی تفصیل فتاویٰ ہذا کے جلد ثالث ۵۰۶ باب صدقة الفطر میں ملاحظہ کریں۔

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة قدرا ومصرفا او قيمة ذلك من غير المنصوص اذ العطف للمغايرة وان اراد الاباحة فغداهم وعشاهم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۳۳ باب الكفارة)



الله

الله



: قال الله تبارك وتعالى :
ثم اتموا الصيام الى الليل ،
ولا تبashروهن وانتم عكفون
فى المسجد .

.....البقرة: ١٨٤.....



قشاور دیوبند پاکستان المعروف قشاور دیوبند

باب الاعتكاف

باب الاعتكاف

باب الإحصاء

باب الاعتكاف

سگریٹ یا حقہ پینے کیلئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف سگریٹ یا حقہ پینے کا

عادی ہو تو کیا وہ اس کیلئے مسجد سے باہر جائے گا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۰/۸/۷۲

الجواب: چونکہ سگریٹ اور حقہ نوشی حوائج طبعی میں سے نہیں ہے اسلئے اس کیلئے مسجد سے باہر

نہیں نکلے گا، البتہ اس کی اجازت ہے کہ مسجد میں کھڑے ہو کر سر کو باہر نکالے اور دھواں باہر پھونکا

کرے ﴿۱﴾ لان الاعتبار للاقدام دون الرأس ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ سگریٹ نوشی اور حقہ نوشی کراہت سے خالی نہیں ہے اور بدبو کی وجہ سے اس کا مسجد میں پینا بھی مکروہ ہے لیکن یہ

ممنوع شرعی ہے ممنوع اعتکاف نہیں ہے، کما یدل علیہ عبارة الهندية: واذا سکر المعتکف لیلا لم

یفسد اعتکافہ لانه تناول محظور الدین لا محذور الاعتکاف کما لو اکل مال الغیر. (فتاویٰ

عالمگیریہ ۱: ۲۱۳ باب الاعتکاف) لہذا اگر عادی شخص کی حاجت بڑھ جائے تو تطبیق کی یہی صورت ہے کہ

مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہو کر دھواں باہر نکالا کرے اور منہ کو صاف کر کے سر کو اندر کرے، لان الاعتبار للاقدام

دون الرأس کما یدل علیہ عبارة الهندية: ولا بأس ان ینخرج رأسه الی بعض اہله لیغسلہ کذا فی

التارخانیة. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۳ بیان مفسدات الاعتکاف)..... (از مرتب)

﴿۲﴾ وفي المهاج: اعلم ان المعتکف لا ینخرج من المسجد لشرب الدخان فالایق ان

یمکث فی المسجد وینخرج رأسه منه لان الاعتبار للاقدام دون الرأس.

(منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۷۴ باب المعتکف ینخرج لحاجتہ ام لا)

ضرورت شدیدہ کی بنا پر اعتکاف چھوڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اہل و عیال میں سے کسی کی بیماری کی وجہ سے یا ناگہانی حادثہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبدالعزیز طورہ وڑی کوہاٹ

الجواب: یقینی خطرہ کی وجہ سے اعتکاف چھوڑنا جائز ہے، پس جب معتکف ایسی حالت میں معتکف سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ گنہگار نہ ہوگا، ماخوذ از رد المحتار و درمختار ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں محلے کی ہر مسجد میں اعتکاف مسنون ہے یا صرف ایک میں؟ بینواتو جروا
المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: اعتکاف عشرہ اخیرہ مسنون علی الکفایۃ ہے، لکن انہ لم یذکر فی روایۃ الاعتکاف فی سوی المسجد النبوی فی عہدہ ﷺ وهو یشیر الی انہ یکفی اعتکاف شخص واحد من البلدة لکن التشبیہ للاعتکاف بالتراویح مشیرا الی انہ مسنون لاهل ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واما ما لا یغلب کانجاء غریق وانهدام مسجد فمسقط للائم لا للبطلان والا لکان النسیان اولی بعدم الفساد، وقال العلامة ابن عابدین: حیث جعل الخروج لعیادة المریض والجنائزہ وصلوتہا وانجاء الغریق والحریق والجهاد اذا کان النفر عاما واداء الشهادة مفسدا بخلاف خروجه الی مسجد آخر الخ.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۳۵ باب الاعتکاف)

كل مسجد من البلدة فافهم وليرجع الى ردالمحتار ﴿١﴾. وهو الموفق

دوران اعتكاف مسجد میں دنیاوی باتیں وغیرہ مکروہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتكاف کے دوران میں مسجد میں

خوش گپیاں اور دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرحمن اچھرہ لاہور شہر..... ۸/۹/۸۷

الجواب: یہ عمل مکروہ ہے ﴿٢﴾ اعتكاف کے دوران میں عبادات کا خاص خیال رکھنا

چاہئے ﴿٣﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله سنة على الكفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقيين.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

قال العلامة ابن عابدين: وهل المراد انها سنة كفاية لاهل كل مسجد من البلدة او مسجد واحد منها او من المحلة ظاهر كلام الشارح الاول واستظهر الثاني ويظهر لى الثالث لقول المنية حتى لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا السنة واساؤا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۵۲۱ مبحث فى التراويح)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن عابدين: يكره للمعتكف التكلم بالمباح بخلاف غيره اى غير المعتكف..... والمراد ما يحتاج اليه من امر الدنيا اذا لم يقصد به القربة والا ففيه ثواب..... انه مكروه اى اذا جلس له كما قيده فى الظهيرية ذكره فى البحر وفى المعراج عن شرح الارشاد لا بأس بالحديث فى المسجد اذا كان قليلا فاما ان يقصد المسجد للحديث فلا.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۴۷ قبيل مطلب فى ليلة القدر)

﴿٣﴾ قال العلامة النظام: (المعتكف) يلزم التلاوة والحديث والعلم وتدريسه وسير النبي ﷺ والانبياء عليهم السلام واخبار الصالحين..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد میں اعتکاف کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو مسجد بازار میں دکانوں کے اوپر چھت پر بنائی گئی ہو اور لوگ اس میں پنج وقتہ نماز پڑھتے ہوں کیا اس میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: جو مسجد (مملوک غیر موقوف) دکانوں پر بنائی گئی ہو وہ مسجد عرفی ہے مسجد شرعی نہیں ہے، کما فی وقف البحر ﴿۱﴾ پس اس قسم کی مساجد میں اعتکاف صحیح نہیں ہے، لان المسجد له شرط ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) و کتابة امور الدین، فان فیہ تسلیم المعتکف کلیتہ الی عبادۃ اللہ تعالیٰ فی طلب الزلفی وتبعید النفس من شغل الدنیا الی ہی مانعة عما یستوجب العبد من القربی واستغراق المعتکف اوقاته فی الصلاة اما حقيقة او حکما لان المقصد الاصلی من شرعیتہ انتظار الصلاة بالجماعات وتشبیہ المعتکف نفسه بمن لا یعصون اللہ ما امرهم ویفعلون ما یأمرون وبالذین یسبحون اللیل والنهار وهم لا یسأمون.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۱۲ الباب السابع فی الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدا لینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فانه یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل هو من تتمیم مصالح المسجد.

(البحر الرائق ۵: ۲۵۱ فصل فی احکام المساجد کتاب الوقف)

﴿۲﴾ قال فی الہندیة: واما شروطہ فمنہا النیة..... ومنها مسجد الجماعة الخ.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۱۱ الباب السابع فی الاعتکاف)

وقال العلامة الحصکفی: والکون فی المسجد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عورتوں کو اعتکاف کیلئے گھروں میں جگہ مخصوص کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے اعتکاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ہمارے علاقہ کے گھروں میں نماز کیلئے مخصوص کمرہ یا جگہ نہیں ہوتی تو عورتیں کہاں اعتکاف کرے گی؟ بینواتوجروا

المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: عورتیں بھی اعتکاف کر سکتی ہیں، کما فی الدر المختار اولبت امرأة فی مسجد بیتھا ﴿۱﴾ اور گھر میں جہاں چاہئے پردہ لگا کر اعتکاف کیلئے جگہ مخصوص کریں ﴿۲﴾۔ وہو الموفق نماز باجماعت کیلئے دوسری مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عالم نے کسی معتکف کو حکم دیا جو رمضان کے آخر میں معتکف تھا کہ ظہر اور عصر کی نماز کیلئے باہر جا کر حاجت انسانی سے فارغ ہو کر اسی باہر والی مسجد میں نماز باجماعت ادا کرے، اب اگرچہ اسی اندر والی مسجد میں بھی نماز باجماعت ہوتی ہے جس میں اعتکاف کیا ہے اب باہر جانے میں ان نمازوں کیلئے اس مسنون اعتکاف عشر اخیرہ میں علماء کیا فرماتے ہیں فاسد ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی امین الدین بڑوخیل میر علی وزیرستان..... ۲۳/۱۲/۱۹۷۱

(بقیہ حاشیہ) والنیة من مسلم عاقل طاهر من جنابة و حیض و نفاس شرطان.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۰ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو لم یکن فی بیتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتکف فیہ کذا

فی الزاہدی. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۱ باب الاعتکاف)

الجواب: معتكف نماز باجماعت کیلئے باہر جاسکتا ہے، ولم اجده صریحا لكن يدل عليه ما في ردالمحتار ثم في الجامع قيل اذا كان يصلي فيه بجماعة فان لم يكن ففي مسجده افضل لئلا يحتاج الى الخروج (۲: ۱۷۶) ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان الجماعة واجبة على العين ﴿۲﴾ فلولم يجر الخروج لقال "ففي مسجده واجب" فافهم واعلم ان عند الصاحبين فيه توسعا ﴿۳﴾ فليراجع. وهو الموفق

معتكف کیلئے سگریٹ نوشی اور مریضوں کو قیامتاً دوا دینے سے بچنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو جامع مسجد کا امام بھی ہے سگریٹ نوشی کرتا ہے اور طبیب بھی ہے رمضان میں اعتکاف کیلئے بیٹھنا چاہتا ہے کیا دوران اعتکاف یہ امام سگریٹ نوشی اور مریضوں کو دوائی وغیرہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز کبیر والا ملتان..... ۱۹۶۹ء/۳/۱۹

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۰ باب الاعتكاف)
﴿۲﴾ قال الشامي: قال الزاهدی ارادوا بالتاكيد الوجوب وفي النهر عن المفيد الجماعة واجبة وسنه لوجوبها بالسنة..... وقال في شرح المنية والاحكام تدل على الوجوب من ان تاركها بلا عذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۴۰۸ باب الامامة)
﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: لو خرج لحاجة الانسان ثم ذهب لعيادة المريض او لصلوة الجنائز من غير ان يكون لذلك قصد فانه جائز بخلاف ما اذا خرج لحاجة الانسان ومكث بعد فراغه انه ينتقض اعتكافه عند ابي حنيفة قل او كثر وعندهما لا ينتقض ما لم يكن اكثر من نصف يوم كذا في البدائع.
(البحر الرائق ۲: ۳۰۲ بحث فان خرج ساعة بلا عذر)

الجواب: سگریٹ نوشی کرنا اور بیماروں کو قیئتاً دوائی دینا چونکہ کارِ ثواب میں داخل نہیں ہے

لہذا اس سے بچنا چاہئے (بحر: ۳۰۴: ۲) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اعتکاف کیلئے گرمی کے موسم میں سرد علاقوں کو جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کی تکلیف سے بچنے کیلئے

برائے اعتکاف سرد علاقوں کو سفر کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے معمولات

کافی متاثر ہو جاتے ہیں، نیز اس سفر کو اختیار کرنے میں سحری اور افطاری کیلئے ہوٹل جانے کی اجازت ہوگی یا

نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد طیب سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۵/۷/۱۹۸۴

الجواب: واضح رہے کہ صوم یا اعتکاف کے ارادہ سے سرد علاقوں کو سفر کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور

نہ ممنوع شرعی، بلکہ مباح ہے، اذا لم يستطع الصيام الا فيه، نیز واضح رہے کہ جو معتکف خادم نہ رکھتا ہو تو وہ

خوردنوش کیلئے گھر وغیرہ جاسکتا ہے کما فی رد المحتار والبحر وغیرہ ﴿۲﴾، لکن اصل مشہور

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وكره احضار المبيع والصمت والتكلم الا بخير).....: ان

المراد بالخير هنا ما لا اثم فيه فيشمل المباح وبغير الخير ما فيه اثم..... وقال في الهداية لكنه

يتجنب ما يكون مأثماً والظاهر ما ذكرناه كما لا يخفى قالوا ويلازم قراءة القرآن والحديث

والعلم والتدريس وسير النبي ﷺ وقصص الانبياء وحكايات الصالحين وكتابة امور الدين.

(البحر الرائق ۳۰۴: ۲ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لعدم الضرورة) اى الى الخروج حيث جازت فى

المسجد وفى الظهيرية وقيل يخرج بعد الغروب للاكل والشرب وينبغى حمله على ما اذا لم

يجد من يأتى له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول بحر.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱۴۶: ۲ باب الاعتكاف)

الضروری بقدر الضرورة ﴿۱﴾ کی بنا پر خوراک وغیرہ مسجد لا کر کھایا کرے۔ وہو الموفق

معتکف کا اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر معتکف کو اخراج ریح کی

ضرورت پڑ جائے تو مسجد سے باہر جائے گا یا نہیں؟ اگر باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: سید رحمٰن ڈگر سوات

الجواب: اخراج ریح کیلئے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف متاثر نہیں ہوتا، لانہ من ممنوعات

المسجد، اگرچہ بعض کے نزدیک مسجد میں اخراج ریح کی رخصت ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد جانا

اعتکاف کیلئے مفسد ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی..... ۷/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد کو جانا مفسد اعتکاف نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال الخالد الاتاسی: الضرورات تقدر بقدرها یعنی کل فعل او ترک جوز للضرورة

فالتجوز علی قدرها ولا يتجاوز عنها. (شرح المجلة للاتاسی ۱: ۵۶ المادة ۲۲)

﴿۲﴾ وفي الهندية: سئل ابو حنيفة رحمه الله عن المعتكف اذا احتاج الى الفصد او الحجامة

هل يخرج فقال لا وفي اللآلی واختلف في الذي يفسو في المسجد فلم ير بعضهم بأسا

وبعضهم قالوا لا يفسو ويخرج اذا احتاج اليه وهو الاصح كذا في التمر تاشی.

(فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۲۱ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلي: ولا يخرج من معتكفه..... (بقيه حاشیه اگلے صفحہ پر)

معتكف کا قرآن کریم سننے یا سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حافظ قرآن آدمی اعتکاف کرے لیکن جس مسجد میں معتکف ہے اس میں لوگ ختم فی التراويح کیلئے تیار نہیں ہیں تو کیا یہ حافظ صاحب قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد جاسکتا ہے؟ بینوا اتوجروا
المستفتی: عبدالرحیم تھانہ ملاکنڈ

الجواب: اگر اس حافظ نے اعتکاف میں بیٹھتے وقت اس کے استئنا کی نیت کی ہو تو درست

ہے ﴿۱﴾ ورنہ احوط یہ ہے کہ نہ نکلے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الا لحاجة الانسان او الجمعة لان الاعتكاف تقرب الى الله تعالى بترك المعاصي وترك الجمعة معصية فينافيه ويخرج قدر ما يمكنه اداء السنة قبلها وقيل قدر ست ركعات يعنى تحية المسجد ايضا ويصلى بعدها اربعا او ستا ولو اطال المكث جاز.
(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۸۷ باب الاعتكاف)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۱۲ الباب السابع فى الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغينانى: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند ابى حنيفة لوجود المنافى وهو القياس وقال لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان فى القليل ضرورة، قال ابن الهمام (وهو الاستحسان) يقتضى ترجيحه لانه ليس من المواضع المعدودة التى رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف الخ.

(هداية مع فتح القدير ۲: ۳۱۱ باب الاعتكاف)

غسل جمعہ کیلئے معتکف کا مسجد سے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن

غسل کیلئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: چونکہ بعض جزئیات میں سنت مؤکدہ اعتکاف کو نفلی اعتکاف میں شمار کیا گیا ہے لہذا

اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، فی رد المحتار: واما النفل ای الشامل للسنۃ المؤکدة
﴿۱﴾ البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استننا کرے اور یا جب طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکل جائے تو بالتبع
اس میں غسل جمعہ کرے، کما فی البدائع ﴿۲﴾. وهو الموفق

معتکف کا گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے

نکل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد عبدالواحد نقشبندی

الجواب: اگر یہ اعتکاف منذر اور واجب نہ ہو تو اس میں غسل کیلئے نکلنا مفسد نہیں ہے،

کما فی الہندیۃ ۱: ۲۲۶ ہذا کله فی الاعتکاف الواجب اما فی النفل فلا بأس بان

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۳۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: ویجوز ان تحمل الرخصة علی ما اذا کان خرج المعتکف

لوجه مباح کحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مریضا او صلی علی جنازة من غیر ان کان
خروجه لذلك قصدا وذلک جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما یفسد الاعتکاف وما لا)

يخرج بعذر وغيره في ظاهر الرواية وفي التحفة فلا بأس فيه بان يعود المريض ويشهد الجنازة كذا في شرح النقاية للشيخ ابي المكارم ﴿١﴾ اور اگر اعتكاف میں داخل ہونے کے وقت گرمی کے غسل کیلئے نکلنے کا استننا کرے، تو علامہ شامی کی رائے کے مطابق بھی مفسد نہ ہوگا، کیونکہ آپ عشرہ اخیرہ کے اعتكاف کو واجب جیسا حکم دیتا ہے ﴿٢﴾ ومسئلة الاستثناء في الهندية ۲۲۶: ۱ فليراجع ﴿٣﴾. وهو الموفق

اعتكاف میں استثناء کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اعتكاف میں بیٹھتے

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۳ الباب السابع في الاعتكاف)
 ﴿٢﴾ قال العلامة الشامي: والصحيح انه سنة مؤكدة لان النبي ﷺ واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة من ان المواظبة بلا ترك دليل الوجوب والجواب كما في العناية انه عليه السلام لم ينكر على من تركه ولو كان واجبا لانكر، وحاصله ان المواظبة انما تفيد الوجوب اذا اقترنت بالانكار على التارك..... وقوله في البحر لا يمكن حمله عليه لتصريحهم بان الصوم انما هو شرط في المنذور فقط دون غيره فيه نظر لانهم انما صرحوا بكونه شرطا في المنذور غير شرط في التطوع وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور انه لا يكون الا بالصوم عادة ولهذا قسم في متن الدرر..... ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم يتعرض للثاني لما قلنا ولو كان مرادهم بالتطوع ما يشمل المسنون لكان عليه ان يقول شرط لصحة الاول فقط كما قال المصنف فعبارة صاحب الدرر احسن من عبارة المصنف. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف)

﴿٣﴾ وفي الهندية: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا في التارخانية ناقلا عن الحجة.
 (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۱۲ مفسدات الاعتكاف)

وقت جنازہ وغیرہ کے استثناء کی نیت کرے تو کتنی دور تک سفر کر کے جنازہ کیلئے جاسکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی محمد سلیمان ٹیکسلا..... ۱۶/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ شرط درست ہے اور ہر قریب و بعید جنازہ کیلئے جاسکتا ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر اکثر

وقت (شب و روز) مسجد سے باہر رہا تو یہ شب و روز اعتکاف میں شمار نہ ہوں گے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

معتکف کا جنازہ کیلئے نکلنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں

معتکف ہوا، اور نماز جنازہ پڑھانے باہر گیا، کیا اعتکاف میں فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: پیر نجم علی شاہ حقانی..... ۱۲/۸/۱۹۸۳ء

الجواب: اگر اس شخص نے اعتکاف شروع کرتے وقت استثناء کیا ہو مثلاً یہ نیت کی ہو کہ میں جنازہ

پڑھنے یا پڑھانے باہر جاؤں گا تو اسی صورت میں یہ اعتکاف بر حال خود درست ہے (شرح التویر) ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض

وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا في التارخانية.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۱۲ مفسدات الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وعلى كل فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف

المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جميعه او باقيه مخرج على قول ابى يوسف اما على قول

غيره فيقضى اليوم الذى افسده لاستقلال كل يوم بنفسه..... والحاصل ان الوجه يقتضى

لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لان كل يوم بمنزلة شفع

من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: لو شرط وقت النذر ان..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

اگر استثناء نہ کیا ہو مگر طہارت یا قضائے حاجت کیلئے نکلا ہو اور اسی دوران میں نماز جنازہ بھی پڑھایا ہو تو اسی صورت میں بھی اعتکاف درست ہے (بدائع الصنائع ۲: ۱۱۴) ﴿۱﴾ اور اگر جنازہ کیلئے قصداً بالذات باہر نکلا ہو تو بنا بر ظاہر الروایت اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوا ہے البتہ اگر مسنون کو منذور کے حکم میں مان لیا جائے تو ایک دن رات قضا کرنا پڑے گی ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

معتکف کیلئے نسیاناً مسجد سے نکلنے میں مفتی بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معتکف اگر نسیاناً مسجد سے نکلے تو

عند الامام مفسد الاعتکاف ہے خلافاً لهما کما فی الہدایۃ، فتویٰ کس مذہب پر ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مبارک شاہ مدرسہ عربیہ تجوڑی بنوں..... ۲۳/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے صاحبین کا مذہب قوی ہے مگر احوط امام صاحب کا مذہب ہے، اما

(بقیہ حاشیہ) ینخرج لعیادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک فلیحفظ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۴۶ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ويجوز ان تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضاً او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلك قصداً وذلك جائز.

(بدائع الصنائع ۲: ۲۸۴ فصل ما يفسده وما لا يفسده)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلو شرع في نفيه ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه لانه لا يشترط له الصوم على الظاهر من المذهب وما في بعض المعتمرات انه يلزم بالشروع مفرع على الضعيف قاله المصنف وغيره وحرم عليه اي على المعتكف اعتكافاً واجبا اما النفل فله الخروج لانه منه له لا مبطل كما مر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

الاول فلکونها استحسانا واما الثانی فظاهر ﴿۱﴾ واما مبحث ابن الہمام فیمكن ان یجاب عنه بان الملحوظ عندهم نفس الخروج لا متعلقاته. وهو الموفق

فساد صوم سے اعتکاف مسنون تطوع بن جاتا ہے نہ کہ فاسد

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس معتکف کا روزہ فاسد ہو جائے کیا اس سے اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا .

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ..... ۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک اعتکاف مسنون میں صوم شرط نہیں ہے، وھذا الراجح عند صاحب البحر ﴿۲﴾ اور علامہ شامی کے نزدیک اس میں صوم شرط ہے لیکن صوم کے فساد کی ﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة لوجود المنافي وهو القياس وقال لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان في القليل ضرورة، قال ابن الهمام (قوله وهو الاستحسان) يقتضى ترجيحه لانه ليس من المواضع المعدودة التي رجح فيها القياس على الاستحسان ثم هو من قبيل الاستحسان بالضرورة كما ذكره المصنف واستنباط من عدم امره اذا خرج الى الغائط ان يسرع المشى بل يمشى على التؤدة وبقدر البطء تتخلل السكنات بين الحركات على ما عرف في فن الطبيعة وبذلك يثبت قدر من الخروج في غير محل الحاجة فعلم ان القليل عفو الخ. (هدايه مع فتح القدير ۲: ۳۱۱ باب الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وأشار بالمسجد والصوم والنية الى شرائطه لكن ذكر الصوم معها لا ينبغي لانه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على غيره لتصريحه بعد بان اقله نفلا ساعة فلزم ان الصوم ليس من شرطه..... بان الصوم انما هو شرط في المنذور فقط دون غيره الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۹۹ باب الاعتكاف)

مجہ سے یہ اعتکاف مسنون سے خارج ہو کر تطوع بن جاتا ہے نہ کہ باطل، کما فی رد المحتار
۲: ۱۷۸ باب الاعتکاف ﴿۱﴾. وهو الموفق

حالت اعتکاف میں اخبار پڑھنا اور ریڈیو پر خبریں سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ریٹائرڈ ٹیچر اعتکاف میں بیٹھا ہے وہ اعتکاف کے دوران اخبار و رسائل دیکھتا ہے نیز خبریں سننے کیلئے ریڈیو بھی اپنے پاس رکھا ہے کیا اس کیلئے یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: نا معلوم.....

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: (قوله على المذهب) وهو رواية الاصل ومقابله رواية الحسن انه شرط للتطوع ايضا وهو مبني على اختلاف الرواية في ان التطوع مقدر بيوم اولا ففي رواية الاصل غير مقدر فلم يكن الصوم شرطا له وعلى رواية تقديره بيوم وهي رواية الحسن ايضا يكون الصوم شرطا له كما في البدائع وغيرها قلت ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا في الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز سن لبث في مسجد بصوم ونية فانه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على التطوع لقوله بعده واقله نفلا ساعة فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه وقوله في البحر لا يمكن حمله عليه لتصريحهم بان الصوم انما هو شرط في المنذور فقط دون غيره فيه نظر لانهم انما صرحوا بكونه شرطا في المنذور غير شرط في التطوع وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور انه لا يكون الا بالصوم عادة ولهذا قسم في متن الدرر الاعتكاف الى الاقسام الثلاثة المنذور والمسنون والتطوع ثم قال والصوم شرط لصحة الاول لا الثالث ولم يتعرض للشأنى لما قلنا ولو كان مرادهم بالتطوع ما يشمل المسنون لكان عليه ان يقول شرط لصحة الاول فقط الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۷۱ باب الاعتكاف)

الجواب: یہ مقاصد اور اداب اعتکاف کے خلاف امور ہیں ﴿۱﴾ معتکف کیلئے تلاوت، نوافل کی کثرت اور دینی مسائل کے مطالعہ کا شغف رکھنا چاہئے، کما فی شرح التنویر ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اعتکاف مسنون کے قضا کی صورتیں اور مسجد میں ٹہلنے اور غسل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) آخری عشرہ رمضان میں اعتکاف مسنون اگر کسی مجبوری مثلاً بیماری، خوف یا اہل و عیال میں سے کسی کی بیماری، حادثہ یا موت کی وجہ سے اگر چھوڑنا پڑے تو اس کی قضا کب اور کیسے کی جاسکتی ہے؟

(۲) کیا اگلے رمضان کے آخری عشرہ میں قضا کی جائے گی؟

(۳) اگر آٹھویں یا دسویں دن ہی اعتکاف چھوڑنا پڑے تو کیا قضا دس دن کی ہوگی یا صرف بقایا ایام کی؟

(۴) کیا قضا کے بدلے میں اعتکاف ہی کرنا پڑے گا یا فدیہ بھی دیا جاسکتا ہے؟

(۵) اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا اور معتکف کی جگہ چھوڑ کر مسجد ہی میں دوسری جگہ لیٹ

جانا یا ٹہلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: قاری سعید الرحمن راولپنڈی..... ۱۷/شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وفي الهندية: واما محاسنه فظاهرة فان فيه تسليم المعتكف كلية الى عبادة الله تعالى في طلب الزلفى وتباعد النفس من شغل الدنيا التي هي مانعة عما يستوجب العبد من القربى واستغراق المعتكف اوقاته في الصلوة اما حقيقة او حكماً.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۱۲ الباب السابع في الاعتكاف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وتكلم الا بخير وهو ما لا اثم فيه ومنه المباح عند الحاجة اليه لا عند عدمها..... وقراءة قرآن وحديث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبياء علیہم السلام وحكايات الصالحين وكتابة امور الدين.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۴۷ باب الاعتكاف)

الجواب: (۲، ۳، ۲، ۱) اعتكاف مسنونہ کے فاسد کرنے کی صورت میں ایک دن رات اعتكاف قضا کرنی ہوگی، وہو قول ابی حنیفہ و محمد، اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک (ایک قول میں) باقی ایام کی قضا کرنی ضروری ہے (ماخوذ از شامی ۲: ۱۰۲) ﴿۱﴾ اور بہر حال یہ قضا (علی الاحوط) غیر رمضان میں کرنی ہوگی، نہ اس میں کسی مدت کی تعیین ہے اور نہ فدیہ دینا کافی ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین: ومقتضى النظر لو شرع فى المسنون اعنى العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاءه تخريجا على قول ابى يوسف اى يلزمه قضاء العشر كله لو افسد بعضه واما على قول غيره فيقضى اليوم الذى افسده لاستقلال كل يوم بنفسه والحاصل ان الوجه يقتضى لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقي لان كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب فى الاعتكاف)

﴿۲﴾ چونکہ علامہ شامی کے نزدیک اعتكاف مسنون میں صوم شرط ہے اگرچہ علامہ ابن نجیم کے نزدیک صرف اعتكاف منذور میں صوم شرط ہے لیکن دلائل کی رو سے علامہ شامی کا قول رائج معلوم ہوتا ہے تو گویا کہ ان کے نزدیک اعتكاف مسنون اعتكاف منذور کے قریب ہے، کما يفهم من عباراته حيث قال: ومقتضى ذلك ان الصوم شرط ايضا فى الاعتكاف المسنون لانه مقدر بالعشر الاخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض او سفر ينبغي ان لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به اقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز فتعين حملة على المسنون سنة مؤكدة فيدل على اشتراط الصوم فيه الخ (ردالمحتار ۲: ۱۴۱ باب الاعتكاف) اور اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ: ان المواظبة انما تفيد الوجوب اذا اقترنت بالانكار على التارك اور ۲: ۱۴۳ میں فرماتے ہیں: اقول لكن بعد ما صرح صاحب البدائع بلزومه بالشروع ذكر رواية الحسن ووجهها وهو ان الشروع فى التطوع موجب للاتمام على اصل اصحابنا صيانته للمؤدى عن البطلان الخ.

پس تحقیق کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا رجحان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) گرمی کی وجہ سے غسل کرنا مفسد اعتکاف نہیں ہے البتہ احوط یہ ہے کہ ابتدا میں استثناء کرے اور مسنون یہ ہے کہ معتکف میں سویا کرے لیکن مسجد کے اندر دیگر جگہوں میں سونا مفسد نہیں ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سارے مہینے کے معتکف کا مسجد سے بلا عذر نکلنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے رمضان المبارک کے شروع سے سارے مہینے کے اعتکاف کی نیت کی، دوران اعتکاف بندہ چند منٹ کیلئے مسجد کے حجرہ جس میں پیش امام صاحب بیمار پڑا تھا عیادت کیلئے گیا، احساس ہوتے ہی جلدی مسجد آ گیا، از روئے شروع اعتکاف میں نقصان آ گیا کہ نہیں؟ واضح رہے کہ یہ اعتکاف نذر نہیں تھا۔ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی سخی بادشاہ حقانی مدرسہ تعلیم القرآن کرک..... ۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: اگر یہ معتکف عشرہ اولی یا وسطی میں عیادت کیلئے مسجد سے باہر گیا ہو تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے، لانہ انہی الاعتکاف بالخروج ثم انشاء بالدخول ﴿۲﴾ اور اگر عشرہ اخیرہ میں باہر گیا (بقیہ حاشیہ) اسی جانب ہے کہ بنا بر احتیاط اس کی قضاء غیر رمضان میں کرنی ہوگی۔

قال العلامة الحصکفی: وان لم يعتکف رمضان المعین قضی شہرا غیرہ بصوم مقصود لعود شرطہ الی الکمال الاصلی (۲: ۱۲۲)..... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وخص المعتکف باکل وشرب ونوم وعقد احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ فلو لتجارة کرہ۔

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۲۶ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: اذا دخل المسجد بنية الاعتکاف فهو معتکف ما اقام تارک له اذا خرج وظاہرہ ان مستند ظاہر الروایۃ ما ذکرہ فی الكتاب ولا یمتنع ان یکون مستندہ صریحا آخر بل هو الظاہر لنقل الثقات..... ان ظاہر الروایۃ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک شب و روز کی قضا کرنی پڑے گی، لان التحقیق انہ کا المنذور ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اعتکاف رمضان کے ٹوٹنے کی صورت میں قضا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں گزشتہ رمضان میں کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تھا اب قوم اس مسئلہ میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں کوئی کہتا ہے کہ باقی دنوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور کوئی کہتا ہے کہ پورے اعتکاف کی قضا ضروری ہے، صحیح مسئلہ سے ہمیں مطلع فرمائیے؟ بینواتوجروا

المستفتی: بعل محمد مرغانی جنرل ٹائیٹرس روس پشاور..... ۱۹۶۹ء ۲/۱

الجواب: محقق ابن الہمام کا میلان پورے دس دن قضا کرنے کی طرف ہے، یعنی آخری

عشرہ اور قضا رمضان سے خارج دوسرے مہینوں میں ضروری ہے، قال العلامة الشامی ۲: ۱۳۵ ثم (بقیہ حاشیہ) مروی لا مستنبط و اشار الی انہ لو شرع فی النفل ثم قطعه لا یلزمہ القضاء فی ظاہر الروایۃ لانہ غیر مقدر فلم یکن قطعه ابطالا۔ (البحر الرائق ۲: ۳۰۰، ۳۰۱ باب الاعتکاف)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما النفل) ای الشامل للسنة المؤکدة..... انها مقدرة بالعشر الاخير..... ومفاد التقدير ایضا لزوم بالشروع تأمل ثم رأیت المحقق ابن الہمام قال ومقتضى النظر لو شرع فی المسنون اعنی العشر الاوخر بنیتہ ثم افسده ان یجب قضاءه تخریجا علی قول ابی یوسف فی الشروع فی نفل الصلاة ناویا اربعا لا علی قولہما..... فیظہر من بحث ابن الہمام لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعہ او باقیہ مخرج علی قول ابی یوسف اما علی قول غیرہ فیقضى اليوم الذی افسده لاستقلال کل يوم بنفسه..... والحاصل ان الوجه یقتضى لزوم کل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رأيت المحقق ابن الهمام قال ومقتضى النظر لو شرع في المسنون اعني العشر الاواخر بنيته ثم افسده ان يجب قضاءه الخ ﴿١﴾ ودليل الثاني ان الشروع فيه ملزم كالنذر وفي صورة النذر يلزم القضاء في غير رمضان فكذا ههنا، قال في الدر المختار وان لم يعتكف رمضان المعين قضى شهرا غيره بصوم مقصود لعود شرطه الى الكمال انتهى ﴿٢﴾، قلت ويؤيده ما رواه ابو داود عن عائشة فامر ببناءه فقوض وامر ازواجه بابتيتهن فقوضت ثم اخر الاعتكاف الى العشر الاول يعني من شوال ﴿٣﴾. وهو الموفق

اعتكاف عشره اخيره كي قضا اور عدم قضا كا مسئله

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ اخیرہ کا اعتکاف سنت اگر فاسد ہو جائے تو اس کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو کتنے دنوں کا لزوم ہوگا؟ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ردالمحتار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قضا نہیں ہے جبکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ قضا لازم ہے اس میں ترجیح کس قول کو ہوگی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مبارک شاہ دارالعلوم تجوڑی بنوں..... ۱۸/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منذور اعتکاف جو کہ مسنون کو بھی

شامل ہے خروج سے باطل اور فاسد نہیں ہوتا ہے لیکن ابن الہمام کے کلام سے اس مسنون کا شروع سے

(بقیہ حاشیہ) یوم شرع فیہ عندهما بناء علی لزوم صومه الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿٢﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۴۲ باب الاعتکاف)

﴿٣﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۱ باب الاعتکاف کتاب الصوم)

واجب ہونا معلوم ہوتا ہے، ملخص کلامہ المذكور فی ردالمحتار ۱: ۱۸۰ انہ اذا افسد المنذور يلزمه قضاء الباقي، واذا افسد المسنون (بالجماع مثلاً) يلزمه قضاء اليوم الواحد عند ابی حنیفہ و محمد رحمہم اللہ و عند ابی یوسف رحمہ اللہ يقضى العشر او الايام الباقية ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

معتکف کے مرنے پر اعتکاف کی تکمیل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اعتکاف کیلئے بٹھایا گیا تھا، مگر تین دن کے بعد وفات ہوا اب دو آدمیوں کا جھگڑا ہے ایک کہتا ہے کہ اعتکاف ہوا ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اب دوسرا آدمی بٹھانا ہوگا، اب اس نزاع کا حل کیا ہے اور اہل محلہ کا ذمہ فارغ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: محمد شارکوثر سدوخیل پڑانگ چارسدہ..... ۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: چونکہ ان دونوں میں سے کسی نے بھی عشرہ اخیرہ کا اعتکاف نہیں کیا ہے اور آخری عشرہ میں پورے دس دن کا اعتکاف مسنون ہے اور یہ اعتکاف عشرہ تک نہ رہا، لہذا اگر تمام بستی میں دوسرے شخص نے اعتکاف نہ کیا ہو تو پوری بستی کے لوگ تارک السنۃ ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۱۴۳ باب الاعتکاف)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: (قوله ای سنة كفاية) نظيرها اقامة التراويح بالجماعة فاذا اقام بها البعض سقط الطلب عن الباقيين فلم ياثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر ولو كان سنة عين لا ثموا بترك السنة المؤكدة.

(ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۱۴۱ باب الاعتکاف)



شارع دیوبند پاکستان المعروف بشارع دیوبند

کتاب الحج

باب تفسیر الحج

وشرائطه واداءاته





.....: قال الله تعالى:

ولله على الناس
حج البيت من استطاع
اليه سبيلا.

.....﴿ال عمران: ٩٧﴾.....

کتاب الحج

باب تفسیر الحج و شرائطہ وارکانہ

سفر حج کے اسرار اور منافع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب حج کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ آدمی اپنے بسترے کو اپنے کندھوں پر لاد کر سفر کے نشیب و فراز سے واقف ہو جائے اور وقت کا کھانا بے وقت کھائے تاکہ واپس آ کر مسافری کا احساس ہو کیا واقعی حج اسلئے فرض کیا گیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عبدالوہاب

الجواب: حج کی فرضیت کا (راز) سبب تعظیم بیت اللہ ہے ﴿۱﴾ اور سفر حج میں بہت منافع اور برکات ہوتی ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو کہ اس صاحب نے ذکر کئے ہیں، یشیر الی الاول ما فی الدر المختار، فرض مرة لان سببه البيت وهو واحد ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام ولی اللہ الدہلوی: المصالح المرعية فی الحج امور منها تعظیم البيت فانه من شعائر اللہ و تعظیمہ هو تعظیم اللہ تعالیٰ.

(حجة الله البالغة ۲: ۵۶ مبحث من ابواب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۵۱ کتاب الحج)

حدیث ”من لم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او نصرانیا“ تغلیظ پر محمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین حدیث ذیل کی تشریح میں کہ جس نے بغیر کسی عذر کے حج نہیں

کیا تو اگر وہ مر گیا تو یا یہودی مر گیا یا نصرانی، حدیث یہ ہے: وعن امامة رضى الله عنه قال، قال رسول الله ﷺ من لم يمنعه من الحج حاجة ظاهرة او سلطان جابر او مرض فمات

ولم یحج فلیمت ان شاء یهودیا او ان شاء نصرانیا (رواہ الدارمی). بینوا توجروا

المستفتی: نا معلوم..... ۳/۹/۱۹۷۳

الجواب: واضح رہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور تعظیم یہود و نصاریٰ نہیں کرتے یہ مسلمان کرتے

ہیں پس جو مسلمان باوجود استطاعت اور بغیر کسی عذر کے حج بیت اللہ نہ کرے تو اس نے مسلمانوں کے راہ پر

سلوک نہیں کیا یعنی اس میں یہود و نصاریٰ کا عمل موجود ہوا ہے ورنہ اعتقاد درست ہے منکر نہیں ہے لہذا یہ شخص

مسلمان رہے گا اور حدیث تغلیظ پر محمول ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صرف نیت کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند اشخاص نے زید کو کہا کہ ہم تم

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (ان یموت یهودیا او نصرانیا) ای فی الکفر ان اعتقد عدم

الوجوب وفی العصیان ان اعتقد الوجوب وقیل هذا من باب التغلیظ الشدید والمبالغة فی

الوعید..... والاظہر ان وجه التخصیص کونہما من اهل الکتاب غیر عاملین بہ فشبہ بہما من

ترک الحج حیث لم یعمل بکتاب اللہ تعالیٰ ونبذہ وراء ظهرہ کانہ لا یعلمہ، قال الطیبی

والمعنی ان وفاته علی هذه الحالة ووفاته علی اليهودیة والنصرانیة سواء والمقصود التغلیظ

فی الوعد کما فی قوله تعالیٰ ومن کفر.....

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۵: ۲۷۳ کتاب المناسک الفصل الثانی)

کو اس سال حج کیلئے بھیجیں گے تم حج کی نیت کرلو، پھر اس نے حج کی درخواست دی منظوری آئی تو کیا زید پر صرف نیت کرنے سے حج فرض ہوایا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور..... ۱۰/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: حج صرف نیت کرنے سے فرض نہیں ہو جاتا ہے جبکہ تلبیہ تا حال نہیں پڑھا ہے

﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حج اور عمرہ میں نیت کے الفاظ غلط پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج تمتع کرنے والا تھا اس نے ناسمجھی اور غلطی کی وجہ سے کراچی سے حج کی نیت کی، یعنی اللھم انی ارید الحج الخ، حالانکہ اسے اللھم انی ارید العمرة الخ، پڑھنا چاہئے تھا، وہاں حرم میں جا کر طواف وسعی کر کے بال منڈوالئے، یعنی حج کی نیت کر کے عمرہ کیا آٹھویں ذی الحجہ کو پھر حج کی نیت کی کیا اس کا یہ عمرہ اور حج ادا ہوئے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: زاہد الرحمن خانہ صواتی کلے کرک..... ۲۳/۴/۱۹۸۴ء

الجواب: نیت ارادہ قلبی کا نام ہے نہ کہ الفاظ کا ﴿۲﴾ پس اس شخص پر دم وغیرہ واجب نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: ولا يصير شارعا بمجرد النية ما لم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة كذا في المصمرات.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۲۲ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الشرنبلالی: النية في اللغة مطلق القصد وفي الشريعة قصد كون الفعل لما شرع له..... وقال شيخ الاسلام الديري: النية هي الارادة الجازمة لان النية في اللغة العزم والعزم هو الارادة الجازمة القاطعة، وقال الشيخ الخطابي: معنى النية قصدك الشيء بقلبك وتحرك الطلب منك، وقال البيضاوی: النية عبارة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوا ہے اور نہ اس پر اعادہ حج و عمرہ ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

دوسرے کے مال سے حج کرنے والا دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے میں کیا نیت کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک بار حج اپنے والد

کے ہمراہ ادا کیا ہے خرچہ اس نے دیا تھا اور اس وقت میں غنی نہیں تھا آج میں خود غنی ہوں اس لئے دوبارہ اپنے مال سے حج کرنے کا ارادہ کیا ہے لیکن اب نیت کے بارے میں فکر مند ہوں کہ میں فرض حج کی نیت کروں یا نفل حج کی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: امان اللہ خان

الجواب: اگر آپ نے پہلی دفعہ فرض حج کی نیت کی تھی تو آپ کا ذمہ فارغ ہوا ہے اور اگر

بالفرض آپ نے نفل حج کی نیت کی تھی تو اب دوبارہ فرض حج ادا کرے (شامی ۲: ۱۹۵) ﴿۲﴾۔

ملاحظہ:..... ہمارے بلاد کے لوگ حج فرض کی نیت کرتے رہتے ہیں۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عن انبعاث قلبک نحو ما تراہ موافقا لفرض من جلب نفع او دفع ضرر حالا او مآلا والشرع خصصها بالارادة للتوجه نحو الفعل ابتغاء لوجه الله تعالى وامثالاً لحكمه..... وقال الکمال النية قصد الفعل..... وقال عبد الواحد: اذا علم ای صلاة یصلی قال محمد بن سلمة هذا القدر نية والاصح انه لا يكون نية لان النية غير العلم بها الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۲۳۴ باب شروط الصلاة وارکانها)

﴿۱﴾ قال فی الشامیة: فیصح الحج بمطلق النية ای بالنية المطلقة عن التقييد بالحج بان نوى النسک من غير تعيين حج او عمرة ثم ان عين قبل الطواف فيها والا صرف للعمرة، قال فی اللباب وتعيين النسک ليس بشرط فصح مبهما وبما احرم به الغير ثم قال فی موضع آخر ولو احرم بما احرم به غيره فهو مبهم فليزمه حجة او عمرة..... وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۷۲ قبيل مطلب فيما يصير به محرما)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامي: فالتقييد بالفقير لظهور عجزه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلی سے زائد زمین رکھنے والے پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین حاجت اصلی میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس میں حج کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عمرزادہ ہیڈ ماسٹر جمشلی سوات..... ۱۲/۶/۱۹۷۵

الجواب: جتنی مقدار زمین سے سالانہ ضروریات پورے ہوتی ہیں وہ حاجت اصلی میں داخل ہیں اور ان سے زائد حج کیلئے فروخت کیا جائے گا، کما فی الہندیۃ (۲: ۲۱۸) وان کان صاحب ضیعة ان کان له من الضیاع ما لو باع مقدار ما یکفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائیا ونفقة عیالہ واولادہ یبقی له من الضیعة قدر ما یعیش بغلة الباقی یفترض علیہ الحج والا فلا ﴿۱﴾. وهو الموفق

مکانات اور دکانوں کی صورت میں حج کی فرضیت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زرعی زمین کے علاوہ مکانات اور دکانیں بھی ہیں، جس کا باقاعدہ آمدن کرایہ کی صورت میں وصول کرتا ہے کیا اس پر حج فرض ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۳/۴/۱۹۷۳

الجواب: زرعی زمین، مکانات، دکانیں اور دیگر جائیداد وغیرہ اگر اس کے حوائج اصلیہ اور حج سے

(بقیہ حاشیہ) عن المركب ولیفید انه یتعین علیہ ان لا ینوی نفلا علی زعم انه لا یجب علیہ لفقره لانه ما کان واجبا وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ فلو نواه نفلا لزمہ الحج ثانیاً. (ردالمحتار ہامش الدرالمختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج قوله للآفاقی لا المکی)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۸ کتاب المناسک بیان شرائط وجوبہ)

واپس آنے تک اہل و عیال کے نفقہ سے زائد ہو تو اس پر حج فرض ہے، وفي الهدایة: اذا قدر علی الزاد والراحلة فاضلا عن المسکن ومالا بد منه وعن نفقة عیاله الی حین عوده ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قرض لے کر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجھے حج پر جانے کیلئے سترہ ہزار روپیہ دیئے تھے اس وقت دینے والے نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ قرضہ ہے اگر مجھے اس وقت معلوم ہوتا تو میں ہرگز اس سے حج نہ کرتا کیونکہ قرض لے کر حج پر جانا ہرگز جائز نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا قرض لے کر بھی حج ہو سکتا ہے یا نہیں، اب میں کیا کروں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی علی محمد ہائی سکول رسالپور نوشہرہ..... ۱۹۸۴ء/۱۱/۱۹

الجواب: جو شخص پیدل یا قرض مال پر حرم پہنچے اور عام پاکستانیوں کی طرح عمرہ کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو فرض حج کی نیت کرے تو اس شخص کا ذمہ فریضہ سے فارغ ہو جاتا ہے ﴿۲﴾ آئندہ اگر یہ شخص غنی بھی ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ہدایہ ۱: ۲۱۳ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: والفقیر الآفاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی..... فالتقید بالفقیر لظہور عجزه عن المركب ولیفید انه یتعین علیہ ان ینوی حج الفرض ليقع عن حجة الاسلام ولا ینوی نفلا علی زعم انه فقیر لا یجب علیہ الحج..... ان قولنا الحج لا یجب علی الفقیر انما المراد به الآفاقی قبل وصوله الی المیقات فانه حیث اذا اراد دخول الحرم یجب علیہ احرام احد النسکین وبدخوله الی مکه ووصولہ الی الکعبة تعین علیہ فرضیة الحج سواء احرم به ام لا. (ارشاد الساری ۲۸ مبحث فی الفقیر اذا وصل الی مکه او المیقات)

﴿۳﴾ وفي الهندیة: الفقیر اذا حج ماشیا ثم ایسر لا حج علیہ هکذا فی فتاویٰ قاضی خان

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ کتاب المناسک الباب الاول)

مسجد کیلئے زمین فروخت کی اس رقم پر حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پرانی مسجد کو پختہ بنانے کیلئے زمین فروخت کر دی اور کافی رقم اس کے ہاتھ آئی، کیا اس رقم کی وجہ سے اس پر حج فرض ہو یا مسجد بنادے؟ اور اس رقم کے نہ ہونے سے یہ شخص مفلس ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: راز محمد وزیر C/o حافظ رب نواز جنوبی وزیرستان..... ۱۹۸۶ء/۴/۶

الجواب: یہ رقم اس شخص کی ملکیت ہے ﴿۱﴾ اس پر باقاعدہ حج اور زکوٰۃ مفروض ہیں البتہ اگر حوالان حول یا اعلان داخلہ کے وقت یہ رقم ناکافی تھی تو یہ فرائض عائد نہ ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ یہ رقم اس شخص نے ابھی تک مسجد مرمت میں خرچ نہیں کی ہے یعنی باقاعدہ مسجد نہیں بنائی تو یہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی بلکہ بدستور اس کی ملکیت ہے اور اگر چندہ مسجد میں دی ہے تو بھی یہ رقم وقف نہیں ہے بلکہ اس کا ملوک ہے کما صرح به الشاہ اشرف علی التہانوی فی امداد الفتاویٰ اور اسی فتاویٰ میں تصحیح الاغلاط کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ مسئلہ ابھی منقح نہیں ہوا کہ چندہ مساجد و مدارس وغیرہ معطیٰ کی ملک سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں اہل علم غور فرمائیں تو اس حوالے سے بندہ نے ”الملقط فی الفتاویٰ الحنفیہ“ میں ایک جزئیہ پالیا اس جزئیہ کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چندہ خرچ کرنے سے پہلے معطیٰ کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، کما فی الملتقط ۲۷۱ اذا جمع دراهم لكفن ميت ففضل او كفنه غيره، يصرف الى المعطين فان لم يوجدوا يصرف الى كفن مثله فان تعذر ذلك يتصدق به انتهى، وفي الهندية ۲: ۴۶۰ رجل اعطى درهما في عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد صح لانه وان كان لا يمكن تصحيحه تمليكا بالهبة للمسجد فاثبات الملك للمسجد على هذا الوجه صحيح فيتم بالقبض..... (از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: والعبرة لوجوبها وقت خروج اهل بلدها وكذا سائر الشروط قال الشامي اي يعتبر وجودها في ذلك الوقت.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۵۹ مطلب في فروض الحج و واجباته)

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں کا مشترکہ مال ہو تو اس میں کون شراکت دار حج ادا کرے گا، اور کس پر فرض ہے صحیح سند کے ساتھ لکھ دیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: علی محمد خسرو روی ریگی غزالبند کوئٹہ..... ۹/۳/۱۹۸۲ھ

الجواب: اگر ہر شریک کا حصہ مقدار فرضیت تک پہنچتا ہو تو ہر ایک پر حج فرض ہے ورنہ کسی پر نہیں (معتبرات فقہ) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مشترکہ مال میں حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی اکٹھے رہتے ہیں تین بھائی شادی شدہ ہیں اور ایک شادی شدہ نہیں ہے اب ہم اتنی رقم رکھتے ہیں کہ ایک بھائی حج کر سکتا ہے تو اس پر بڑا بھائی حج ادا کرے یا چھوٹے بھائی کی شادی کروائیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: فضل الرحیم لس نائیک دتہ خیل بنوں..... ۲۴/رمضان ۱۳۹۹ھ

الجواب: آپ تمام مشترکہ نقد و زر وغیرہ کی فرضی تقسیم کریں اس کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ ہر ایک بھائی پر حج فرض ہے یا نہیں، مشترکہ مال سے فرضیت حج کا اندازہ لگانا اسی طریقہ سے ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امین الشامی: (قوله ذی زاد وراحلة) افاد انه لا يجب الا بملک الزاد و ملک اجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة او العارية کما فی البحر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ اسی فرضی تقسیم سے ہر ایک بھائی کا حصہ جب معلوم ہو جائے اگر ہر ایک کے حصہ میں اتنی رقم آئے کہ اس سے حج کے جملہ اخراجات پورے ہوتے ہوں تو ہر حصہ دار پر حج فرض ہے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مشترکہ مال سے حج کرنے والے فقیر کا ذمہ فریضہ حج سے ساقط ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد رفیق کے والد، والدہ اور چھوٹے بھائیوں نے مشترکہ مال سے حج کیا ہے اب والد نے محمد رفیق سے کہا کہ اس سال تم حج پر چلے جاؤ، لیکن محمد رفیق نے کہا کہ میرا یہ حج فرض کا بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مشترکہ مال ہے اب سوال یہ ہے کہ اگر محمد رفیق اس اشتراک سے جدا حالت میں متمول ہو جائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا لازمی ہوگا یا نہیں؟ یا وہی مشترکہ مال سے کیا ہوا حج کافی ہے؟ پینواتو جروا

المستفتی: محمد رفیق مردان..... ۱۹۷۵ء/۷/۲۵

الجواب: اگر مشترکہ مال سے آپ کا حصہ (بروئے فرضی تقسیم) حج کیلئے باقاعدہ کافی ہو تو آپ پر حج فرض ہے ﴿۱﴾ آپ اس مشترک مال سے حج کر سکتے ہیں اور اگر آپ کا حصہ کم ہو اور میقات سے عام حجاج کی طرح عمرہ کی نیت کریں اور آٹھ ذی الحجہ سے فریضہ حج کی نیت کریں تو اس صورت میں بھی آپ کا فریضہ ادا ہوا آپ پر آئندہ کیلئے حج فرض نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مال بقدر نصاب حج مملوک نہ ہو اس میں صرف تصرف کی اجازت ہو تو حج فرض نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو والدین کی میراث (بقیہ حاشیہ) ورنہ مال مشترکہ کے کل نفع پر مجموعی طور سے حج فرض نہیں ہوتا۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لائمة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ کتاب المناسک الباب الاول)

﴿۲﴾ وفي الهندية: الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لا حج عليه هكذا في فتاوى قاضی خان. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ کتاب المناسک الباب الاول)

میں کچھ نہیں ملا اور اسی کا شوہر بھی فوت ہوا ہے البتہ اس عورت کے بیٹے خوب مال کماتے ہیں اور والدہ کو دیتے ہیں کیا اس کی وجہ سے اس پر حج فرض ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: خیال حنان اور کرنی ابو ظہبی امارات ۱۲ / ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت کو شوہر یا اولاد نے بطور تملیک کافی مال دیا ہو تو شرط موجود ہو کر اس پر حج فرض ہوگا اور اگر اولاد نے صرف اختیار دیا ہو تو یہ اس سے غنی نہیں ہو سکتی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حرام کے ساتھ مخلوط مال پر حج کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے چوری کر کے مال جمع کیا پھر اپنے حلال مال کے ساتھ خلط کر کے تجارت شروع کی اور بہت مال کمایا، کیا اس مال سے حج کرنا جائز ہے؟
المستفتی: عبدالرحمن وزیرستانی

الجواب: چونکہ یہ مخلوط مال اس شخص کی ملکیت ہے لہذا استطاعت موجود ہونے کی صورت میں اس پر حج فرض ہے، مال حرام سے حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے ﴿۲﴾ (کما فی الہندیہ ۲: ۲۲۰) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامي: (قوله ذي زاد وراحلة) افاد انه لا يجب الا بملك الزاد وملك اجرة الراحلة فلا يجب بالاباحة او العارية كما في البحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۵۲ مطلب في من حج بمال حرام)

﴿۳﴾ وفي الہندیة: ويجتهد في تحصيل نفقة حلال فانه..... (بقيہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قرض لے کر حج ادا کرنا اور پھر حرام حلال کے مخلوط مال سے قرضہ ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے مال میں ستر فیصد حرام کا اختلاط ہے اسلئے اس نے قرضہ لے کر حج ادا کیا اور بعد از حج اس قرضہ کو اس مخلوط مال سے ادا کرتا ہے کیا یہ حج حرام مال سے ہو یا حلال سے؟ بینوا تو جزوا

المستفتی: نا معلوم..... ۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۹۲ھ

الجواب: اس شخص نے حلال مال سے حج ادا کیا اور قرضہ کو اپنے ملک خبیث سے (بالاختلاط) ادا کیا ﴿۱﴾ البتہ اس پر حقوق کا ادا واجب ہے تاکہ مال حرام سے ذمہ فارغ ہو ﴿۲﴾۔

نوٹ:..... خالص مال حرام سے جس میں حلال کا خلط نہ ہو نہ قلیل کا اور نہ کثیر کا اس سے قرض ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے لیکن ایسا مال اقل قلیل ہوتا ہے۔ وہو الموفق

مال حرام سے حج کی ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناجائز دولت اور حرام مال سے حج (بقیہ حاشیہ) لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان کانت مغصوبہ کذا فی فتح القدیر۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۲۰ الباب الاول فی تفسیر الحج)

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: اذا اراد الرجل ان یحج بمال حلال فیہ شبهۃ فانہ یتستدین للحج ویقضی دینہ من مالہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی المقطعات۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۲۰ کتاب المناسک الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ان ما وجب التصدق بکله لا یفید التصدق ببعضه لان المغصوب ان علمت اصحابہ او ورثتہم وجب ردہ علیہم والا وجب التصدق بہ۔

(رد المحتار ہامش الدر المختار ۲: ۲۸ مطلب فی التصدق من المال الحرام)

ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مقدس خان کرکھ بنوں..... ۲۸/۹/۱۳۹۸ھ

الجواب: اس کا حج ادا ہوتا ہے لیکن ثواب سے محروم ہوتا ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مال حرام سے حج کرنے والے کے ذمہ سے فریضہ حج ساقط مگر ثواب سے محروم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے افعال و کردار

ناگفتہ بہ ہیں اس کی جائیداد اور زمین سب دھوکے اور فراڈ کے ہیں، یتیموں کا مال دہانا، جھوٹ بولنا وغیرہ

سب اس کا شیوہ ہے یعنی تمام مال حرام ہے اب حج کیلئے داخلہ بھیجا ہے کیا یہ حج ادا ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد رحمن سیر غربی باڑیاں..... ۸/شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: جو شخص مال حرام سے حج کرے اس کا حج قبول نہ ہوگا ثواب سے محروم رہے گا،

اگرچہ ذمہ سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے کما فی رد المحتار ۲: ۱۹۱ وفی البحر ویجتہد فی

تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط

الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یشاب لعدم القبول ولا یعاقب

عقاب تارک الحج ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی البحر ویجتہد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل بالنفقة

الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم

قبوله فلا یشاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارک الحج ای لان عدم التبرک یتنی علی

الصحة وهی الاتیان بالشرائط والارکان والقبول المترتب علیہ الثواب یتنی علی اشیاء

کحل المال والاحلاص کما لو صلی مرانیا او صام واغتتاب فان الفعل صحیح لکنه بلا

ثواب. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۲ مطلب فی من حج بمال حرام)

حکومتی اعانت سے حج کرنے والے کا فریضہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہو اور اب تک اس نے ادا نہ کیا ہو اور حکومت اس کو بوجہ ملازمت سرکار حج کیلئے بھیج دے کہ چوتھائی حصہ خرچ خود کرے اور تین چوتھائی حکومت برداشت کرے، تو کیا اس طریقہ سے فریضہ حج اس سے ساقط ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: قاضی سعید احمد چوہڑ ہریال پنڈی..... ۲۲/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس ملازم سے فریضہ حج ساقط ہو جائے گا اور ذمہ فارغ ہوگا، کیونکہ یہ ملازم کسی سے

حج بدل نہیں کرتا حتیٰ کہ تبرع ضرر رسان ہو جائے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حکومتی اعانت سے نفلی حج کیلئے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب اگر حکومت پاکستان ایسے شخص کو حج کیلئے بھیجتا ہے اور حکومت خرچہ برداشت کرے، ایسے شخص کیلئے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد حسن برہانی مدرسہ دارالہدیٰ ٹنڈو آلہ یار حیدر آباد..... ۲۳/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: کسی کی اعانت سے حج کرنا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لائمة عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج..... الفقير اذا حج ماشيا ثم ايسر لاحج عليه هكذا في قاضی حان (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ کتاب المناسک الفصل الاول)

﴿۲﴾ جبکہ یہ سیاسی رشوت نہ ہو ورنہ پھر اس اعانت کو قبول کرنا جائز نہ ہوگی۔ (سیف اللہ حقانی)

ہے حکومت کسی کو خوشامد یا مد اہنت پر مجبور نہیں کر سکتا ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

سرکاری اعانت پر حج کیلئے جانا جائز ہے جبکہ سیاسی رشوت نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سرکاری سطح پر حج کیلئے جاتے ہیں کیا شرعی صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا مامون خان باڑہ..... ۲۳/۵/۱۹۸۷

الجواب: حکومت کی اعانت سے حج کیلئے جانا جائز نہیں ہے ﴿۲﴾ اگر حکومتی خزانہ لہو و لعب اور ناجائز عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے تو کیا یہ قوم کی خوش قسمتی نہیں کہ اسی خزانہ کا ایک حصہ مدارس اسلامیہ اور حج پر خرچ ہو ﴿۳﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين: قوله ولو وهب الاب لابنه الخ وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع انه لا يمن احدهما على الآخر يعلم حكم الاجنبى بالاولى ومراده افادة ان القدرة على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الاباحة والعارية كما قدمناه.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۶ كتاب الحج)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لائمة له عليه كالوالدين والمولودين او من غيرهم كالاجانب كذا في السراج الوهاج. (فتاوى عالمگیری ۱: ۲۱۷ كتاب المناسك)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ما يوضع في بيت المال اربعة انواع..... الثالث الخراج والجزية وما صولح عليه بنو نجران..... وما اخذه العاشر من المستأمنين..... وتصرف تلك الى عطايا المقاتلة وسد الثغور..... والى بناء الرباطات والمساجد..... والى ارزاق الولاة واعوانهم والقضاة والمفتين والمحتسبين والمعلمين والمتعلمين ويصرف الى كل من تقلد شياً من امور المسلمين والى مافيه صلاح المؤمنين كذا في المحيط.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال كتاب الزكاة)

ہبہ سے غناء آنے کی صورت میں حج کی ادائیگی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید صاحب جائیداد اور غنی آدمی ہے اور خود حج ادا کر چکا ہے زید کے چار بیٹے ہیں بالغ لیکن مفلس ہیں، اس نے ایک بیٹے کو رقم دے کر حج کیلئے روانہ کیا، جب زید فوت ہوا تو ان کے بیٹے دولت مند اور غنی ہو گئے، اب زید کے بیٹے نے حالت مفلسی میں جو حج ادا کیا ہے کیا اب اس پر دوبارہ غنی بننے کی وجہ سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: محمد افضل شاہ ڈپو ہولڈر لکی مروت..... ۱۰/۱۰/۱۹۷۵

الجواب: یہ مسکین والد کی بخشش کی وجہ سے غنی ہوا ہے نیز میقات تک پہنچنے کی وجہ سے یہ شخص مکی کے حکم میں ہو جائے گا بہر حال یہ شخص فرض کی نیت کرے گا اور دوبارہ اس پر ادا کرنا واجب نہ ہوگا (ماخوذ از شامی ۲: ۱۹۵) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج بدل میں بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے فقیر پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی فقیر شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جائے تو بھیجنے والے کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر اس فقیر نے پہلے حج نہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

(۳) حج بدل میں اگر مائے مور بہ تنگ دست اور مفلس ہو جس پر اپنا حج فرض نہیں ہے اور نہ پہلے حج کیا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي..... وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوي نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج قوله للآفاقي كالمكي)

ہے کیا بیت اللہ شریف کے دیکھنے سے اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: حافظ عبدالرزاق مدلل سکول آیاز قلعہ بنوں..... ۱۹۷۴ء/۲/۷

الجواب: (۱) ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجنا جائز ہے۔ (شامی)۔

(۲) ذمہ فارغ ہو جاتا ہے ﴿۱﴾۔

(۳) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ اکثر اہل تحقیق کے نزدیک اس پر حج فرض نہیں ہوتا، والتفصیل

فی الشامیة ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (فجاز حج الصرورة من لم يحج) يراد به الذي لم يحج عن نفسه اى حجة الاسلام. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۱ مطلب في حج الصرورة)
﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (تنبيه) قال في نهج النجاة لابن حمزة النقيب بعد ما ذكر كلام البحر المار اقول و ظاهره يفيد ان الصرورة الفقير لا يجب عليه الحج بدخول مكة و ظاهر كلام البدائع باطلاقه الكراهة اى في قوله يكره احجاج الصرورة لانه تارك فرض الحج يفيد انه يصير بدخول مكة قادراً على الحج عن نفسه وان كان وقته مشغولاً بالحج عن الامر وهى واقعة الفتوى فليتأمل، قلت: وقد افتى بالوجوب مفتى دار السلطنة العلامة ابو السعود و تبعه فى سكب الانهر و كذا افتى به السيد احمد بادشاه و الف فيه رسالة و افتى سيدى عبد الغنى النابلسى بخلافه و الف فيه رسالة لانه فى هذا العام لا يمكنه الحج عن نفسه لان سفره بمال الامر فيحرم عن الامر و يحج عنه و فى تكليفه بالاقامة بمكة الى قابل ليحج عن نفسه و يترك عياله ببلده حرج عظيم و كذا فى تكليفه بالعود و هو فقير حرج عظيم ايضا و اما ما فى البدائع فاطلاقه الكراهة المنصرفه الى التحريم يقتضى ان كلامه فى الصرورة الذى تحقق الوجوب عليه من قبل كما يفيد ما مر عن الفتح نعم قدمنا اول الحج عن اللباب و شرحه ان الفقير الآفاقى اذا وصل الى ميقات فهو كالمكى فى انه ان قدر على المشى لزمه الحج ولا ينوى النفل على زعم انه فقير لانه ما كان واجبا..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

حج منظوری سے قبل رکھی گئی رقم امانت ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں نے گزشتہ سال حج کیلئے رقم بینک یا کسی کے پاس جمع کرائی ہو اور حج کی منظوری نہ ہوئی اور اسی رقم سے آئندہ سال جانے کا ارادہ ہو تو اس رقم پر سالانہ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: حج کیلئے داخل شدہ رقم منظوری سے قبل امانت ہوتی ہے لہذا اس پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دفاعی فنڈ میں رقم دینے سے فریضہ حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رقم الحروف نے دو سال سے حج بیت اللہ کی درخواستیں دے رکھی ہیں مگر منظور نہ ہوئیں، اب حج کی رقم بینک میں جمع ہے اور (بقیہ حاشیہ) علیہ وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ حتی لو نواه نفلا لزمہ الحج ثانیاً، لکن هذا لا يدل على ان الصرورة الفقير كذلك لان قدرته بقدره غیرہ کما قلنا وهي غیر معتبرۃ بخلاف مالو خرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه عند وصوله الى الميقات صار قادرا بقدره نفسه فيجب عليه وان كان سفره تطوعا ابتداء ولو كان الصرورة الفقير مثله لما صح تقييد ابن الهمام كراهة التحريم بما اذا كان حجه عن الغير بعد تحقق الوجوب عليه وتعليله لكراهة بانه تضيق الوجوب عليه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۲ قبیل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان) ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: ويخالفه ما في معراج الدراية في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى. (البحر الرائق ۲: ۲۰۶ كتاب الزكاة)

دوسری طرف کفار کے ساتھ جنگ بھی شروع ہے تو کیا میں یہ روپیہ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے دفاعی فنڈ میں دیدوں یا فریضہ حج افضل ہے، میری عمر بہتر سال ہے زندگی کا بھروسہ نہیں اگلے سال تک زندہ رہوں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حافظ محمد نعیم صاحب لالہ رخ واہ کینٹ..... ۳۰/۱۲/۱۹۷۱ء

الجواب: دفاعی فنڈ میں رقم دینے کا بہت بڑا اجر ہے لیکن اس میں رقم دینے سے فریضہ حج کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ جیسا کہ اس فنڈ میں رقم دینے سے سرکاری بل اور ٹیکس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہوتا، لہذا اہم فالاهم کو مقدم کرے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

بلوغت کے بعد دوبارہ حج کی فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے والدین کے ساتھ تقریباً پانچ چھ سال کی عمر میں حج کیا تھا، اب الحمد للہ میں بالغ اور غنی ہوں بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ حج نفل تھا اب آپ پر دوبارہ حج فرض ہو گیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: میر ہشیم وزیر ستانی..... ۹/۱۲/۱۹۸۲ء

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان ملکہ فیہ ای فی الوقت فلیس لہ صرفہ الی غیر الحج فلو صرفہ لم یسقط الوجوب عنہ وهذا تصریح بما علم ضمنا ومنطوق لما عرف مفہوما. (ارشاد الساری ۱: ۳۳ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة النووی: (قوله فقال رجل یا رسول اللہ ﷺ ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتبت فی غزوة کذا وکذا قال انطلق فحج مع امرأتک) فیہ تقدیم الاہم من الامور المتعارضة لانه لما تعارض سفره فی الغزو وفی الحج معها رجح الحج معها لان الغزو یقوم غیرہ فی مقامہ عنہ بخلاف الحج معها.

(شرح النووی فی ذیل مسلم ۱: ۴۳۴ قبیل باب ما یقول اذا رجع من الحج)

الجواب: فرض حج کیلئے بالغ ہونا شرط ہے قبل از بلوغت حج کرنے سے فرض حج ساقط نہیں ہوتا صاحب استطاعت کیلئے بلوغت کے بعد دوبارہ حج کرنا ضروری ہے (لباب ۱) ہدایہ ۲)۔ وهو الموفق
فريضة حج کی تاخیر کیلئے اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اہلیہ کے ساتھ حج کیلئے جانا چاہتا ہوں مگر میرا سب سے چھوٹا لڑکا غیر شادی شدہ ہے اسلئے اس کا غیر شادی شدہ ہونا میرے حج بیت اللہ کیلئے جانے میں حائل ہو سکتا ہے؟ میری عمر پچھتر سال سے زائد ہو چکی ہے اسلئے اطمینان قلبی کیلئے یہ امر دریافت طلب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم خان صوبیدار میجر و اہ کینٹ

الجواب: آپ کے فريضة حج کی تاخیر کیلئے کسی اولاد کا غیر شادی شدہ ہونا عذر شرعی نہیں

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الثالث البلوغ وهو شرط الوجوب والوقوع عن الفرض لا عن الجواز او الصحة فلا يجب على صبي ممیز او غير ممیز، فلو حج..... فهو نفل لا فرض لكونه غير مكلف فلو احرم ثم بلغ فلو جدد احرامه يقع عن فرضه والا فلا الخ.
(ارشاد الساری ۲۵ باب شرائط الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغینانی: وانما شرط الحرية والبلوغ لقوله عليه الصلاة والسلام ايما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعليه حجة الاسلام وايما صبي حج عشر حجج ثم بلغ فعليه حجة الاسلام. قال ابن الهمام: روى الحاكم من حديث محمد بن المنهال حدثنا يزيد بن زريع حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابي ظبيان عن ابن عباس رضي الله عنهما قال، قال رسول الله ﷺ ايما صبي حج ثم بلغ الحنث فعليه ان يحج حجة اخرى..... وقال صحيح على شرط الشيخين.

(الهداية مع فتح القدير ۲: ۳۲۵ كتاب الحج)

ہے ﴿۱﴾ آپ ضرور حج کیلئے تیاری کریں۔ وہوالموفق

پہلے بیٹے کی شادی کرائے یا حج ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی غیر شادی شدہ ہے تو

والد صاحب پہلے بھائی کیلئے شادی کرائیں یا پہلے حج ادا کریں؟ بینواتوجروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب..... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والد پر حج فرض ہو چکا ہے تو اس صورت میں بیٹے کی شادی سے پہلے حج کا

فریضہ ادا کرے، کما فی الدر المختار ۲: ۲۳۲ ﴿۲﴾ . وہوالموفق

محرم کے بغیر حج کیلئے جانے کی کراہت میں عرب و عجم برابر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ معمر بیوہ گاں کی طبعی حالت نکاح کا

متمثل نہیں ہوتا، لہذا اگر وہ معتمد آدمی کے ساتھ حج کیلئے جائیں تو کیوں جائز نہیں ہے؟ اور یہ عدم جواز کا

مسئلہ صرف عجم کیلئے ہے یا عرب کیلئے بھی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی بیوہ عورتیں ہوں گے جن کا کوئی محرم نہیں

ہوگا، وہ تو وہاں حج ادا کرتی ہیں کیا ان کیلئے بھی بغیر محرم کے حج ممنوع ہے؟ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ ایسی

معمر بیوہ کا حج قبول نہیں جو نکاح نہ کرے یا محرم ساتھ نہ ہو؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالکریم پشاور

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: اذا وجد ما یحج بہ وقد قصد التزوج یحج بہ ولا یتزوج لان الحج

فریضۃ اوجبہا اللہ تعالیٰ علی عبدہ کذا فی التبین.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۷ بحث ومنها القدرة علی الزاد والراحلة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی الاشباہ معہ الف وخاف العزوبۃ ان کان قبل خروج اہل بلدہ

فلہ التزوج ولو وقتہ لزمہ الحج. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۵۶ کتاب الحج)

الجواب: محترم المقام وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ عورت کیلئے خاوند اور محرم کے بغیر حج کیلئے جانا مکروہ تحریمی ہے اس حکم میں عجم اور عرب کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ جس عورت کا مقام مقدار سفر سے کم دور ہو تو اس کیلئے زوج اور محرم شرط نہیں ہے، فی الدر المختار مع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق..... لامرأة حرة ولو عجزاً فی سفر..... ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة (مختصراً) ﴿۱﴾. وهو الموفق

بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے ابن الابن پیدا ہوئے ہیں یعنی اسی سال کے قریب ہوگی کیا یہ عورت گاؤں کے کسی دوسرے غیر محرم آدمی کے ساتھ حج کیلئے جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی مشرف خان سید و شریف سوات

الجواب: بوڑھی عورت غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق..... لامرأة حرة ولو عجزاً فی سفر، وفی ردالمحتار ۲: ۱۹۹ (قوله ولو عجزاً) ای لاطلاق النصوص بحر، وقال الشاعر
لکل ساقطة فی الحی لاقطة

وکل کاسدة یوما لها سوق ﴿۲﴾. وهو الموفق

کسی اجنبی شخص کو دینی بھائی بنا کر اس کے ساتھ حج کیلئے جانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت عدم شوہر و محرم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

ایک اجنبی شخص کو دینی اور اسلامی بھائی بنا کر اس کیساتھ حج یا عمرہ کیلئے جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مدرسہ اشاعت قرآن شامی بالاپشاور..... ۱۹۷۷ء/۸/۱۶

الجواب: کسی عورت کیلئے زوج یا محرم کے بغیر سفر حج وغیرہ کیلئے جانا حرام ہے اجنبی شخص

زبانی بھائی بہن کی گفتار سے محرم نہیں بن سکتا ہے، کما فی شرح التنویر ومع زوج او محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق مع وجوب النفقة لمحرمها علیها لامرأة حرة ولو عجزوا (بحذف یسیر) هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۹ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ایئرپورٹ پر محرم موجود ہے تب بھی سفر بغیر محرم کے جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سعود عرب مدینہ منورہ میں مقیم

ہے وہ کہتا ہے کہ میری بیوی کو اس کا والد کراچی ایئرپورٹ سے ہوائی جہاز میں سوار کرے اور میں مقررہ وقت پر جدہ کے ہوائی اڈہ پر موجود رہوں گا، تو بیوی کو لے جاؤں گا، اور کہتا ہے کہ یہاں کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ضرورت کے وقت نوجوان عورت بغیر محرم کے ہوائی جہاز میں سفر کر سکتی ہے، لیکن اس کی بیوی کا والد کہتا ہے کہ میری لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے اور سفر سے ناواقف ہے لہذا شرعیہ بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی، نیز زید کی مجبوری بھی نہیں ہے وہ مالدار آدمی ہے یہاں آ کر اپنی بیوی کو لے جائے نیز والدین سے ملاقات بھی کرے گا جو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اب ان دونوں میں سے کس کا قول حق ہے، بینوا من کتب الحنفیۃ بیانا شافیا تو جروا اجرا و افیا.

المستفتی: عبدالواحد ملتان

الجواب: بیوی کے والد کی بات حق ہے حدیث اور فقہ کے موافق ہے، قال رسول اللہ ﷺ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۵۸ کتاب الحج)

لا یحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر سفراً فوق ثلاثة ايام فصاعداً الا ومعها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذو محرم منها (رواه ابو داؤد) ﴿۱﴾ وبمعناه فی سائر کتب الاحادیث ﴿۲﴾. وفی الہندیۃ ۵: ۳۶۶ ولا تسافر المرأة بغير محرم ثلاثة ايام فما فوقها ﴿۳﴾ وھکذا فی سائر کتب الفقہ، البتہ ضرورت کے وقت امام شافعی اور حماد کے قول پر فتویٰ دینا ناجائز نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معتمد عورتوں کے ساتھ جانا جائز ہے جبکہ ان عورتوں کے ساتھ محارم وغیرہ موجود ہوں ﴿۴﴾ اور حماد فرماتے ہیں کہ نیک مردوں کے ساتھ جاسکتی ہے، کما فی الہندیۃ ۵: ۳۶۶ قال حماد رحمه الله لا بأس للمرأة ان تسافر بغير محرم مع الصالحين ﴿۵﴾. وهو الموفق

حج کیلئے بغیر محرم کے سفر معصیت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے سعودی عرب سے

- ﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۴۸ باب فی المرأة تحج بغير محرم کتاب الحج)
- ﴿۲﴾ عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ یحطب یقول: لا یخلون رجل بامرأة الا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة الا مع ذی محرم فقام رجل فقال یا رسول الله، ان امرأتی خرجت حاجة وانی اکتبت فی غزوة کذا وکذا فقال انطلق فحج مع امرأتک (صحیح مسلم ۱: ۴۲۴ کتاب الحج، صحیح البخاری ۱: ۲۵۰ کتاب الحج)
- ﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۶۶ الباب السادس والعشرون من الکراهیة)
- ﴿۴﴾ قالوا الشافعية: ان یکون مع المرأة زوجها او محرمها او نسوة یوثق بهن اثنتان فاکثر، فلو وجدت امرأة واحدة فلا یجب علیها الحج وان جاز لها ان تحج معها حجه الفریضة بل یجوز لها ان تخرج وحدها لاداء الفریضة عند الامن.
- (الفقه علی المذاهب الاربعة ۱: ۵۵۲ شروط صحة الحج)
- ﴿۵﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۶۶ قبیل الباب السابع والعشرون فی القرض والدين)

اپنی والدہ کیلئے کئی بار حج کا داخلہ کیا مگر محرم نہ ہونے کی وجہ سے اس عورت کا حج مؤخر ہوتا رہا، اب محلہ کا ایک نیک اور متدین شخص حج کیلئے جاتا ہے عورت کے ورثاء کا ارادہ ہے کہ حاجی کمپ اور جہاز تک اولیاء ساتھ جائیں گے اور جدہ ایئر پورٹ پر اس کا بیٹا اس کو لے کر حج کرائے گا لیکن ہوائی جہاز کا یہ تین چار گھنٹے کا سفر بلا محرم ہوگا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: سید رحمن شاہ حقانی..... ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بغیر محرم یا زوج کے ہر سفر کرنا معصیت ہے لحديث ورد بذلك ﴿۱﴾

و صرح به جميع ارباب الفتاوى ﴿۲﴾. وهو الموفق

حاجیہ کیلئے دیور یا شوہر کا چچا محرم نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج پر جانا چاہتی، کیا

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: سمعت رسول الله ﷺ يخطب يقول: لا يخلون رجل بامرأة الا ومعها ذو محرم، ولا تسافر المرأة الا مع ذي محرم، فقال رجل، فقال يا رسول الله، ان امرأتى خرجت حاجة، واني اكتب في غزوة كذا وكذا، فقال انطلق فحج مع امرأتك، متفق عليه واللفظ لمسلم.

(بلوغ المرام ۲۲۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: ولا تحج المرأة الا بزواج او محرم اذا كان سفرا، لقوله عليه الصلاة والسلام، لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر ان تسافر ثلاثة ايام فما فوقها الا ومعها زوجها او ذورحم منها، (رواه البخاري ومسلم ومالك وابوداؤد والترمذي واحمد) وقال عليه السلام لا تحج المرأة الا ومعها زوجها او ذورحم محرم منها والمحرم كل من لا يحل له نكاحها على التابيد الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۲ کتاب الحج)

وہ اپنے دیور یا شوہر کے چچا کے ساتھ جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نجم الرحمن بقلم خود..... ۲۲/۵/۱۹۷۲

الجواب: چونکہ یہ اشخاص نہ محارم ہیں اور نہ ازواج ہیں لہذا یہ عورت ان کے ساتھ حج کیلئے نہیں جاسکتی ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

بلا محرم سفر ناجائز لیکن صحت حج اور فراغت ذمہ کیلئے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی اپنی والدہ کیلئے حج کا داخلہ کرائے، حالانکہ بیٹا سعودیہ میں ہے اگر وہ کراچی سے جدہ تک صرف جہاز میں بلا محرم سفر کرے اس کا کیا حکم ہے اور یہ حج ادا ہوگا یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودیہ..... ۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: کراچی سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر ناجائز ہے مگر صحت حج اور فراغت ذمہ سے مانع نہیں ہے (ماخوذ از شامیہ) ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

کثیر حق مہر سے حج کی فرضیت اور ہبہ کی صورت میں فرضیت حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاہد نے اپنی بیٹی شاہدہ کی شادی ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ومع زوج او محرم) والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبید بقراءة اورضاع او صهرية كما في التحفة.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۷ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة، قال ابن عابدین: ای التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم زاد مسلم في رواية اوزوج. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۱۵۹ قبيل مطلب في فروض الحج وواجباته)

مسٹر مشہود سے بحق مہر ایک لاکھ ستر ہزار کرائی، شاہد نے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ قبض کئے اور بہت جلد شاہدہ نے یہ رقم والد کو بخش دی اب سوال یہ ہے کہ کیا شاہدہ پر انہی رقم سے حج فرض ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: قاری مولوی محمد زمان صاحب خطیب جامع مسجد میران شاہ شمالی وزیرستان..... ۱۹۹۰ء/۵/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی نے یہ مہر شوال کے داخل ہونے یعنی زمانہ داخلہ حج کے بعد ہیہ کیا ہے تو باپ اور بیٹی دونوں پر حج فرض ہو چکا ہے، اور اگر شوال یعنی زمانہ داخلہ حج سے قبل ہیہ کیا ہے تو صرف والد پر حج فرض ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہو چکی ہے اور اس پر حج فرض ہوا ہے، کیا یہ عورت حج پر جانے کیلئے شوہر سے اجازت لے گی یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: خیال حنان اور کرنی ابو ظہبی امارات..... ۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر اس عورت پر حج فرض ہو اور محرم ساتھ ہو تو شوہر سے اجازت مانگنی ضروری نہیں ہے بغیر اجازت شوہر حج کیلئے جاسکتی ہے (رد المحتار ۲: ۲۰۰) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الہمام: والوقت ایضا فلا یجب قبل اشہر الحج حتی لو ملک ما بہ الاستطاعة قبلہا کان فی سعة من صرفہا الی غیرہ وافاد ہذا قیدا فی صیوررتہ دینا اذا افتقر وهو ان یكون مالکا فی اشہر الحج فلم یحج والاولی ان یقال اذا کان قادرا وقت خروج اہل بلدہ ان کانوا یخرجون قبل اشہر الحج لبعء المسافة او قادرا فی اشہر الحج ان کانوا یخرجون فیہا ولم یحج حتی افتقر تقرر دینا وان ملک فی غیرہا و صرفہا الی غیرہ لا شیء علیہ. (فتح القدیر ۲: ۳۲۱ مقدمہ یکرہ الخروج الی الحج او ذکرہ احد ابویہ الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وليس لزوجها منعها) ای اذا کان معها محرم والا فله منعها کما یمنعها عن غیر حجة الاسلام ولو واجبة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کمپنی سے اجازت لئے بغیر نفلی حج ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فرض حج کر چکا ہوں اور اب نفلی حج کیلئے مصمم ارادہ کر لیا ہے چونکہ میں ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک کمپنی کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور کمپنی اجازت نہیں دیتی، لہذا اگر چھٹی نہ ملے اور میں بغیر اجازت کمپنی کے حج کروں تو کیا یہ حج درست ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: صوفی فضل دین حائل مدینہ منورہ سعودیہ..... ۲۱/ شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کمپنی سے چھٹی لینے کی کوشش کریں تو خوب ورنہ بلا اجازت کمپنی کے یہ نفلی

حج ادا کرنا بھی درست ہوگا۔ وھو الموفق

مگر غیر حاضری کے ایام کے تنخواہ کا حقدار نہ ہوگا۔ (سیف اللہ حقانی)

صحت کی امید کی صورت میں حج بدل درست نہیں ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ کی صحت کمزور ہے اور دل کی مریضہ ہے اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: شاہ جہان تبوک سعودی عرب..... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر والدہ دل کی مریضہ ہے اور صحت کی امید نہ ہو اور خود حج نہیں کر سکتی اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو تو اس کو حج بدل کروانا پڑے گا کیونکہ صحت کا ہونا حج کیلئے شرط ہے اگر صحت کی امید ہو تو پھر حج

بدل درست نہ ہوگا، لما فی شرح التنویر علی هامش رد المحتار ۲: ۱۹۲ علی حرم مسلم

(بقیہ حاشیہ) بصنعها كالمنذورة..... وكذا لو دخلت مكة بعد مجاوزة الميقات غير محرمة

لان حق الزوج لا تقدر علی منعه بفعلها بل بايجاب الله تعالى فی حجة الاسلام رحمته.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۸ قبیل مطلب فی فروض الحج و واجباته)

مكلف صحيح البدن، وفي الشامية تحت قوله صحيح البدن فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير ﴿١﴾. وهو الموفق

عمرہ کی ادائیگی سے فریضہ حج ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے مگر وہ حج نہیں کرتا، صرف وہاں جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبدود پانمال شریف بگرام..... ۱۹/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ حج ادا کرے ورنہ مسح وعید ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف قدوم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے لیکن جو لوگ حل صغیر یعنی میقات اور زمین حرم کے درمیان میں رہتے ہیں ان پر طواف قدوم ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف قدوم یعنی طواف تحية الكعبة آفاقی مفرد باحج یا قرآن کرنے والے کیلئے سنت ہے اور اہل مکہ اور آفاقی متمتع اور معتمر پر طواف قدوم نہیں ہے (ارشاد الساری) ﴿۳﴾ اور فقہاء نے حل صغیر

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۵۴ کتاب الحج)

﴿۲﴾ عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا وذلك ان الله تبارك وتعالى يقول "ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا" رواه الترمذی ومثله رواه الدارمی.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۲۲ الفصل الثانی کتاب المناسک)

﴿۳﴾ قال العلامة الملا علی القاری: الاول طواف القدوم..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کواہل مکہ کے حکم میں شمار کیا ہے خلافاً للقهستانی ﴿۱﴾۔ فلیراجع الی ردالمحتار ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زمین حل کے رہنے والوں کیلئے طواف وداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حل صغیر یعنی میقات کے اندر

رہنے والوں پر طواف وداع واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی سید کرم شاہ صوابی

الجواب: طواف وداع (طواف صدر) میقات سے باہر آفاقی حاجی پر واجب ہے اور اہل

میقات اور اہل مکہ اور معتمر پر واجب نہیں ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ویسمى طواف التحية..... وهو سنة..... للآفاقی دون المیقاتی والمکی المفرد بالحج والقارن..... بخلاف المعتمر ای المفرد بالعمرة والمتمتع ولو آفاقاً والمکی ای وبخلاف المکی اذا كان مفرداً بالحج ومن بمعناه ای ومن سکن او اقام من اهل الآفاق بمكة وصار من اهلها فانه لا یسن فی حقهم. (ارشاد الساری ۹۶ باب انواع الاطوفة)

﴿۱﴾ قال العلامة شمس الدين الخراسانی القهستانی: وقد سن هذا الطواف للآفاقی ای الخارجی كما فی المتداولات لكن فی خزانة المفتیین انه واجب علی الاصح فلا یسن للمکی اذا لا قدوم له ویسن لاهل المواقیط وداخلها. (جامع الرموز ۱: ۲۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله للآفاقی) ای لا غیر فتح فلا یسن للمکی ولا لاهل المواقیط ومن دونها الی مكة سراج وشرح الباب الا ان المکی اذا خرج للآفاق ثم عاد محرماً بالحج فعليه طواف القدوم لباب فهذا خلاف ما فی القهستانی من انه یسن لاهل المواقیط وداخلها فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۸۱ مطلب فی طواف القدوم)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامی: (ثم اذا اراد السفر طاف للصدر ای الوداع) وهو واجب الاعلی اهل مكة) افاد وجوبه علی کل حاج آفاقی مفرد او متمتع او..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حیض کی حالت میں طواف زیارت اور سعی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت حج کیلئے چلی گئی دوران حج یعنی آٹھ ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک حیض میں رہی، طواف رکن جو کہ فرض ہے مسجد میں کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: جہانزیب جمال گڑھی مردان..... ۴/۱/۱۹۸۸

الجواب: ایسی حائضہ عورت تمام افعال حج ادا کرے گی سوائے طواف اور سعی کے اور جس وقت پاک ہو جائے تو طواف وغیرہ کرے گی خواہ اٹھارویں تاریخ کو پاک ہو جائے یا اس سے قبل (شامی وغیرہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عرفات میں جمع بین الصلواتین کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرفات میں جو جمع بین الصلواتین ہوتی ہے اگر یہ نمازیں بلاجماعت اپنے اپنے وقت میں ادا کی جائیں تو حج میں نقصان ہوگا یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق صاحب..... ۱۱/۱۲/۱۹۸۵

(بقیہ حاشیہ) قارن ... فلا یجب علی المکی ولا علی المعتمر مطلقاً..... (ومن فی حکمهم) ای ممن کان داخل المواقیت و کذا من نوى الاستيطان قبل حل النفر کما مر۔
(ردالمحتار ہامش الدر المختار ۲: ۲۰۲ مطلب فی طواف الصدر)
﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وحیضها لا یمنع نسکا (من اعمال الحج) الا الطواف (والسعی فهو حرام من وجهین دخولها المسجد وترك واجب الطهارة) ولا شیء علیها بتاخیرہ اذا لم تطهر الا بعد ایام النحر فلو طهرت فیها بقدر اکثر الطواف لزمها الدم بتاخیرہ لباب۔ (الدر المختار مع توضیح ردالمحتار ۲: ۲۰۶ قبیل باب القران)

الجواب: اس میں کوئی نقصان نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عرفات یا راستہ میں نماز مغرب و عشاء نہیں پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی حاجی عرفات میں مغرب کی نماز پڑھ کر مزدلفہ چلا جائے یا راستہ میں وقت کے اندر ادا کرے اور عشاء کی نماز وہاں ادا کرے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن مشیط سعودیہ

﴿۱﴾ عرفات میں ظہر و عصر کو جمع کرنے کی بعض شرطیں متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)..... ان دونوں نمازوں کو جمع کرتے وقت حج کے احرام میں ہونا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کو جمع کرنے کیلئے فقط نماز عصر کے وقت احرام میں ہونا شرط ہے۔

(۲)..... دونوں نمازوں کو جماعت سے ادا کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرط ہے صاحبین کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۳)..... دونوں نمازوں میں بادشاہ وقت (خليفة) یا اس کے نائب کا امام بننا خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر، پس اس کے علاوہ کسی اور امام کے ساتھ ان دونوں نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، کسی اور کی امامت میں جماعت کرنے کا حکم اکیلا نماز پڑھنے والے کی طرح ہے، صاحبین کے نزدیک اس کو جمع کرنا جائز ہے۔

(۴)..... ظہر کو عصر پر مقدم کرنا یعنی پہلے ظہر کی نماز پڑھنا پھر عصر کی، پس عصر کو ظہر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے یہ شرط متفق علیہ ہے۔

(۵)..... جمع بین الصلاتین کا وقت ہونا اور وہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے بعد عصر کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

(۶)..... مکان اور وہ عرفات یا اس کے قریب کی جگہ ہے یہ شرط بھی متفق علیہ ہے۔

پس جمع بین الصلاتین فی العرفات کی کل چھ شرطیں ہیں اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو دونوں نمازوں کو علیحدہ علیحدہ ان کے اپنے وقت میں اپنی جگہ میں پڑھے،..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: حاجی نماز مغرب اور نماز عشاء عرفات میں یا مزدلفہ کے راستہ میں ادا نہیں کرے گا، اگر یہ نمازیں وہاں ادا کیں تو مزدلفہ میں دوبارہ ادا کی جائیں گی، اور بوقت عشاء یہ دونوں نمازیں ادا کئے جائیں گی اگرچہ بوقت مغرب مزدلفہ کو پہنچے ہوں (شرح لباب ﴿۱﴾ شامی ﴿۲﴾). وهو الموفق

رمی جمرات کیلئے کنکریاں مزدلفہ یا راستے سے اٹھالائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ رمی جمرات یعنی شیطان مارنے کیلئے کنکریاں وہیں سے اٹھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کنکریاں کہاں سے لینا مستحب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۷۳ء

(بقیہ حاشیہ) اگر اکیلا ہو تو اکیلا پڑھ لے اور اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر لیں (عمدة الفقہ ۴: ۲۱۹)۔

منہاج السنن شرح جامع السنن میں ہے: وقال ابو یوسف ومحمد لا یشرط له الامام ولا نائبه وفي البرهان ان قولهما اظهر من حيث الدلیل، وفي عصرنا وقع الاذن العام من السلطان بالجمع فی الخيام فافهم.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ۴: ۱۳۹)..... از مرتب

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: واما الوقت فوقت العشاء..... فلو وصل الى مزدلفة قبل العشاء لا یصلی المغرب حتی یدخل وقت العشاء. (ارشاد الساری ۱۴۶ باب احکام المزدلفة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وصلی العشاءین باذان واقامة..... ولو وصلی المغرب والعشاء فی الطریق او فی عرفات اعاده للحديث..... والمكان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لو وصل الى مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۹۱، ۱۹۲ قبیل مطلب فی الدفع من عرفات)

الجواب: رمی جمار کیلئے مزدلفہ یا راستے سے کنکریاں اٹھا کر ساتھ لانا مستحب ہے اور ماسوائے مزدلفہ سے اٹھالینا بھی جائز ہے (شرح لباب) ﴿۱﴾ اور جہاں کنکریاں ماری جاتی ہیں وہیں سے اٹھا کر رمی جمار کرے یہ مکروہ تنزیہی ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

تمام سر یا چوتھائی حصہ کے منڈوانے یا کتروانے کے بغیر احرام سے نہیں نکلتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے بال تین یا چار انچ بڑے ہوں اور عمرہ یا حج پورا کرنے کے بعد قینچی سے دو تین جگہوں سے کاٹ لے، کیا یہ شخص اس سے احرام سے نکل سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالحق سعودی عرب C/O دفتر اہتمام..... ۱۳/ محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: احناف کے نزدیک تمام سر یا چوتھائی حصہ کا منڈوانا یا کتروانا ضروری ہے ﴿۳﴾ اور اس سے کم کتروانے یا منڈوانے والا شخص احرام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: يستحب ان يرفع من المزدلفة سبع حصيات..... او من الطريق ای طریق مزدلفہ فہو جائز وقيل مستحب..... ويجوز اخذها من كل موضع ای بلا کراہۃ الا من عند الجمرة فانه مکروہ..... قال فی الفتح وماہی الا کراہۃ تنزیہ. (ارشاد الساری ۱۲۸ فصل فی رفع الحصی)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ويستحب ان يأخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطريق ولا يرمى بحصاة اخذها من عند الجمرة فان رمى بها جاز وقد اساء كذا فی السراج الوہاج. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۳ الکلام فی الرمی)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلي الحنفی: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلك فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز اقل من الربع ونظيره مسح الرأس فی الوضوء فی الاختلاف والدلائل والتقصیر ان يأخذ من رؤس شعره واقله مقدار الانملة. (الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۹۸ فصل فی افعال الحج)

احرام کی حالت میں ایک دوسرے کا حلق اور قصر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حجاج حضرات ایک دوسرے کیلئے حلق اور قصر کریں اس کا کیا حکم ہے یعنی جو شخص حجام اور وہ خود احرام میں ہے، کیا اس پر احرام کی حالت میں دوسرے محرم کیلئے حلق یا قصر سے دم لازم نہیں آئے گا؟ بینوا تو جبروا

المستفتی: عنایت اللہ ریاض سعودی عرب ۳ / رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ مناسک ادا کرنے کے بعد اور مناسک کے رفض کے ارادہ کے وقت محرم اپنے سر کو خود نیز دوسرے محرم کے سر کو منڈوا سکتا ہے، اما الثانی فلما رواہ البخاری ۱: ۳۸۰ فی حدیث عمرۃ الحدیبیۃ وجعل بعضهم یحلق بعضها حتی کاد بعضهم یقتل بعضها غما ای ازدحاما ﴿۱﴾، واما الاول فلما فی ارشاد الساری ۱۵۴ الی مناسک الملا علی قاری: و اذا حلق ای المحرم راسه ای رأس نفسه او رأس غیره ای ولو کان محرما عند جواز التحلل ای الخروج من الاحرام بآداء افعال النسک لم یلزمه شیئ انتهی ﴿۲﴾ قلت ویدل علیہ الحدیث لانه لما جاز حلق بعض المحرمین لبعض عند قصد الانتهاء جاز عند حقیقة الانتهاء بطریق اولی فافہم. وهو الموفق

حج میں عورتوں اور مردوں کیلئے بال کٹوانے کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران مرد اور

﴿۱﴾ (الصحيح للبخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب الخ)

﴿۲﴾ (ارشاد الساری الی مناسک القاری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومکانہ و شرائط جوازہ)

عورتیں کتنے بال کٹوائیں گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: انیس احمد..... ۲۴/ شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے تمام سر کا منڈانا یا کترانا چاہئے، اور عورت کیلئے انگشت کے ایک پورے کی مقدار کا کترانا (تمام سر سے) چاہئے ﴿۱﴾ چوتھائی حصہ سے کم پر اکتفا کرنا جنایت ہے مرد وزن دونوں کیلئے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

محرم کا حالت احرام میں سر منڈوانے میں مذہب شافعی اور حنفی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک محرم نے احرام کی حالت میں سر منڈوایا تو اس حلق پر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صدقہ نہیں ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حلق پر صدقہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کیلئے دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں حضور ﷺ کا سر مبارک منڈوایا اور بال مبارک ان کے ساتھ رہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پاس کچھ بال چھوڑ کر بقیہ برائے تبرک صحابہ کرام پر تقسیم کرو، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ایک محرم دوسرے محرم کا بحالت احرام سر منڈوائے تو اس حلق پر صدقہ ہے کما ذکرہ کنز الدقائق باب الجنایات،

﴿۱﴾ وفي الهندية: والتقصير ان يأخذ الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الرأس مقدار الانملة وفي البدائع قالوا يجب ان يزيد في التقصير على قدر الانملة... وحلق الكل افضل اقتداء بالنبي ﷺ كذا في الكافي.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۱ الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج)

﴿۲﴾ قال العلامة الموصلي: والسنة حلق الجميع فان نقص من ذلك فقد اساء لمخالفة السنة ولا يجوز اقل من الربع ونظيره مسح الرأس في الوضوء في الاختلاف والدلائل. (الاختیار لتعلیل المختار ۱: ۱۹۸ فصل فی افعال الحج)

اگر امام صاحب کیلئے اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہو تو وضاحت فرمائیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا زاہد الرحمن صوری کلہ ضلع کرک ۱۹۸۴ء/۱۰/۴

الجواب: مناسک ختم ہونے یا ختم کرنے کے وقت ایک محرم دوسرے محرم کا سر منڈا سکتا ہے،
کما فی حدیث صلح الحدیبیۃ فی البخاری ۱: ۳۸۰ ﴿۱﴾ وصرح بہ فی ارشاد
الساری ۱۵۴ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

افعال حج کے ختم ہونے کے بعد اپنا اور دوسرے کے سر کا حلق جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمی جمرہ عقبہ اور نحر کے بعد خود
اپنے آپ کا حلق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا شہزادہ صاحب ترنگزئی

الجواب: افعال حج کے ختم ہونے کے بعد ہر محرم اپنا سر اور دیگر محرمین کا سر منڈا سکتا ہے، کما
فی ارشاد الساری ۱۵۴ عند الخروج من الاحرام بآداء افعال النسك جاز للمحرم
حلق رأسه ومحرم آخر انتهى ﴿۳﴾ وبديل حديث عمرة الحديبية ﴿۴﴾۔ وهو الموفق
﴿۱﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلك قاموا فنجروا وجعل بعضهم يحلق بعضا حتى كاد
بعضهم يقتل بعضا غما. (صحيح البخاری ۱: ۳۸۰ باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع
اهل الحرب كتاب الشروط)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: واذا حلق المحرم رأسه او رأس غیره ولو كان محرما عند جواز
التحلل ای الخروج من الاحرام بآداء افعال النسك لم يلزمه شيء.

(ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومكانه)

﴿۳﴾ (ارشاد الساری ۱۵۴ قبیل فصل فی زمان الحلق ومكانه)

﴿۴﴾ (بعد حدیث طویل) فلما راوا ذلك قاموا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کمزور عورتوں یا بیمار کیلئے رمی جمرات کا ترک کرنا یا وکیل مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے ازدحام کی وجہ سے رمی جمرات چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بیمار آدمی یا عورتیں رمی کیلئے وکیل مقرر کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: رشید گل سعودیہ عربیہ..... ۱۹/۶/۱۹۸۴

الجواب: کمزور لوگ اور زنانہ رات کے وقت رمی جمرات کر سکتے ہیں تا طلوع فجر، ان پر نہ دم واجب ہے اور نہ کوئی کراہیت لازم ہوتی ہے (مناسک ملا علی قاری ۱۵۸) ﴿۱﴾ اور جب عورت کیلئے ازدحام کے خوف کی وجہ سے رمی جمرات کا ترک کرنا جائز ہے اور ان پر دم لازم نہیں ہوتا ہے (کما فی رد المحتار ۲: ۵۱۲) ﴿۲﴾ تو توکیل بطریق اولیٰ جائز ہوگا، اور بیمار کیلئے بھی توکیل جائز (بقیہ حاشیہ) فنحروا وجعل بعضهم یحلق بعضها حتی کاد بعضهم یقتل بعضها غما. (صحیح البخاری ۱: ۳۸۰ کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ووقت الکراهة مع الجواز من الغروب الی طلوع الفجر الثانی من غده ولو اخره الی اللیل کره الا فی حق النساء وکذا حکم الضعفاء ولا یلزمه شیء ای من الکفارة لکن یلزمه الاساءة لتركه السنة وان کان بعذر لم یکره ای تأخیره ولو اخره ای رمی الیوم الی الغد لزمه الدم والقضاء ای فی ایامه.

(ارشاد الساری ۱۵۸ قبیل فصل فی وقت الرمی فی الیومین)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله کرحمة) عبارة اللباب الا اذا کان لعله او ضعف او یكون امرأة تخاف الزحام فلا شیء علیه..... قلت وهو شامل لخوف الزحمة عند الرمی فمقتضاه انه لو دفع لیلا لیرمی قبل دفع الناس وزحمتهم لا شیء علیه..... فالاولیٰ تقييد خوف الزحمة بالمرأة ویحمل اطلاق المحيط علیه لكون ذلك عذراً ظاهراً فی حقها یسقط به الواجب بخلاف الرجل او یحمل علی ما اذا خاف الزحمة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے جبکہ خود رمی پر قدرت نہیں رکھتا ہو (ہندیہ ۱: ۲۳۶) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کوئی شخص حرم شریف گیا اور پولیس نے پکڑ کر واپس بھیج دیا.....؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودیہ عربیہ گیا پھر احرام باندھ کر اشہر حج میں حرم شریف گیا، لیکن حکومت نے اسے افعال حج کیلئے نہیں چھوڑا اور اس کی ترہیل کر دی یعنی واپس پاکستان بھیج دیا، اب اس کے پاس اتنا مال نہیں کہ حج کرے کیا اس پر حج واجب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: فرید اللہ حقانی..... ۶/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص محصر ہے اگر اسے احرام باندھنے کے بعد افعال حج سے منع کیا گیا ہو ﴿۲﴾

وهو كفقير آفاقي وصل الى ميقات في وجوب الحج ان لم يحرم و كان اشهر الحج
(ماخوذ از رد المحتار ۲: ۳۳۶) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لنحو مرض ولذا قال فی السراج الا اذا كانت به علة او مرض او ضعف فخاف
الزحام فدفع ليلا فلا شئ عليه.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: مريض لا يستطيع الرمي توضع الحصاة في كفه ليرمي به او يرمي عنه
غيره بامرہ كذا في محيط السرخسی فی صفة الرامي.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۶ فصل فی المتفرقات)

﴿۲﴾ وفي الهندية: المحصر من احرم ثم منع عن مضى في موجب الاحرام سواء كان المنع
من العدو او المرض او الحبس او الكسر او القرح او غيرها من الموانع من اتمام ما احرم به
حقيقة او شرعا كذا في البدائع. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۵ الباب الثاني عشر فی الاحصار)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: وفي الباب الفقير الآفاقي..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نفلی حج بہتر ہے یا نفلی صدقہ؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے فرض حج کر لیا ہے اب نفلی حج کرتا ہے اس کیلئے یہ نفلی حج کرنا بہتر ہے یا یہ رقم غربا اور مساکین پر صدقہ کرنا بہتر ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: اشرف علی صوابی اڈہ..... ۱۹۸۶ء/۳/۳

الجواب: جن اہل علم نے اپنی عمر کو تعلیم و تعلم دین کیلئے وقف کیا ہے ان پر تصدق کرنا بے شمار نفلی جوں سے بہتر ہے البتہ وہ محتاجین جو کہ رسوم اور رواجوں میں مال صرف کرنے کے متمنی ہوتے ہیں ان پر تصدق کرنے سے نفلی حج بہتر ہے (ماخوذ از رد المحتار ۲: ۳۲۸) ﴿۱﴾. وهو الموفق

یوم عرفہ اور یوم جمعہ کے توافق سے حج اکبر کا مسئلہ اور وارد شدہ حدیث میں کلام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب یوم عرفہ اور یوم جمعہ ایک دن (بقیہ حاشیہ) اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي..... وينبغي ان يكون الغنى الآفاقي كذلك اذا عدم الركوب بعد وصوله الى احد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوي نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانياً.
(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين الشامي: قال الصدقة افضل من الحج تطوعا كذا روى عن الامام لكنه لما حج وعرف المشقة اتي بان الحج افضل ومراده انه لو حج نفلا وانفق الفا فلو تصدق بهذه الالف على المحاويج فهو افضل..... قال الرحمتي والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه اكثر والمنفعة فيه اشمل فهو الافضل..... واذا كان الفقير مضطرا او من اهل الصلاح او من آل بيت النبي ﷺ فقد يكون اكرامه افضل من حجرات وعمر و بناء ربط.
(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۷۵ مطلب في تفصيل الحج على الصدقة)

واقع ہو جائیں اس حج اکبر کہا جاتا ہے اور اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے کہ اس دن کا حج ستر گنا جوں کا ثواب رکھتا ہے اس مسئلہ کی تفصیل کیا ہے؟ بینوا تو جو رو

المستفتی: راجہ گل حسن حقانی بنوں لکی مروت..... ۱۳/۱۰/۱۹۸۳

الجواب: فقہ کے رو سے اس حج کا ستر گنا زیادہ ثواب ہے ﴿۱﴾ البتہ اس کے متعلق وارد شدہ حدیث میں کلام ہے کما فی شرح التنویر علی هامش الشامیۃ ۲: ۳۲۸ لو قفة الجمعة مزیة سبعین حجة، وفی رد المحتار: وفی الشرنبلالیة عن الزیلعی افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعین حجة فی غیر جمعة رواه رزین بن معاویة فی تجرید الصحاح ولكن نقل المناوی عن بعض الحفاظ ان هذا حدیث باطل لا اصل له ﴿۲﴾ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی المنہاج: اعلم انه لیس الحج الاکبر فی تعبیر القرآن والحدیث ما اشتهر علی السنة العوام ان الحج الاکبر ما کان فیہ يوم عرفة يوم الجمعة بدلیل ان الله تعالى طلق الحج الاکبر علی حج الصدیق الاکبر، فالحج الاکبر هو الحج مطلقا ویقال للعمرة الحج الاصغر، نعم للحج الذی یکون يوم عرفة فیہ يوم الجمعة له فضل کبیر روى رزین فی تجرید الصحاح عن طلحة بن عبید الله بن کریر مرسل افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم جمعة فهو افضل من سبعین حجة فی غیر يوم جمعة کذا فی جمع الفوائد وقالوا لم نقف علی اسناده نعم اقره الفقهاء. (منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲: ۱۸۲ قبیل باب ماجاء فی الکلام فی الطواف)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع رد المحتار ۲: ۲۷۵ مطلب فی فضل وقفة الجمعة)

﴿۳﴾ وقال الملا علی قاری: رواه رزین بن معاویة فی تجرید الصحاح واما ما ذکره بعض المحدثین فی اسناد هذا الحدیث بانه ضعیف فعلى تقدير صحته لا یضر فی المقصود فان الحدیث الضعیف معتبر فی فضائل الاعمال عند جمیع العلماء من ارباب الکمال، واما قول بعض الجهال بان هذا الحدیث موضوع فهو باطل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج کی وجہ سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قاتل اور حرام خور ہے کیا حج ادا کرنے سے اس کے یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد حقانی..... ۵/ ربيع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ حاجی صاحب تائب ہوا ہے تو اس کو ما سوائے حقوق العباد کے تمام صغائر و کبائر معاف ہو جاتے ہیں، لنصوص ورد بذلك، اور اگر تائب نہیں ہوا ہے تو ادائے حج سے صغائر بالاتفاق معاف ہوتے ہیں اور کبائر میں اختلاف ہے ﴿۱﴾ کما فی شرح التنویر: هل الحج يكفر الكبائر قيل نعم كحربي اسلم وقيل غير المتعلقة بالآدمي كذمي اسلم، وقال عياض اجمع (بقیہ حاشیہ) مصنوع مردود علیہ ومنقلب الیہ لان الامام رزین بن معاویۃ العبدی من کبراء المحدثین ومن عظماء المخرجین ونقله سند معتمد عند المحققین وقد ذکره فی تجرید صحاح الست فان لم یکن رواية صحيحة فلا اقل من انها ضعيفة كيف وقد اعتضد بما ورد ان العبادة تضاعف فی يوم الجمعة مطلقا بسبعین ضعفا بل بمائة ضعف علی ما سیأتی الخ. (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر فی ذیل ارشاد الساری ۳۱۹ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: ان الاصل فی تکفیر الكبائر التوبة کما صرح به القاضي عياض فلا یقطع بتکفیر الحج الكبائر لظاهر الاحادیث ولكن ليس معنى التکفیر انه سقط عنه قضاء ما فات منه من الصلاة والصوم والزكاة وسقط عنه الدين وحقوق العباد بل معنى التکفیر سقوط اثم تاخير العبادات واثم مطل الدين وغيره، وعفو الكبائر التي لا بدل لها كالزنا وشرب الخمر، وعفو حقوق الله تعالى اذا مات قبل القدرة علی ادائها، وعفو حقوق العباد بارضاء الخصوم عنه هذا ملخص كلام الفقهاء والمحدثین.

(منهاج السنن شرح الترمذی ۸۶: ۴ باب ثواب الحج والعمرة)

اهل السنة ان الكبائر لا يكفرها الا التوبة (۲: ۳۴۹) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

حج سے گناہوں کی معافی کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ ”سن حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه“ (الحديث) کیا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حج سے پہلے اس سے جو عبادات بدنیہ مالیہ رہ چکی ہیں وہ معاف ہو جاتی ہیں یا افعال مذمومہ معاف ہو جاتے ہیں؟ بینوا بالتفصیل تو جروا عند الجلیل

المستفتی: عبد القدوس مالہ ڈھیری رستم مراد ان ۲۳/۲/۱۹۷۳

الجواب: حج سے گناہ صغیرہ اور وہ حقوق اللہ جن کیلئے قضا نہ ہو معاف ہو جاتے ہیں، اور حقوق العباد اور وہ عبادات جن کیلئے قضا مشروع ہے معاف نہیں ہوتے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی امید بھی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حج سے حقوق العباد کی معافی کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج سے صغیرہ و کبیرہ دونوں قسم کے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الكبائر)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: هل الحج يكفر الكبائر قيل نعم كحربی اسلم وقيل غير المتعلقة بالآدمی كذمی اسلم وقال عیاض اجمع اهل السنة ان الكبائر لا يكفرها الا التوبة ولا قائل بسقوط الدين ولو حقا لله تعالى كدين صلاة وزكاة نعم اثم المطل وتأخير الصلاة ونحوها يسقط وهذا معنى التكفير على القول به.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۷۶ مطلب فی تکفیر الحج الكبائر)

(وهكذا في البحر الرائق ۲: ۳۳۸ باب الاحرام مبحث العرفات كلها موقف)

گناہ معاف ہو جاتے ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حقوق العباد معاف نہیں ہو جاتے لیکن احادیث کے عموم کی وجہ سے اس میں صغیرہ و کبیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اس مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: ارشاد الرحمن خمیس مشیط..... ۱۹۸۴ء/ ۷/ ۱۱

الجواب: بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی حدیث ”فاجیب الی ما سأل“ کی بنا پر حج سے حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ اس مظلوم کو ایک عظیم درجہ دینے سے راضی کرے گا اور اس ظالم کو معاف کرے گا، والتفصیل فی رد المحتار ۲: ۳۴۹، ۳۵۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: لحدیث ابن ماجه فی سننه المروى عن عبد الله بن كنانة بن عباس بن مرداس ان اباہ اخبرہ عن ابيه ان رسول الله ﷺ دعا لامته عشيّة عرفة فاجيب انى غفرت لهم ما خلا المظالم فانى آخذ للمظلوم منه فقال اى رب ان شئت اعطيت المظلوم الجنة وغفرت للظالم فلم يجب عشيّة عرفة فلما اصبح بالمرزلفة اعد الدعاء فاجيب الی ما سأل الحديث، وقال ابن حبان ان كنانة روى عنه ابنه منكر الحديث وكلاهما ساقط الاحتجاج وقال البيهقي هذا الحديث له شواهد كثيرة ذكرناها فى كتاب الشعب فان صح بشواهد ففيه الحجة والا فقد قال تعالى ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وظلم بعضهم بعضا دون الشرك، وروى ابن المبارك انه ﷺ قال ان الله عز وجل قد غفر لاهل عرفات واهل المشعر وضمن عنهم التبعات فقال يا رسول الله هذا لنا خاصة قال هذا لكم ولمن اتى من بعدكم الى يوم القيامة فقال عمر رضى الله عنه كثر خير ربنا وطاب وتمامه فى الفتح وساق فيه احاديث اخر والحاصل ان حديث ابن ماجه وان ضعف فله شواهد تصححه والآية ايضا تؤيده ومما يشهد له ايضا حديث البخارى مرفوعا من حج ولم يرفث ولم يفسق رجع من ذنوبه كيوم ولدته امه وحديث مسلم مرفوعا ان الاسلام يهدم ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وان الحج يهدم ما كان قبله الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۷۶ مطلب فى تكفير الحج الكبائر)

چھل مسائل حج

مسائل حج سے متعلق مختلف قسم کی کتابیں لکھی گئی ہیں، پشتو زبان میں حضرت مفتی صاحب کا لکھا ہوا رسالہ (مسائل حج) بھی ضروری اور اہم مسائل پر مشتمل ہے جس میں حج اور عمرے کے وہ مسائل ذکر کئے گئے ہیں جو بہت ضروری ہیں اور عوام ان میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں، اس رسالہ سے چند اہم اور ضروری مسائل برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کئے جا رہے ہیں..... (از مرتب)

- مسئلہ: (۱)..... احرام:** حج یا عمرے کی نیت کو کہا جاتا ہے جس کے بعد تلبیہ پڑھی جائے، عوام چادروں کو احرام کہتے ہیں یہ غلط ہے چادروں کو احرام کی چادریں کہتے ہیں (معتبرات فقہ)۔
- مسئلہ: (۲)..... اضطباع:** اس کو کہتے ہیں کہ طواف کے وقت ساتوں چکر میں دایاں ہاتھ اور کندھا کھلا رکھے۔
- مسئلہ: (۳)..... رمل:** اس عمل کو کہتے ہیں کہ طواف کے اول تینوں چکر میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلے لیکن دوڑے نہیں۔
- مسئلہ: (۴)..... ہدی:** اس دنبے، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کو کہا جاتا ہے جو منی اور حرم میں ذبح کئے جاتے ہیں اور اس میں قربانی کی شرائط موجود ہوں۔
- مسئلہ: (۵)..... جنایت:** احرام یا حرم کی بے حرمتی کو کہا جاتا ہے۔
- مسئلہ: (۶)..... جزا اور کفارہ جنایت کی سزا کو کہتے ہیں۔**

مسئلہ: (۷).....دم: دنبے وغیرہ کے ذبح کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۸).....صدقہ: مقدار فطرانہ غلہ وغیرہ خیراتی دینے کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۹).....زمین حرم: مکہ معظمہ کی زمین اور مکہ معظمہ کی چاروں طرف ایک معلوم زمین

کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۰).....زمین حل: زمین حرم سے باہر میقات تک زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۱).....میقات: اس مقام کو کہا جاتا ہے جس سے حج یا عمرے کا احرام باندھا

جاتا ہے (معتبرات فقہ)۔

مسئلہ: (۱۲).....آفاق: میقات سے باہر زمین کو کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: (۱۳)..... اگر ایک متمتع عمرہ ادا کرے اور پھر مکہ میں رہ جائے تو یہ متمتع اس عمرہ اور حج

کے درمیان میں عمرے کر سکتا ہے اور اس پر دم لازم نہیں ہوتا۔ (ارشاد الساری، منحة الخالق وغیرہ)۔

مسئلہ: (۱۴)..... رمضان میں عمرہ مستحب ہے اور اس عمرہ کا ثواب حجة الوداع کے برابر

ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ)۔

مسئلہ: (۱۵)..... جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی حیثیت سے مناسب اس کے کرایہ،

نفقہ اور اس کے اہل و عیال کے نفقہ کیلئے واپسی تک کافی ہو تو اس پر حج فرض ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۱۶)..... جس پر قرض ہو جیسے مہر وغیرہ، اس قرض کی مقدار کے علاوہ اگر سابق

مقدار مال اس کے پاس ہو اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۱۷)..... اگر کسی تاجر کا ذریعہ معاش تجارت ہو، اس پر حج اس وقت فرض ہو

جاتا ہے کہ کرایہ اور نفقہ کے علاوہ اس کے پاس اتنا سرمایہ باقی رہ جاتا ہو کہ اس پر تجارت کا کاروبار چل

سکتا ہو (ہندیہ)۔

مسئلہ: (۱۸)..... جس کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کیلئے کافی ہو لیکن مدینہ منورہ جانے اور تبرکات وغیرہ کی گنجائش نہ رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے (قواعد فقہ)۔

مسئلہ: (۱۹)..... اگر کسی کے پاس مال ہو لیکن مکان نہ ہو تو اس نے اگر قافلوں کی روانگی سے قبل یا سوال شروع ہونے سے قبل مکان نہیں خریدا اس پر حج فرض ہوا (ہندیہ)۔

مسئلہ: (۲۰)..... اگر فقیر آدمی تکلیف برداشت کرے اور میقات تک اپنا آپ پہنچا دے اور حج کی نیت کرے یا فرض حج کی نیت کرے اس کا ذمہ فریضہ حج سے فارغ ہوا، اگر اس کے بعد غنی ہو جائے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں، اور اگر یہ فقیر میقات میں نفلی حج کی نیت کرے تو یہ نفل حج ہوا اور فرض حج پھر ادا کرے گا (شرح لباب)۔

مسئلہ: (۲۱)..... اگر عورت شوہر یا محرم کے بغیر سفر حج اختیار کرے، حج ادا ہوا لیکن یہ سفر گناہ کا سفر ہے اگرچہ بندرگاہ یا ایر پورٹ پر محرم یا شوہر کھڑا ہو۔

مسئلہ: (۲۲)..... محرم ہر اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو البتہ اس زمانہ فسق میں رضاعی بھائی، دیوث و بے غیرت شوہر اور جوان سال ساس کا داماد کے ساتھ ہر سفر پر جانا جائز نہیں ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۲۳)..... حاجیوں کے ساتھ جلب کرنا کارِ ثواب ہے اگر ثواب یا اکرام یا امداد کے ارادہ سے ہو اور اگر ریا، فخر یا حاجیوں کے تقرب حاصل کرنے کیلئے ہو تو کارِ عذاب ہے، اسی طرح حاجیوں کا استقبال اگر دعا کرانے یا اکرام یا امداد کیلئے ہو کارِ ثواب ہے اور اگر دیگر اغراض کیلئے ہو تو رسم قبیح اور کارِ عذاب ہے (قواعد شرع)۔

مسئلہ: (۲۴)..... صلاۃ احرام کے وقت کندھوں اور سر کو چھپائے گا (شرح لباب، قواعد فقہ)۔

مسئلہ: (۲۵)..... صلاۃ احرام کے بعد متصل نیت کرنا یا تلبیہ پڑھنا نہ فرض ہے نہ شرط ہے

لہذا اگر موسم کے خرابی کی وجہ سے اگر کوئی آدمی صلاۃ احرام ایئر پورٹ میں ادا کرے اور نیت و تلبیہ جہاز کی باقاعدہ روانگی کے بعد کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں (قواعد فقہ)۔

مسئلہ: (۲۶)..... جو لوگ حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہیں جیسے پاکستانی حاجی اور عمرہ کا احرام کرے اس کے لئے اور اسی طرح دیگر محرموں کیلئے طواف سے پہلے اضطباع کرنا خلاف سنت ہے (شرح لباب)۔

مسئلہ: (۲۷)..... جب مکہ معظمہ پہنچ جائے اسے اجازت ہے کہ پہلے سامان وغیرہ مناسب جگہ پہنچادے اور اس کے بعد طواف یا عمرہ ادا کرے (شرح لباب)۔

مسئلہ: (۲۸)..... نیت طواف کرنے کے بعد حجر اسود کی طرف جائے اور منہ اور دونوں ہتھیلیاں اور پیشانی حجر اسود پر رکھ دے اور تین بار بوسہ لے اور چپ چپ کی آواز نہ آنے پائے۔

مسئلہ: (۲۹)..... چونکہ حجر اسود پر خوشبو وغیرہ ہوتی ہے اسلئے محرم کیلئے احتیاط یہ ہے کہ اس کو بوسہ نہ دے (قواعد فقہ)۔

مسئلہ: (۳۰)..... جب رکن یمانی کو پہنچ جائے تو دونوں ہاتھ یا صرف ایک ہاتھ اس پر رکھے گا نہ اس کا بوسہ لے گا اور نہ اس پر پیشانی رکھے گا، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک رکن یمانی کا بوسہ لینا سنت ہے اور اگر ہاتھ رکھنا مشکل ہو تو اشارہ نہیں کرنا چاہئے، بغیر اشارہ کے چلا جائے۔

مسئلہ: (۳۱)..... اگر ازدحام کی وجہ سے رمل نہ ہو سکتا ہو تو طواف کو مؤخر کرے اور اگر ازدحام کم ہونے کی امید نہ ہو طواف شروع کرے اور اول تین چکر کے دوران میں اگر موقع پالے رمل کرے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۲)..... خانہ کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے لیکن طواف کے دوران میں خانہ کعبہ کو نہیں دیکھا جائے گا۔ (غنیۃ، ایضاح نووی)۔

مسئلہ: (۳۳)..... اگر طواف کرنے والا نمازیوں کے سامنے چلتا ہے تو جائز ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۴)..... اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں طواف کیا یہ مکروہ ہے لیکن اس پر نہ دم واجب ہے اور نہ صدقہ، خواہ یہ طواف فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل، اور خواہ تھوڑی جگہ ناپاک ہو یا سب کپڑے۔ (شرح لباب)۔

مسئلہ: (۳۵)..... صلوٰۃ طواف مسجد حرام، زمین حرم اور زمین حل وغیرہ میں ہر جگہ جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے ہو یا میزاب رحمت کے نیچے ہو (شامی)۔

مسئلہ: (۳۶)..... اگر کسی نے زیادہ طواف کئے اور آخر میں ہر طواف کیلئے دو دو رکعت نماز ادا کرے تو ذمہ فارغ ہوا اگرچہ یہ طریقہ مکروہ ہے (شامی، شرح لباب)۔

مسئلہ: (۳۷)..... آب زمزم سے تبرک چار اندام اور غسل کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے ساتھ استنجا، بے وضو کا وضو کرنا، غسل جنابت اور غلاظت دھونا مکروہ ہے (شرح لباب)۔ چونکہ مسجد میں وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اسلئے آب زمزم کے ساتھ مسجد سے باہر پاک جگہ میں وضو اور غسل کیا جائے گا۔ (بحر، شامی)۔

مسئلہ: (۳۸)..... آب زمزم کا کھڑے ہو کر پینا بلا کراہت جائز ہے اور ایسا نہیں ہے کہ اس کا کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے (شامی)۔

مسئلہ: (۳۹)..... اگر کسی نے ایک چوتھائی سے کم سرمونڈ ایا یا کترایا یہ احرام سے نہیں نکلا ہے اگر کپڑے پہن لے یا خوشبو استعمال کرے اس پر دم یا صدقہ لازم ہو جاتا ہے (شامی وغیرہ)۔

مسئلہ: (۴۰)..... جس نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج ادا کرے اور حج کے بعد زیارت روضہ مطہرہ کیلئے جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو اس کو اختیار ہے کہ پہلے زیارت کیلئے مدینہ منورہ جائے یا پہلے حج ادا کرے، اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ سے ہو وہ پہلے زیارت روضہ مطہرہ کرے۔ (شرح لباب) مدینہ منورہ میں حجرہ شریفہ کو بوسہ دینا، ہاتھ رکھنا، لپٹنا، سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین بوسی وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب)۔



شاوران دیوبند و اعجازان المعروف بنظاری انور و یحییٰ بن علی طار

مسائل مشور





..... قال الله تعالى :

ويطوف عليهم ولدان
مخلدون، اذا رأيتهم حسبتهم
لؤلؤا منشورا.

..... ﴿الدھر: ١٩﴾

مسائل منشورہ

دارالحرب کے زیر اثر ممالک سے حج کیلئے جانا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے مہندایجنسی سے لوگ افغانستان کے راستے حج کیلئے جاتے ہیں کیونکہ سہولتیں بھی زیادہ میسر ہیں اور رقم بھی کم خرچ ہوتی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ افغانستان پر روسی قبضہ کے بعد کسی مسلمان کیلئے کابل کے راستے سے حج بیت اللہ کیلئے جانا جائز نہیں ہے، یہ مسئلہ کہاں تک درست ہے، جبکہ ہمارے لوگ اس طرح کابل آتے جاتے ہیں جس طرح پہلے آتے جاتے تھے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی نور الرحمن یکہ غنڈ مہندایجنسی..... ۲۰/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب روس اور چین سے حج بیت اللہ کیلئے جانا ممنوع شرعی نہیں ہے تو ان کے زیر اثر ممالک سے سفر حج کس طرح ممنوع ہوگا ﴿۱﴾ نیز جو اسلامی ممالک امریکہ کے ذہنی غلام بلکہ محکوم ہیں وہاں سے سفر حج کی حیثیت کیا ہوگی؟۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: كل مصرفيه وال من جهتهم (ای الكفرة) تجوز فيه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامی لاستيلاء المسلم عليه..... واما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعیاد ويصير القاضي قاضيا بتراضی المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما منهم.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۴: ۳۴۲ مطلب فی حکم تولیة القضاء فی بلاد تغلب الکفار)

عمرہ کے ویزہ پر سعودی عرب جا کر مزدوری کرنا شرعاً ممنوع نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے جائے پھر اس

ویزہ سے وہاں مزدوری کرتا ہے اس کیلئے یہ مزدوری کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمود خان ترناب فارم پشاور..... ۱۸/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: مسلمان پر کسی اسلامی مملکت کو آمدورفت ممنوع قرار دینا ایک کافرانہ نظام ہے جو کہ

بعض مصالح کی وجہ سے مسلمان بادشاہوں نے اپنایا ہے پس اس قانون کی مخالفت کرنا قانونی جرم ہے اسلامی جرم نہیں ہے، اور جائز ملازمت کی کمائی بہر حال حلال ہے ﴿۱﴾ اور اگر یہ رہنابا لقرض شرعاً ممنوع ہو تب بھی کمائی میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وہو الموفق

عمرہ ادا کر کے بعد میں محنت مزدوری کیلئے قیام کرنا اسلامی جرم نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ عمرہ کے ویزے سے سعودی

عرب جا کر عمرہ ادا کرنا چاہتا ہے عمرہ کے بعد بندہ کا ارادہ وہاں پر محنت مزدوری کرنے کا ہے، کیا اسلام میں

یہ جائز ہے کہ آدمی عمرہ کیلئے جا کر وہاں محنت مزدوری کیلئے قیام کرے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عطا محمد اضا خیل نوشہرہ..... ۲۱/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: یہ رویہ صرف قانونی جرم ہے ﴿۲﴾ اسلامی جرم نہیں ہے جیسا کہ حج عمرہ کیلئے

﴿۱﴾ عن رافع بن خدیج قال قيل يا رسول الله اى الكسب اطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع

مبرور رواه احمد.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۴۲ باب الكسب و طلب الحلال الفصل الثالث)

﴿۲﴾ گو کہ یہ حکومت سعودیہ کے قانون کی خلاف ورزی ہے اور یہ انتہائی غیر مناسب رویہ ہے کیونکہ پھر حکومتی کارروائی

کی وجہ سے فضیحت اٹھانا پڑتا ہے عزت نفس مجروح ہونے اور تذلیل و تحقیر کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے..... (از مرتب)

جاتے وقت تجارت کا ارادہ رکھنا اسلامی جرم نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حاجی کیلئے سعودی سے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج پر جائے اور واپسی پر وہ اپنے ساتھ چھپکے سے سونا لائے پھر یہاں اس کا کاروبار کر کے منافع کمائے اور اس منافع سے وسیع کاروبار شروع کرے یہ حلال ہے یا حرام؟ آپ حضرات اس پر دلائل پیش کریں اور مسئلہ پر دارالعلوم کا مہر اور دستخط ہونی چاہئے؟ بینواتوجروا

المستفتی: اشتیاق حسین بازار طور و روڈ ہوتی مردان ۸/۴/۱۹۶۹

الجواب: سعودی عرب سے حاجی کیلئے سونا لانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ مقصود بالذات

حج ہو، قال اللہ تعالیٰ: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (الآیۃ) ﴿۲﴾ بے شک اگر ایک شخص ایسا ہو کہ اس کا مقصود سونا ہو یعنی اگر سونا لانے کی امید نہ ہو پھر حج کیلئے نہیں جاتا ہو، اس

﴿۱﴾ عن ابی امامۃ التیمی قال قلت لابن عمر: انا نکرئ فهل لنا من حج؟ قال الیس تطوفون بالبيت، وتأتون المعرف، وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسکم؟ قال قلنا: بلی، فقال ابن عمر: جاء رجل الى النبی ﷺ فسأله عن الذی سألتنی. فلم یجبه، حتی نزل علیہ جبریل بهذه الآیۃ ”لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم“ فدعاہ النبی ﷺ فقال: انتم حجاج

(تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۸۶ البقرة آیت: ۱۹۲)

﴿۲﴾ قال العلامة الخلوٹی الصاوی المالکی: فلا بأس بالتجارة بالحج اذا كانت لا تشغله عن افعاله واخلتلف هل التجارة تنقص ثواب الحج اولا، قال بعضهم ان كانت التجارة اکبرهمه ومبلغ علمه سقط الفرض عنه ولیس ثوابه کمن لا قصد له الا الحج، وان استوی الامر ان فلا یذم ولا یمدح وان كانت التجارة تبعا للحج فقد حار حیر الدیبا والاحرہ.

(حاشیۃ الصاوی علی الجلالین ۱: ۱۵۳ سورة البقرة آیت: ۱۹۸)

صورت میں یہ شخص سفر حج کے ثواب سے محروم ہوگا ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مقامات مقدسہ کے ماڈلوں سے مناسک حج کی تعلیم دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آسانی پیدا کرنے کیلئے اگر کوئی شخص خانہ کعبہ اور دیگر مقامات مقدسہ کے ماڈلوں کے ذریعہ مناسک حج کی تعلیمات دینا چاہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: پروفیسر محبوب گل اکوڑہ خٹک..... ۲/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس طریقہ سے یعنی طریقہ تمثیل سے تعلیم دینا مفید اور مؤثر ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن وحدیث میں بہت سی تمثیل ذکر کئے گئے ہیں، کالتمثیل بالکلب ﴿۲﴾ وبیت العنکبوت ﴿۳﴾

وتشبیک الاصابع ﴿۴﴾ والخط المحيط بالخطوط وغير ذلك ﴿۵﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وتجريد السفر عن التجارة احسن ولو اتجر لا ينقص ثوابه كالغازي اذا اتجر كما ذكره الشارح في السير واما عن الرياء والسمعة والفخر ظاهر او باطنا ففرض وخلط التجارة بهذا القسم كما في فتح القدير مما لا ينبغي.
(البحر الرائق ۲: ۳۰۹ کتاب الحج قبیل فرض مرة على الفور)

﴿۲﴾ قال الله تبارك وتعالى: فمثلہ كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث.
(سورة الاعراف: پارہ: ۹ آیت: ۱۷۶)

﴿۳﴾ قال الله تبارك وتعالى: مثل الذين اتخذوا من دون الله اولياء كمثل العنكبوت.
(سورة العنكبوت آیت: ۲۱ پارہ: ۱۰)

﴿۴﴾ عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ..... قال فيلتأم عليه حتى يلتقي عليه وتختلف اضلاعه قال قال رسول الله ﷺ باصابعه فادخل بعضها في جوف بعض الخ. (سنن الترمذی ۲: ۶۹ بعيد باب ماجاء في صفة اواني الحوض)

﴿۵﴾ عن عبد الله قال قال النبي ﷺ خطا مربعا وخط..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

وی سی آرو غیرہ کے ذریعے مساجد میں مناسک حج و عمرہ دکھلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے اندر وی سی آرو غیرہ فلم کے ذریعے مناسک حج و عمرہ کی تربیت دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: ڈاکٹر ریاض الرحمن سٹیلا سٹ ٹاون راولپنڈی..... ۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ بصری تربیت جاندار کی تصویر کشی پر موقوف ہے ﴿۱﴾ لہذا یہ طریقہ تربیت بہر حال ناجائز ہے خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر کسی مکان میں ہو، دینی امور کی تعلیم کو غیر دینی طریقہ سے دینا جائز نہیں اور قابل اعتراض ہے ﴿۲﴾۔.....

(بقیہ حاشیہ) خطا فی الوسط خارجا منه وخط خططا صغارا الی هذا الذی فی الوسط من جانبہ الذی فی الوسط فقال هذا الانسان وهذا اجله محیط به وهذا الذی هو خارج امله وهذا الخطط الصغار الاعراض فان اخطأه هذا نهسه هذا وان اخطأه هذا نهسه هذا، وعن انس قال خط النبی ﷺ خطوطا فقال هذا الامل وهذا اجله فبینما هو كذلك اذ جاءه الخط الاقرب رواهما البخاری. (مشکوۃ المصابیح ۲: ۴۴۹ باب الامل والحرص الفصل الاول)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم ان صناعة صور الحيوانات حرام مطلقا صغيرة كانت او كبيرة لورود اللعنة على المصور رواه البخاری ولورود تعذیه بنفخ الروح فيها رواه البخاری، وفرق الصورة من العكس واضح لان الصورة تكون باقية والعكس لا يبقى بعد زوال المحاذاة كعكس الرأى فی المرآة والماء وبالصناعة الجديدة يبقى ويقال له الصورة فحكمه حكم الصورة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۵: ۲۱۵ باب ماجاء فی الصورة)

﴿۲﴾ حج کے فلم سنانے اور بنانے میں جو فوائد بیان کئے جاتے ہیں مثلاً حج کا شوق پیدا ہونا اور طریقہ حج میں آسانی وغیرہ لیکن دوسری طرف ان کے گناہ ان کے فوائد سے زیادہ ہیں مثلاً تصاویر جاندار، غیر محرمات، اور شعائر حج کو بطور تماشا پیش کرنا وغیرہ سب حرام ہیں، بلکہ یہ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس قول کا مصداق ہے، قال الشيخ عبد القادر الجيلی: لو قال عادتى انى متى شربت..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

..... تعجب ہے کہ تاریک زمانہ کے اعراب سمعی طریقہ سے تربیت حاصل کر سکتے تھے اور روشن زمانہ کے دانشمند اور دانشور یہ تربیت حاصل نہیں کر سکتے ہیں، بہر حال مناسب یہ ہے کہ حکومت بجائے سرکاری ملازمین کے ہر سو آدمیوں کیلئے ایک مستند عالم امیر اور معلم مقرر کرتا رہے اور اس کی ہدایات کے موافق حج ادا کرواتا رہے۔ وہو الموفق

ملازمین کی حج کمیٹی کیلئے شرائط و ضوابط اور پالیسی

- سوال:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین نے حج کمیٹی تشکیل دی ہے: (۱) ہر خواہشمند ملازم کے پندرہ روپیہ ماہوار کٹوتی کی جائے گی۔ (۲) اس کٹوتی کی رقم سے ہر سال جمع شدہ رقم کے مطابق ورکروں کو حج پر بھیجا جائے گا۔ (۳) مطلوبہ آدمیوں کا چناؤ قرعہ اندازی سے کیا جائے گا۔ (۴) جس کا نام قرعہ میں نکل آئے اس کو اجازت ہے کہ وہ اپنا والد یا بیوی وغیرہ بھیج دے۔

(بقیہ حاشیہ) الخمر کففت عن الحرام لم یبح له ولو قال عادتی اذا شهدت المرد والاجنبیات و خلوت بهم اعتبرت فی حسنهم لم یجوز له ذلک واجیب ان الاعتبار بغیر المحرمات اکثر من ذلک وانما هذه طريقة من ارادة الحرام بطریق اللہ عز وجل فیرکب هو اه فلا نسلم لاصحابها ولا نلتفت الیهم. (غنیة الطالبین ۲۵)

بہر حال! حج کے قلم بنانے میں ضرر عام ہے اور حج کے احکامات سے کسی حاجی کی عدم واقفیت ضرر خاص ہے جو کئی جائز ذرائع سے دور کیا جاسکتا ہے اور اس قسم کے حالات میں فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام، وقال الشیخ محمد خالد الآتاسی: وهذه قاعدة مهمة من قواعد الشرع مبنیة على المقاصد الشرعية فی مصالح العباد استخرجها المجتهدون من الاجماع ومعقول النصوص، فقد ذکر حجة الاسلام الامام الغزالی فی المستصفی ما ملخصه ان الشرع انما جاء لیحفظ علی الناس دینهم وانفسهم وعقولهم وانسابهم واموالهم فکل ما یكون بعکس هذا فهو مضره یجب ازالتها ما امکن. (شرح المجله للآتاسی ۱: ۲۶: ۲۶)..... از مرتب

(۵) اگر قرضہ میں ادارہ سے بھی نام نکل آیا اور ورکروں کی طرف سے بھی، اس صورت میں بھی ورکروں کی طرف سے اپنا والد یا بیوی حج پر لے جاسکتا ہے۔

(۶) ریٹائرمنٹ تک اگر کسی ملازم کا نام قرضہ میں نہیں نکلا اس صورت میں وہ ملازم اگر چاہے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے، بشرطیکہ اس کی کٹوتی پانچ سال تک ہو چکی ہو۔ بینواتو جروا
المستفتی: مرزا الیاس احمد واہ سیمنٹ ورکس راولپنڈی..... ۹/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) یہ شرط اور ضابطہ خلاف شرع نہیں ہے۔

(۲) دوسری شرط بھی خلاف شرع نہیں ہے۔

(۳) یہ قرضہ جائز ہے اس میں ہار جیت نہیں ہے۔

(۴، ۵) یہ شرائط بھی جائز ہیں۔

(۶) یہ خلاف شرع ہے کیونکہ یہ کٹوتی ملازم کی ملکیت سے خارج (وقف) نہیں ہے بلکہ کمیٹی کے پاس امانت ہے ملازم یا اس کے ورثا کی اجازت کے بغیر کوئی کٹوتی خورد برد نہیں کی جائے گی۔ وهو الموفق

حج کمیٹی کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ یہاں گھی ملز میں مزدوروں نے متفقہ طور پر ”حج کمیٹی“ کے نام سے ایک تنظیم بنائی ہے جو ہر سال قرضہ اندازی کے ذریعہ منتخب شدہ ورکروں کو حج بیت اللہ کیلئے بھیجتی ہے، جبکہ گھی ملز کے ورکروں کیلئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہر ماہ اپنی تنخواہ میں سے طوعاً یا کرہاً مبلغ دس روپے لازماً کمیٹی کو جمع کرائے گا، بصورت دیگر حج کمیٹی کے دستور العمل میں یونین کی بنیاد پر چندہ نہ دینے والے ورکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی سفارش بھی کی گئی ہے اب حضور والا سے استدعا ہے کہ قرآن وحدیث فقہ اور اجماع امت کی روشنی میں باحوالہ تحریر فرمائیں کہ متذکرہ اقدام کہاں

تک صحیح ہے کیا اس صورت میں اس عازم حج کا حج ادا ہو جائے گا اور یہ حج نفلی ہوگا یا فرضی؟ بینوا تو جروا
المستفتی: حمید الرحمن خطیب فضل و تجلیل گھی ملز اسلام آباد..... ۱۴/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسی تنظیم بنانا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ جبری طور سے بلا طیب خاطر کسی سے چندہ لینا ممنوع ہے، لحدیث لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه، رواہ البیہقی ﴿۱﴾ نیز اکثری طور سے قرعہ جوا میں داخل ہے لیکن انتظام قائم رکھنے کیلئے ممنوع نہیں ہے، کما عند القسم والاقسام وغیرہ ﴿۲﴾ پس اگر کوئی شخص تمام شرکاء کے طیب خاطر سے اس فنڈ سے باقاعدہ مجوزہ رقم حاصل کر کے حج کرے تو حسب نیت اس حج ادا ہوگا۔ وهو الموفق

حج کمیٹی کے فنڈ میں غیر مسلم کا چندہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے گھی ملز اسلام آباد کے مسلم مزدوروں نے حج کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم بنائی، آپس میں یہ طے پایا کہ ہر مسلم ورکر رضا کارانہ طور پر دس روپیہ ماہانہ حج کمیٹی فنڈ میں چندہ دیا کرے گا، تاکہ ہر سال بذریعہ قرعہ اندازی ایک مزدور کو حج بیت اللہ بھیجا جائے، اب یہاں غیر مسلم مزدور اصرار کرتے ہیں کہ ہم بھی بغیر کسی قید و شرط کے بطیب خاطر

﴿۱﴾ رواہ البیہقی فی شعب الایمان ۶: ۱۰۰ والدارقطنی فی المجتبیٰ کما فی المشکوۃ ۲۵۵: ۱ وفی روایۃ ابن حبان رقم: ۵۹۷۸ والحاکم ۳: ۶۳۷ لا یحل لامرئ ان یأخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس منه، وفی الباب عن ابن عمر و بلفظ لا یحلبن احد ماشیۃ احد بغیر اذنه الحدیث متفق علیہ. (بلوغ المرام ۱: ۲۸۸ باب الصلح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویکتب اسامیہم ویقرع لتطیب القلوب فمن خرج اسمه اولاً فله السهم الاول الخ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵: ۱۸۴ کتاب القسمة)

اس کمیٹی میں چندہ دیں گے اب سوال یہ ہے کہ ان سے یہ چندہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینواتوجروا
المستفتی: اصغر علی مغل و تبحیثیل گھی ملز اسلام آباد..... ۱۹۸۵ء/۱۲/۷

الجواب: غیر مسلم سے یہ امداد حاصل کرنا ناجائز نہیں ہے اس میں اسلام یا مسلمان کی کوئی
ذلت اور توہین نہیں ہے، لہذا یہ امداد مسلم ممبر کے چندہ کے مصرف میں صرف کی جائے گی۔ وهوالموفق

حرم میں عورتوں کے محاذات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) حرمین شریفین میں اگر عورتیں
مردوں کی صف میں ایک ہی نماز و جماعت پڑھتی ہوں تو مردوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ نیز عام نماز یا
نماز جمعہ کا ایک حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

(۲) معلم الحجاج میں لکھا ہے کہ مرد حرم شریف میں نماز پڑھے لیکن عورتیں گھر پر نماز پڑھا کریں
حرم شریف میں ان کی نماز میں ثواب کا اضافہ نہ ہوگا؟ بینواتوجروا
المستفتی: شیران تھانی لینڈ..... ۱۹۹۰ء/۸/۱۸

الجواب: (۱) یہ ہر نماز باجماعت کا حکم ہے کہ محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جاتی
ہے البتہ اگر امام عورتوں کی اقتدا کی نیت نہ کرے اور یا یہ مرد اس عورت پر (جو کہ محاذات مرد میں کھڑی ہوتی
ہے) انکار کرے یعنی نماز شروع کرنے کے بعد جب اس عورت پر اشارہ سے انکار کرے تو صرف اس
عورت کی نماز فاسد ہوگی (شامی باب الامامة) ﴿۱﴾ .

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وان نوى..... امامتها..... والا ينوها فسدت صلاتها كما لو
اشاره اليها بالتاخير فلم تتأخر لتركها فرض المقام فتح، قال ابن عابدين: اي فلو حادث
المقتدى بعد الشروع و اشار اليها بالتاخر ولم تتأخر فسدت صلاتها دونه.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۲۲۶ قبل مطلب الواجب كفاية هل يسقط باب الامامة)

(۲) یہ مسئلہ درست ہے اور خواتین کو حکیمانہ انداز سے سمجھانا چاہئے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حجاج کی واپسی پر برائے دعوت طعام دنبہ وغیرہ ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حجاج کرام جب حج سے واپس آتے ہیں تو لوگ ان کیلئے دعوت طعام کرتے ہیں اور دنبہ وغیرہ ذبح کرتے ہیں کیا یہ ذبح کرنا حلال ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: معین الدین ۲۰/۶/۱۹۷۴

الجواب: جب ریا اور فخر و مباہات سے خالی ہو ﴿۲﴾ تو اس ذبح میں کوئی حرج نہیں بلکہ مسنون ﴿۱﴾ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں مسجدوں میں نماز کے ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے یا نوافل کو بھی شامل ہے، احناف و مالکیہ کے نزدیک ثواب کا کئی گنا ہونا فرائض کے ساتھ مخصوص ہے اور نوافل کا گھر میں پڑھنا قولی و فعلی نص کی وجہ سے افضل ہے، شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ فضیلت نوافل کو بھی شامل ہے اگرچہ نوافل کا گھر میں ادا کرنا ان کے نزدیک اتباع سنت کی وجہ سے افضل ہے اور اسی طرح فضیلت کا فرائض و نوافل دونوں کو شامل ہونا مردوں کے حق میں مخصوص ہے عورتوں کیلئے یہ فضیلت نہیں ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ جب ایک عورت نے آپ ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرمایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھا کرے حالانکہ عورتوں کیلئے مسجد میں جانا جائز تھا۔ (غنیۃ وفتح ملتقطا)۔
(عمدة الفقه ۴: ۶۶۱ کتاب الحج)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: (ان النبی ﷺ نہی عن طعام المتباریین) ای المتفاخرین وانما کرہ ذلک لما فیہ من المباہاة والریاء وقد دعی بعض العلماء فلم یجب فقیل له ان السلف یدعون فیجیون قال کان ذلک منهم للموافاة والمواساة وهذا منکم للمکاة والمباہاة وروی ان عمر وعثمان دعیا الی طعام فاجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدت طعاما وددت انی لم اشهد قال ما ذاک قال خشیت ان یکون جعل مباہاة رواہ ابو داؤد.
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۵۶ قبیل باب القسم کتاب النکاح)

ہے، لان النبی ﷺ ذبح حين قدم ﴿۱﴾ و كانت الصحابة رضى الله عنهم يطعمون على زائرهم عند القدوم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

دوران طواف اردو میں دعائیں پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں طواف کے دوران اردو میں دعائیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: انیس احمد..... ۱۳/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: پڑھ سکتے ہیں البتہ یادے مختصر دعائیں پڑھنا (خصوصاً وہ دعائیں پڑھنا جس کے مفہوم کو جانتا ہو) اوفق بالسنت ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق
﴿۱﴾ (عن جابر ان النبی ﷺ لما قدم المدينة) ای بعد الهجرة او بعد غزوة (نحر جزوراً او بقرہ رواہ البخاری) ای السنة لمن قدم من السفر ان یضیف بقدر وسعه وقال ابن الملك الضیافة سنة بعد القدوم۔

(مرقاۃ المفاتیح ۷: ۳۳۲ باب آداب السفر)

﴿۲﴾ عن ابی ہریرۃ..... فقال کلوا من هذه واخذ المدينة فقال رسول اللہ ﷺ ایاک والحلوب فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلك العذق الخ۔
(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۳۶۸ باب الضیافة)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: قوله داعیا ای بالدعوات الماثورة وغيرها المتعارفة المشهورة فی محالها المسطورة..... ویصح الفاظ الدعوات خصوصاً الماثورات لتلا یلحن فیها.....
لکن الاظهر ان اختیار الماثور عنه ﷺ مستحب والمروی عن السلف مستحسن ویجوز الاكتفاء بما یرد علی السالک ان کان اهلاً لذلك۔

(شرح لباب المناسک ۹۲، ۹۳ قبیل مطلب مهم فی قول العامة اللهم صل)

فصل فی الاحرام

احرام کی چادروں میں سفید رنگ مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر احرام کی چادریں سفید رنگ کی ہوتی ہیں کیا سفید چادریں ضروری ہیں یا اور رنگ کے بھی ہو سکتے ہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: بشیر احمد چترال..... ۱۹۸۴ء

الجواب: سفید رنگ کے احرام کی چادریں مستحب ہیں واجب نہیں ہیں (ارشاد الساری) ﴿۱﴾. وهو الموفق

احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا شرط اور زیادہ پڑھنا سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے کے بعد کتنی مرتبہ تلبیہ پڑھنا چاہئے؟ کیا تین بار پڑھنا ضروری ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: نا معلوم..... ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویلبس من احسن ثیابه..... ثوبین جدیدین تشبیہا بکفن المیت وهو الافضل او غسیلین ای للطهارة والنظافة ابیضین وصف لثوبین وهو الافضل من لون آخر كما هو فی امر الکفن مقرر ولقوله صلی اللہ علیہ وسلم البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم رواہ جماعة.

(ارشاد الساری ۶۸ فصل ثم يتجرد عن الملبوس المحرم)

الجواب: احرام باندھنے کی نیت کرنے کے بعد ایک مرتبہ تلبیہ پڑھنا شرط ہے اور تین بار پڑھنا مستحب اور مسنون ہے (شرح اللباب) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حالت احرام میں اضطباع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت احرام دائیں کندھے پر نہیں ڈالتے اور بعض لوگ مکہ معظمہ میں داخل ہو کر طواف کے وقت دائیں کندھے سے احرام ہٹا لیتے ہیں اور طواف شروع کر لیتے ہیں اس بارے میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: شفیق الرحمن خٹک وادی بن ہیش مشیط سعودیہ..... ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: یہ اضطباع صرف حالت طواف میں (جو کہ احرام میں ہو اور اس کے بعد سعی ہو) سنت ہے نہ کہ نماز اور سعی میں (مناسک قاری وغیرہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: والتلبیة مرة فرض وهو عند الشروع لا غیر وتکرارها سنة ای فی المجلس الاول وکذا فی سائر المجالس اذا ذکرها وعند تغیر الحالات کالاصباح والامساء..... مستحب مؤکد..... والا کثار مطلقا مندوب ای مطلوب شرعا..... ویستحب ان یکرر التلبیة فی کل مرة ای اذا شرعها ثلاثا وان یأتی بها ای بالثلاثة علی الولاہ. (ارشاد الساری ۷۰ فصل شروط التلبیة)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: اذا اراد الشروع فی الطواف ای فی طواف بعده سعی فانه حیث یسن الاضطباع والرمل له ینبغی ان یضطبع قبل شروعه فیہ بقلیل ولیس کما یتوهمه العوام من ان الاضطباع سنة جمیع احوال الاحرام بل الاضطباع سنة مع دخوله فی الطواف علی ما صرح به الطرابلسی وغیرہ لکن قال ولو اضطبع قبل شروعه فی الطواف بقلیل فلا بأس به. (المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط ۸۸ فصل فی صفة الشروع فی الطواف)

احرام باندھنے اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب الحج مطبوعہ فیروز سنز کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقع پر ایک احرام باندھنے کے بعد اور دوسرے ہر طواف کعبہ کے بعد دو رکعت پڑھنا مستحب ہے اس کے علاوہ کوئی خاص نماز مناسک میں مقرر نہیں ہے سوائے پچگانہ کے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ راولپنڈی

الجواب: درمختار وغیرہ (کتاب الحج) میں مصرح ہے کہ یہ اول نماز مستحب ہے ﴿۱﴾ اور دوسری واجب ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

حالت احرام میں نماز کے وقت کندھوں کو چھپانا اور زندہ آدمی کیلئے طواف وغیرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) حالت احرام میں نماز پڑھتے وقت کندھوں کو چھپانا ہوگا یا نہیں؟ (۲) زندہ آدمی کیلئے عمرہ یا طواف کرنے اور ایصال ثواب کرنے کی حیثیت کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبداللہ اکوڑہ خٹک معرفت ناظم صاحب ۱۳/ رجب ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وصلى ندبا بعد ذلك شفعا يعني ركعتين في غير وقت مكروه قال الشامي: اي بعد اللبس والتطيب.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۷۱ فصل في الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلى شفعا في وقت مباح يجب على الصحيح بعد كل اسبوع عند المقام.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۸۴ مطلب في طواف القدوم)

الجواب: (۱) طواف کے علاوہ نماز وغیرہ میں کندھوں کو چھپانا مسنون ہے (ماخوذ از ردالمحتار ۲: ۲۱۵) ﴿۱﴾۔

(۲) اس کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے (شامی باب الحج عن الغیر) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

صلاة احرام اور صلاة طواف بعد العصر اور بعد الفجر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صلاة الاحرام بعد صلاة العصر اور بعد صلاة الفجر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ان اوقات میں بعد از طواف عمرہ صلاہ طواف کی دو رکعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: معرفت ناظم اعلیٰ صاحب..... ۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱) ان اوقات میں نماز احرام پڑھنا جائز نہیں ہے (ہندیہ ۱: ۲۳۷) ﴿۳﴾۔

(۲) مختلف فیہ ہے جمہور ناجائز قرار دیتے ہیں اور طحاوی نے جواز کی طرف میلان کیا

﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح اللباب واعلم ان الاضطباع سنة في جميع اشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء فاذا فرغ من الطواف تركه حتى اذا صلى ركعتي الطواف مضطبعا يكره لكشفه منكبه. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۸۱ قبيل مطلب في طواف القدوم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: الاصل ان كل من اتى بعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكرا او طوافا او حججا او عمرة او غير ذلك..... جميع انواع البر كما في الهندية. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ولا يصلح في الوقت المكروه وتجزية المكتوبة كذا في البحر. (فتاوى عالمگیری ۱: ۲۲۳ الباب الثالث في الاحرام)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: واعلم انه صرح الطحاوی وغيره..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

احرام کی حالت میں اگر چادر علیحدہ ہو جائے تو تہبند کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں مثلاً سخت گرمی پڑتی ہو اور اس وجہ سے چادر کو علیحدہ کر کے ہوا خوری کیلئے بیٹھ جائے یا پسینہ دور کرنے کیلئے چادر علیحدہ کرے اگرچہ تہبند بر حال خود باندھا ہے کیا اس سے احرام و حج پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد جمیل مردان ۲۲/۲/۱۹۷۹

الجواب: احرام کیلئے دو چادریں ایک تہبند کیلئے اور ایک چادر کیلئے جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے پس ستر عورت کیلئے تہبند باندھنا فرض ہے اور کسی عذر کی وجہ سے صرف چادر اتار کر تہبند پر اکتفا کرے تو جائز ہے (در مختار) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بکراهة اداء رکعتی الطواف فی الاوقات الخمسة المنہی عن الصلاة فیہا عند ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد و نقل عن مجاہد و النخعی و عطاء جواز ادائها بعد العصر قبل اصفرار الشمس و بعد الصبح قبل طلوع الشمس ای قبل احمرار آثارها قال الطحاوی و ایہ نذهب، و الحاصل انہم فرقوا فی المسئلة حیث جوزوها وقت الکراهة التنزیہیة دون زمان الکراهة التحریمیة الحاقا لصلاة الطواف من حیث انه واجب بالفرائض و سائر الواجبات و المحققون فرقوا بین قضاء الوتر و اداء رکعتی الطواف ولو کانا واجبین الخ.
(المسلك المتقسط ۱۰۷ فصل فی واجبات الطواف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولبس ازار من السرة الى الركبة و رداء علی ظہرہ و یسن ان یدخلہ تحت یمینہ و یلقیہ علی کتفہ الایسر فان زررہ او خللہ او عقدہ اساء و لا دم علیہ..... و هذا بیان السنة و الافستر العورة کاف، قال ابن عابدین: ای لبس الازار و الرداء علی هذه الصفة بیان للسنة و الافساتر العورة کاف فیجوز فی ثوب واحد او اکثر من ثوبین.
(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۷۱ فصل فی الاحرام)

محرم کیلئے حرم میں رات گزارنے اور سرو پاؤں کو ڈھانپنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میں نے جب احرام باندھ لیا تو رات کو وہی میقات ہی میں رہا، جب لیٹ گیا تو پچھر سے تنگ آ کر سر اور پاؤں کو احرام کی چادر میں ڈھانپ لئے، اس ڈھانپنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) محرم جب احرام باندھ لیتا ہے تو وہ رات کے وقت خانہ کعبہ پہنچ سکتا ہے یا راستہ میں آرام بھی کر سکتا ہے اور سو بھی سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبداللہ بن سالم رسول مشیط سعودیہ عربیہ ۸/ محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اگر آپ نے تمام حصہ رات میں سر کو ڈھانپ لیا ہو تو آپ پر دم واجب ہوا ہے ﴿۱﴾۔

(۲) محرم پر یہ ضروری نہیں ہے کہ حرم میں رات گزارے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

اہل طائف کیلئے احرام باندھنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں طائف میں ملازم ہوں اگر میں جمعہ کے دن حرم شریف کو نماز جمعہ کیلئے جاؤں تو کیا میں احرام کے بغیر مکہ معظمہ داخل ہو سکتا ہوں اور اگر طائف سے جدہ براستہ مکہ مکرمہ کسی کام کیلئے جانا چاہوں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عزیز خان جنوبی وزیرستان ۱۹/۷/۱۹۷۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: او ستر رأسه بمعتاد اما بحمل اجانة او عدل فلا شيء عليه
يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدرا المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنایات)

﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يضره ليلا دخل مكة او نهارا كغيرها من البلاد
فاذا دخلها ابتداء بالمسجد. (الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۹ فصل في افعال الحج)

الجواب: اگر طائف قرن ﴿۱﴾ سے مکہ کی طرف ہو تو اہل طائف بغیر احرام کے مکہ جاسکتے

ہیں ورنہ احرام ضروری ہے۔ وہوالموفق

مدینہ منورہ سے جدہ جانے والا پھر مکہ مکرمہ میں آنے کیلئے احرام کہاں

سے باندھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مکہ معظمہ سے ایک ہزار کلومیٹر

دور رہتے ہیں ہمارا میقات طائف ہے اب مثلاً ہم عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر جدہ آ گئے

اب سوال یہ ہے کہ میرا دوست مکہ میں رہتا ہے کیا میں اب جدہ شہر سے احرام برائے مکہ باندھوں گا یا بغیر

احرام کے جاسکتا ہوں؟ یا واپس مدینہ منورہ جا کر احرام باندھوں گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: حضرت شیرمحلۃ الفلاح خمیس مشیط ۱۹۸۶ء/۷/۶

الجواب: مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر آپ مکہ معظمہ کے قاصد تھے تو آپ بیر علی

﴿۱﴾ قرن قاف کے زبر اور راء کے جزم کے ساتھ اس کو قرن المنازل، قرن الثعالب اور وادی محرم بھی کہتے ہیں،

لغت فقہ المغرب میں ہے کہ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو میدان عرفات کے اوپر ہے اور شرح مصابیح میں ہے: بیضہ کی

مانند ایک چکنا صاف اور مدور پہاڑ ہے عرفات کے اوپر آیا ہوا ہے اہل مکہ اور ان کے اطراف کے لوگ اس پہاڑ کو

کراکاف کے زبر کے ساتھ کہتے ہیں اور قاموس میں ہے کہ قرن اس پہاڑ کا نام بھی ہے اور اس کے متصل وادی کو

بھی قرن کہتے ہیں، اور اس وادی کے اندر ایک گاؤں جو طائف کے قریب ہے اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے، اس کے

اور مکہ مکرمہ کے درمیان تقریباً دو منزل کا فاصلہ ہے اور باقانی نے شرح ملتقی البحر میں کہا ہے کہ مکہ مکرمہ سے قرن

تک پچاس میل ہے، یہ نجد کے راستہ سے آنے والوں یعنی یمامہ سے عراق تک کے تمام مقامات والوں کیلئے

میقات ہے، اور بلوغ المرام کی تعلیق میں شیخ عبد اللہ البسام السلفی نے لکھا ہے کہ قرن المنازل کو اب السیل الکبیر کہتے

ہیں اوطن وادی سے مکہ مکرمہ تک اس کا فاصلہ ۸۷/۷ کلومیٹر ہے اور الفقہ الاسلامی وادلتہ میں وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے

کہ قرن المنازل مقام سیل کے قریب ہے اور ۹۴/۷ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔..... (از مرتب)

وغیرہ میقات سے احرام عقد کریں گے ﴿۱﴾ اور اگر آپ جدہ کے قاصد تھے اور مکہ مکرمہ کو اتفاقاً روانگی ہوئی تو آپ جدہ سے احرام عقد کریں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کراچی سے جدہ تک بغیر احرام کے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عربیہ سے چھٹی پر کراچی آیا تھا، اب کراچی سے بغیر احرام کے جدہ گیا، اور جدہ پہنچنے کے بعد اقامہ لگتے ہی جدہ سے برائے عمرہ چلا گیا، اب مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبدالحق سعودیہ عربیہ..... ۱۳/ محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر آپ کا منزل مقصود جدہ تھا تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں ہے (بحر ﴿۳﴾ شامی ﴿۴﴾)۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمواقيت ذوالحليفة مكان على ستة اميال من المدينة وعشر مراحل من مكة تسميها العوام آبيار على رضى الله عنه.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۶ ملط في المواقيت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن جاوز وقته غير محرم ثم اتى وقتا آخر اقرب منه واحرم جاز ولا شيء عليه ولو جاوز الميقات ويريد بستان بنى عامر دون مكة فلا شيء عليه. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۵۳ الباب العاشر في مجاوزة الميقات بغیر احرام)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وقيدنا بقصد مكة لان الآفاقى اذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله.

(البحر الرائق ۲: ۳۱۸ قبيل باب الاحرام)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام) اى مما بين الميقات والحرم والمعتبر القصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بيته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۱۶۷ ملط في المواقيت)

مدینہ منورہ سے جانے والا ذوالحلیفہ سے بغیر احرام کے تجاوز کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ جمعہ ہم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے گئے تھے، ہمیں مدینہ منورہ سے صبح روانہ ہونا تھا چاہئے تھا کہ ہم بیر علی یا ذوالحلیفہ سے احرام باندھتے مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب کوئی اسی کلومیٹر باہر ہم نے احرام باندھ لیا، اب ہم پر دم واجب ہو گا یا نہیں؟ اور یہ قربانی حرم میں کرنی ہوگی یا اپنے مقام پر اور ہماری طرف سے کوئی اور یہ قربانی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سلیم صدیقی اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ ریاض سعودیہ..... ۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر آپ نے جحفہ رابغ سے متجاوز ہونے سے پہلے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ تو آپ پر ﴿۱﴾ ذوالحلیفہ اسم تصغیر کے صیغہ سے ہے اور یہ مکہ معظمہ سے تمام مواقیت سے زیادہ فاصلہ والا میقات ہے اور اس جگہ کو عوام میں آبار علی یا بیر علی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے علی اختلاف الروایات چھ یا سات یا چار میل کے فاصلہ پر ہے سید نور الدین سمودی نے اپنی تاریخ مدینہ میں لکھا ہے کہ میں نے مسجد نبوی سے مسجد شجرہ تک ہاتھ سے پیمائش کی تو مسجد نبوی کے دروازے باب السلام سے مسجد شجرہ تک (۱۹۷۳۲) ہاتھ پایا اور یہ پانچ میل سے کم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک میل لوہے کے آج کل کے مستعمل ذراع کے ساتھ چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ سے ذوالحلیفہ کا فاصلہ نو یا دس مرحلے ہے اور فتح الباری میں ہے کہ ذوالحلیفہ سے مکہ معظمہ تک (۱۹۸) میل ہے وفی تعلیق البلوغ المرام للبسام السلفی: کہ مسجد نبوی سے یہ تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس سے مکہ مکرمہ تک (۴۲۰) کلومیٹر فاصلہ ہے اور وہبۃ الزحیلی نے (۴۶۰) کلومیٹر لکھا ہے۔

جحفہ مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تبوک کے راستہ پر واقع تھا ایک دفعہ یہاں سیلاب آیا جس نے اس گاؤں کو بہا لے گیا اس لئے اس کا نام جحفہ یعنی سیلاب کا تباہ کیا ہوا ہو گیا، اس لئے اس کی جگہ کو یقین کے ساتھ متعین نہیں کر سکے اس لئے علماء نے احتیاطاً رابغ سے احرام باندھنا اختیار کر لیا ہے، رابغ جحفہ سے پہلے آتا ہے اور جحفہ رابغ سے نصف منزل یا اس کے قریب فاصلہ پر مکہ معظمہ کی طرف واقع..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم واجب نہیں ہے، کما فی شرح التنویر وقالوا لو مر بمیقاتین فاحرامہ من الابد افضل ولو آخره الى الثانی لا شیء علیہ علی المذهب وفي ردالمحتار ۲: ۲۱۱ کالمدنی یمر بذی الحلیفہ ثم بالجحفۃ (رابغ) ﴿۱﴾ اور اگر جحفہ سے متجاوز ہو کر احرام باندھا ہو ﴿۲﴾ تو حرم میں (منیٰ میں مثلاً) ایک ایک ذنبہ اصالتہ یا وکالتہ ذبح کریں ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ہے اور اس کے فاصلہ میں شدید اختلاف ہے، امام نووی نے کہا ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے وفيہ نظر کما فی فتح الباری، اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ جحفہ سے مکہ معظمہ تک پانچ منزل کا فاصلہ ہے اور جحفہ سے مدینہ منورہ تک سات منزل ہے اور شرح منک المتوسط میں ہے کہ جحفہ اور مکہ کے درمیان بیاسی میل کا فاصلہ ہے اور ملا علی قاری نے بتیس میل کہا ہے لکنہ غیر صحیح، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جحفہ سے مکہ مکرمہ کیلئے مختلف راستے ہیں، اسلئے اس مسافت میں اختلاف واقع ہوا ہے، شیخ بسام السلفی نے تعلیق بلوغ المرام میں رابغ اور مکہ مکرمہ کے درمیان (۱۸۶) کلومیٹر لکھا ہے اور وہبۃ الزحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ میں (۱۸۷) کلومیٹر لکھا ہے۔..... (از مرتب)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۶۶ مطلب فی المواقیت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: اذا دخل الآفاقى مكة بغير احرام وهو لا يريد الحج والعمرة فعليه لدخول مكة اما حجة او عمرة فان احرم بالحج او العمرة من غير ان يرجع الى الميقات فعليه دم لترک حق الميقات.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۳ باب مجاوزة الميقات بغير احرام)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ويجوز ذبح بقية الهدايا (ای هدی المتعة والقران) فی ای وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا فی الحرم کذا فی الهدایة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۱ باب فی الهدی)



..... قال الله تعالى :

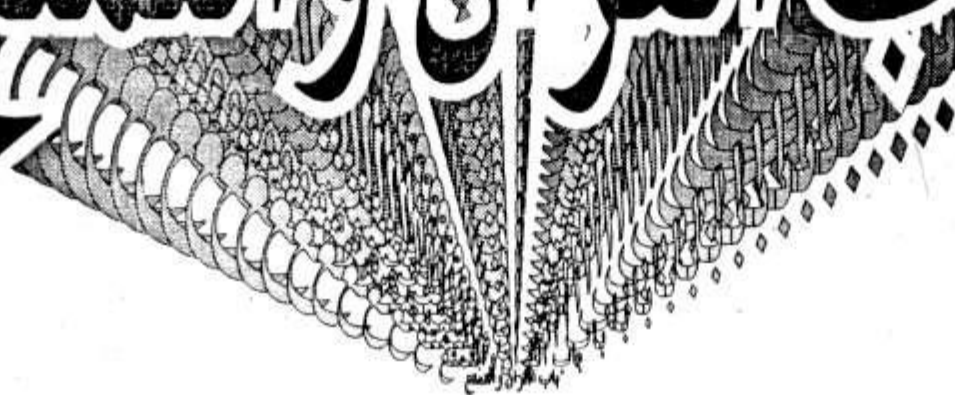
فمن تمتع بالعمرة الى الحج
فما استيسر من الهدى فمن
لم يجد فصيام ثلاثة ايام في
الحج وسبعة اذا رجعتكم.

..... ﴿البقرة: ١٩٦﴾



شؤون دينية بخلاف المعروف بنطاقه في بيتنا طاهر

باب القرآن والتسميع



باب القران والتمتع

اہل جدہ کیلئے تمتع اور قران کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جدہ میں رہنے والے جب حج کیلئے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جدہ سے احرام باندھے یا بغیر احرام کے جائے یعنی جدہ میقات کے اندر ہے یا باہر؟ اور جدہ کے لوگ قران اور تمتع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: شائستہ خان بلوچ جدہ..... ۱۸/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: جن علماء نے جدہ کو میقات سے باہر شمار کیا ہے، وہو الظاهر الراجح ﴿۱﴾ تو ﴿۱﴾ قال الشيخ المفتي نظام الدين الاعظمي الديوبندي: خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۳۶ میل انگریزی سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے اور حد میقات و خط میقاتی جدہ سے تقریباً ایک منزل مکہ مکرمہ کی جانب آگے بڑھ کر اس خط مستقیم پر واقع ہے جو یلملم سے چل کر سیدھا رابغ و جحہ کو پہنچتا ہے اور وہی خط مستقیم خط میقاتی ہے اور محاذ میقات اسی خط پر واقع ہوتی ہے۔

کیونکہ اس خط کا مقام اور جگہ معلوم و متعین نہیں ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حدود میقات سے تجاوز کئے بغیر مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے اور میقات و محاذات میقات کا علم و یقین نہ ہو تو کعبۃ اللہ سے دو منزل کی دوری پر ہی احرام باندھ لے، کما فی الدر المختار..... اور جدہ سے قبل چونکہ کسی میقات سے یا کسی میقات کی محاذات سے تجاوز نہیں ہوتا اور نہ دو منزل سے کم کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کہیں ہوتا ہے اس لئے جدہ پہنچنے سے قبل احرام باندھنا واجب و لازم نہیں ہوتا..... حدود میقات یا محاذات میقات کا اگر کوئی شخص یہ مفہوم لے کہ بیت اللہ شریف سے کوئی خط مستقیم چل کر کسی میقات پر سے گزرتا ہو اسیدھا آگے بڑھتا ہو اعل کبیر و آفاق میں سمندری علاقہ میں گزرتا ہو اچلا جائے تو وہ سب خط میقاتی ہے اور اس خط پر بغیر احرام باندھے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان علماء کے نزدیک اہل جدہ تمتع اور قرآن کر سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور بغیر احرام کے (بغیر نیت عمرہ کے) مکہ معظمہ داخل نہیں ہو سکتے (شامی) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

اشہرج میں جدی حاجی عمرہ کے بعد حج کی نیت کرے تو.....؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جدہ میں ہے اس نے اشہرج میں عمرہ بھی ادا کیا ہے بعد عمرہ کے حلال ہو کر دوبارہ قرآن کا احرام باندھا، کیا زید پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: عمر دراز شند و محمد خان سندھ

الجواب: اگر جدہ زمین حل سے باہر ہو، کما هو رأی بعض الاکابر ﴿۳﴾ تو اس شخص پر (بقیہ حاشیہ) ہوئے آگے بڑھنا اور تجاوز کرنا حدود میقات سے تجاوز کرنا شمار ہوگا تو یہ مفہوم بچند وجوہ غلط ہے الخ۔
(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

(ومثله فی جواهر الفقہ للشیخ المفتی محمد شفیع الدیوبندی)
﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والمکى ومن فی حکمه (ای من اهل داخل المواقیت) یفرد فقط ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیه دم جبر.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۱۴ باب التمتع)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم تأخیر الاحرام عنها لمن ای لآفاقی قصد دخول مکة یعنی الحرم ولو لحاجة غیر الحج.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۶۷ فصل فی المواقیت)
﴿۳﴾.....☆ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احقر نے جہاں تک غور و فکر کیا ترجیح اسی کی معلوم ہوئی کہ بحری مسافروں کیلئے جدہ تک احرام کو مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔
.....☆ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اہل ہند کیلئے بحری جہاز سے آنے کی صورت میں جدہ ہی کو ان کا میقات قرار دیتے تھے اور امداد الفتاویٰ تمتع خامسہ طبع قدیم میں ہے کہ حضرت سہارنپوری صاحب نے عرض کیا کہ مدینہ کا راستہ بند ہونے کی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دم شکر واجب ہوگا، اور اگر زمین حل یعنی مواقیت کی محاذات سے باہر نہ ہو بلکہ داخل ہو ﴿۱﴾ تو اس شخص پر دم (بقیہ حاشیہ) صورت میں حج بدل کا احرام جدہ سے ہوگا، اور یہ ظاہر ہے اہل ہند کیلئے یملم کے محاذات کسی معتبر طریقے سے نہیں ہوتی لہذا جدہ ان کیلئے میقات ہے۔
(ملخص جواہر الفقہ ۱: ۴۷۸، ۴۷۹ مواقیت احرام)

☆ مولانا مفتی نظام الدین اعظمی (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں: کہ خود جدہ بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل سے کچھ زائد فاصلہ (تقریباً ۳۶ میل انگریزی میل سے) پر حل کبیر اور آفاق میں واقع ہے۔
(نظام الفتاویٰ ۲: ۱۸۰ کتاب الحج)

﴿۱﴾ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف اتنی بات تجاوز عن المیقات کیلئے کہ مسافت جدہ اور یملم برابر ہے جدہ سے احرام باندھنے کیلئے کافی نہیں..... میرے نزدیک فقہی مسئلہ یہی ہے کہ بحری مسافر کو یملم کی محاذات ہی سے احرام باندھنا ضروری ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور توبہ بھی کرنا پڑے گی۔
(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۲ حضرت بنوری کی رائے)

☆ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نتیجہ یہ کہ محاذات یملم کا علم ہوتے ہوئے جدہ تک تجاوز بدون احرام ناجائز ہے۔
(جواہر الفقہ ۱: ۴۸۶ مفتی رشید احمد صاحب کی رائے)

☆ حضرت سیدی وشیحی واستادی واستاد العلماء حضرت مفتی محمد فرید صاحب دامت برکاتہم کے نزدیک ان دو رائے میں سے رائج رائے یہ ہے کہ جدہ میقات سے باہر ہے کما صرح بہ فی بعض الفتاویٰ، اسی طرح منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۰۴ ”باب فی مواقیت الاحرام لاهل الآفاق“ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ مواقیت کے درمیان خطوط مستقیمہ کی صورت میں جدہ آفاق اور حل کبیر میں آتا ہے لیکن اس میں اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ بان لا تكون المسافة من هذا لخط الى مكة اقل من مرحلتين تقدیما لتصریحات الفقہاء علی تحقیقات العلماء، اور دوسری رائے جو دائرہ کی صورت میں ہے اس پر فقہی اشکال کو وجہ ضعف بنایا ہے کہ الوصول الى محیط الدائرة المارة علی المیقات يكون مركزها مكة وهو تحقیق بعض الشیوخ..... ویرد علیہ ان الذی یمر بعیدا من المیقات ولم یدر المحاذاة یلزم ان لا یصح احرامہ من مرحلتين وهو خلاف تصریحات الفقہاء. (از مرتب)

جبر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج تمتع کی صورت میں دم شکر واجب اور عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حجاج کرام حج تمتع کیلئے ذی الحجہ سے کوئی چار ماہ قبل مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ کے بعد احرام کھول لیا، شوال میں ایک مہینہ مدینہ منورہ میں گزارنے کیلئے وہاں چلے گئے، اور ذی قعدہ میں واپسی پر ذوالحلیفہ میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھا، اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ عمرہ کے بعد احرام کھول سکتے ہیں یا حج کی ادائیگی تک احرام میں رہ سکتے ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر عمرہ کے بعد قبل از حج احرام کھول لینے سے دم واجب ہوتا ہے اور بعض لا باس بہ کہتے ہیں کہ سات ذی الحجہ یعنی یوم ترویہ یا آٹھویں ذی الحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد شفیع..... ۵/۳/۱۹۷۴

الجواب: اگر یہ شخص تمتع کا ارادہ رکھتا ہو تو ذوالحلیفہ والے عمرہ سے طواف اور سعی کے بعد احرام کھولے گا اور اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور ایک دم شکر دے گا، جو کہ واجب ہے، صرح بہ فی القرآن ﴿۲﴾ وصرح بہ فی الہدایۃ والفتح ﴿۳﴾.....

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: (المنمتع) ذبح کالقارن..... والمکی ومن فی حکمہ یفرد ولو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۱۳، ۲۱۴ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى، فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام في الحج وسبعة اذا رجعتم. (البقرة: ۱۹۶)

﴿۳﴾ قال العلامة المرغینانی: وصفة التمتع ان یبتدی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

..... والبحر ﴿۱﴾ وردالمختار ﴿۲﴾ وغيره. وهوالموفق

مکہ مکرمہ میں مقیم کا شوال میں عمرہ ادا کرنے کی صورت میں حج افراد یا تمتع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹھارہ رمضان المبارک سے مکہ مکرمہ میں بہ نیت حج مقیم ہوں شوال کے مہینہ میں میں نے عمرہ ادا کیا، اب میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا میں دم ادا کروں اور حج افراد کی نیت کروں یا میں حج تمتع کی نیت کروں اور قربانی کروں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبدالحفیظ بقالۃ الفضل الزاہر شارع الحج مکہ مکرمہ..... ۱۹۸۹ء/۶/۱۷

الجواب: اگر آپ اس عمرہ کے بعد (جو کہ شوال میں آپ نے ادا کیا ہے) قبل از حج مدینہ منورہ نہیں گئے ہوں تو آپ مفرد ہیں تمتع نہیں ہیں، اور اگر آپ اس عمرہ کے بعد قبل از حج مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام کیا اور اس کے بعد حج کیا تو عندالامام آپ مفرد ہیں، اور اگر مدینہ (بقیہ حاشیہ) من المیقات فی اشہر الحج فیحرم بالعمرة ویدخل مکة فیطوف لہا ویسعی ویحلق او یقصر وقد حل من عمرته وهذا هو تفسیر العمرة، قال ابن الہمام: فتحریر الضابط للمتمتع ان یفعل العمرة او اکثر طوافها فی اشہر الحج عن احرام بها قبلها او فیہا ثم حج من عامہ بوصف الصحة من غیر ان یلم باہلہ بینہما الماما صحیحا.
(ہدایہ مع فتح القدیر ۲: ۳۲۲ باب التمتع)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله وهو ان یحرم بعمرة من المیقات..... ثم یحرم بالحج من الحرم ویحج ویذبح) فقولہ من المیقات للاحتراز عن مکة فانه لیس لاہلہا تمتع ولا قران النخ. (البحر الرائق ۲: ۳۶۲ باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: هو ان یفعل العمرة او اکثر اشواطها فی اشہر الحج..... واقام بمكة حلالا ثم یحرم للحج فی سفر واحد..... وذبح کالقارن.
(الدر المختار علی هامش ردالمختار ۲: ۲۱۱، ۲۱۲ باب التمتع)

منورہ سے واپسی کے وقت حج کا احرام کیا تو آپ متمتع ہیں (ہندیۃ از محیط) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

تمتع کے تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ایام حج میں رکھے جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید حج کیلئے گیا، پندرہ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا اور چھ ذی الحجہ کو سب نقدی وغیرہ گم ہو گئی، پھر ذاتی استعمال کے کپڑے گھی وغیرہ فروخت کر کے سوڈیڑھ سو ریال حاصل کئے موجودہ رقم میں ایک یا دو قربانیاں کی جاسکتی تھی لیکن اس صورت میں جیب خالی ہو جاتی اور واپسی پر باقی ایام میں خرچہ نہ ہوتا، سات ذی الحجہ کو صبح مسئلہ معلوم ہوا کہ روزے رکھے جائیں، چونکہ ساتویں ذی الحجہ کو روزہ ممکن نہیں تھا البتہ آٹھویں کو روزہ رکھا، پھر نویں اور دسویں ذی الحجہ کو پیدل حج کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اسلئے دو روزے تیرہ اور چودہ ذی الحجہ کو رکھ لئے اور سات پاکستان میں رکھ لئے، اب سوال یہ ہے کہ اس حج متمتع کی قربانی جو واجب تھی کیا ان روزوں سے یہ واجب ادا ہوا، اگر ادا نہیں ہوا تو اب اس قربانی کا کیا کیا جائے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد حمزہ گورنمنٹ کالج گوجرہ..... ۱۹۷۴ء/۲/۳

الجواب: واضح رہے کہ اس شخص پر ذبح متعین ہوا ہے صوم سے اس کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے

﴿۱﴾ وفي الهنديۃ: لو احرم لعمرۃ قبل اشهر الحج فقضاها وتحلل و اقام بمكة فاحرم بعمرۃ ثم حج من عامه ذلك لم يكن متمتعاً فان كان حين فرغ من الاولى خرج فجاوز الميقات قبل اشهر الحج فاهل منه لعمرۃ في اشهر الحج وحج من عامه فهو متمتع وان كان جاوز الميقات في اشهر الحج لم يكن متمتعاً الا اذا خرج الى اهله ثم اعتمر ثم حج من عامه عند ابى حنيفه رحمه الله وعندهما هو متمتع جاوز الميقات قبل اشهر الحج او بعدها كذا في محيط السرخسى.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۰ الباب السابع فی القران والتمتع)

پس یہ شخص دو قربانیاں کرے گا (بحر ۲: ۳۶۰) ﴿۱﴾ اور یہ دو قربانیاں حرم میں کرنے ہوں گے اصالۃ یا وکالۃ اگرچہ ایام ذبح میں نہ ہو (شامی ۲: ۳۲۲) ﴿۳﴾ اور گائے میں دو حصے بھی کافی ہے (بحر ۲: ۳۵۹) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

دم شکر صرف قارن یا متمتع پر واجب ہے مفرد پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قربانی صرف قارن اور متمتع پر واجب ہے یا مفرد پر بھی؟ اگر مفرد قربانی کرے تو جائز ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: رشید گل سعودی عرب..... ۱۹/۶/۱۹۸۴

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: والعبرة لا يام النحر في العجز والقدرة وكذا لو قدر على الهدى قبل ان يكمل صوم الثلاثة ايام او بعد ما اكمل قبل ان يحلق ويحل وهو في ايام الذبح بطل صومه ولا يحل الا بالهدى..... ان لم يصم الثلاثة حتى دخل يوم النحر لم يجزه الصوم اصلا وصار الدم متعينا لان الصوم بدل والابدال لا تنصب الا شرعا والنص خصه بوقت الحج وجواز الدم على الاصل وعن ابن عمر انه امر في مثله بذبح الشاة فلو لم يقدر على الهدى تحلل وعليه دمان دم التمتع ودم التحلل قبل الهدى.
(البحر الرائق ۲: ۳۶۱ قبيل باب التمتع)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ويتعين الحرم لامني) اي بل يسن لما في المبسوط من ان السنة في الهدايا ايام النحر منى وفي غير ايام النحر فمكة هي الاولى شرح اللباب.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۷۲ باب الهدى)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: (ذبح شاة او بدنة او سبعها) واطلق البدنة فشملت البعير والبقرة والسبع جزء من سبعة اجزاء وانما كان مجزئا لحديث الصحيحين.
(البحر الرائق ۲: ۳۵۹ باب القران)

الجواب: قربانی (دم شکر) صرف قارن یا متمتع پر واجب ہوتی ہے نہ کہ مفرد پر، کما فی الهدایۃ ﴿۱﴾ ورد المحتار ﴿۲﴾ والہندیۃ ﴿۳﴾ وغیرہا، اس میں فرض اور نفل کا کوئی فرق نہیں ہے اور اگر مفرد اس قربانی میں کمزوریوں کے ازالہ کی نیت کرے تو جائز ہے بخلاف القارن والمتمتع ﴿۴﴾ اور اگر متمتع یا قارن قربانی کو رمی پر مقدم کرے تو اس پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دم واجب ہے، خلافاً لمن سواہ (ہدایۃ ﴿۵﴾ رد المحتار ﴿۶﴾ ہندیۃ وغیرہا)۔ وهو الموفق ﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: واذا رمی الجمرۃ یوم النحر ذبح شاة او بقرة او بدنة او سبع بدنة فهذا دم القران لانه فی معنی المتعة والهدی منصوص علیہ فیہا۔

(ہدایۃ ۱: ۲۴۰ باب القران)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وذبح للقران وهو دم شکر ای لما وفقہ اللہ تعالیٰ للجمع بین النسکین فی اشهر الحج بسفر واحد۔ (رد المحتار ہامش الدر المختار ۲: ۲۰۹ باب القران) ﴿۳﴾ وفي الہندیۃ: اذا رمی جمرۃ عقبہ یوم النحر یذبح دم القران وهذا الدم نسک من المناسک۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۸ الباب السابع فی القران والتمتع) ﴿۴﴾ وفي الہندیۃ: ثم یرجع الی منی فان کان معہ نسک ذبحہ وان لم یکن فلا یضرہ لانه مفرد بالحج ولو کان قارنا او متمتعاً فلا بدلہ من الذبح۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۱ باب فی کیفیۃ اداء الحج)

﴿۵﴾ قال العلامة المرغینانی: ومن اخر الحلق حتی مضت ایام النحر دم عند ابی حنیفۃ وكذا اذا اخر طواف الزیارة وقال لا شیء علیہ فی الوجهین وكذا الخلاف فی تاخیر الرمی وفي تقدیم نسک علی نسک كالحلق قبل الرمی ونحر القارن قبل الرمی (ہدایۃ ۱: ۲۸۷ باب الجنایات)

﴿۶﴾ قال العلامة الحصکفی: او قدم نسکا علی آخر فیجب فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف لكن لا شیء..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود روزے رکھنا کافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی وہاں قربانی نہ کرے

اور دس روزے متواتر رکھے کیا اس پر دم واجب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عبد المجید پشاور شہر..... ۱۴/ صفر ۱۳۹۵ھ

الجواب: جو حاجی متمتع یا قارن ہو اس پر قربانی لازم ہے اور عدم قدرت کی صورت میں دس

روزے رکھنا کافی ہے، لیکن باوجود قدرت کے روزے رکھنا کافی نہیں، قربانی (ہدیہ) ذبح کرنا ضروری ہے،

ماخوذ از ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں میں سے ایک حج کیلئے

گیا گھر پر جو بھائی رہ چکا ہے اس پر اس حاجی بھائی کی طرف سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مختار سید بنوی..... ۱۶/۸/ ۱۹۸۳ء

الجواب: حاجی پر قربانی واجب نہیں ہے، نہ منیٰ میں اور نہ وطن میں، کما فی البدائع

(بقیہ حاشیہ) علی من طاف قبل الرمی والحلق، قال ابن عابدین: قوله فیجب النخ لما كان

قوله او قدم النخ بیانا لوجوب الدم بعکس الترتیب فرع علیه ان الترتیب واجب مع بیان

ما یجب ترتیبہ ومالا یجب فافهم.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۲۶ باب الجنایات)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وذبح للقران وهو دم شکر..... وان عجز صام ثلاثة ايام.....

آخرها يوم عرفة..... وسبعة بعد تمام ايام حجه فرضا او واجبا وهو بمعنى ايام التشريق.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۰۹ باب القران)

۵: ۶۳ و ذکر فی الاصل وقال ولا تجب الاضحية على الحاج و اراد بالحاج المسافر الخ ﴿ ۱ ﴾ و تمام الکلام فی الساری ﴿ ۲ ﴾ . وهو الموفق

حرین میں مقیم حاجی پر اضحیہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے امسال حج پر روانہ ہونے سے پہلے مجھے کہا کہ آپ میری طرف سے ایک بکرا ذبح کریں جو کہ دم اضحیہ ہے اور مجھ پر واجب ہے، باقی دم شکر کا بکرا میں خود ذبح کروں گا، میں نے مقامی علماء سے پوچھا انہوں نے کہا دو دم نہیں ہیں اسلئے میں نے والد صاحب کی جانب سے قربانی نہیں کی، جب وہ واپس تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا تو بہت خفگی کا اظہار کیا اب از روئے شرع اس قربانی کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: سردار علی خان..... ۱۹۷۴ء/۲/۲۴

﴿ ۱ ﴾ (بدائع الصنائع ۴: ۱۹۵ کتاب التضحية فصل شرائط الوجوب)

﴿ ۲ ﴾ قال العلامة ملا علی قاری: اعلم ان الاضحية واجبة على كل مسلم حر مقیم موسر ویستوی فیہ المقیم بالامصار والقری والبوادی فلا تجب على المسافرين ولا على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة كذا في الخزانة ولعل وجهه انه يجب على الحاج دم القران او متعة ويستحب لهم دم افراد فيسقط عنهم دم الاضحية تخفيفا عليهم كما سقط عنهم صلاة العيد اجماعا وكذا صلاة الجمعة بمنى عند بعضهم قال السنجاری فی منسكه ولا تجب الاضحية على المسافر والحاج لان فيه الحاق المشقة بالمشقة وتجب على اهل مكة لعدم المشقة فيهم ولعله اراد باهل مكة من لم يحج منهم ولا يبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادی واما اهل مكة فتجب عليهم وان كانوا حجوا كذا في الكرخي و ذکر فی الخجندی انها لا تجب على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة، والله اعلم.

(ارشاد الساری ۲۶۳ مطلب فی التحقيق فی اضحية اهل مكة اذا حجوا)

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والد صاحب رمضان میں مدینہ منورہ گئے ہوں اور وہاں سے شوال میں عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ واپس ہوا ہو تو آپ کے والد صاحب متمتع تھے اس پر دم متمتع واجب ہوا ہے جو کہ اس نے ادا کیا ہے اور چونکہ آپ کے والد صاحب حرمین میں مقیم تھے، کما هو الظاهر لانه نوى اكثر من خمسة عشر يوما، لهذا اس پر اضحیہ واجب تھا ﴿۱﴾ اور جب آپ نے اس کی طرف سے اضحیہ ذبح نہیں کیا ہے تو ابھی ایک متوسط شاة (دنبہ) جو کہ چھ ماہ سے زائد عمر کا ہو اور اتنا فریبہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو کی قیمت مساکین میں تقسیم کریں، کما فی رد المحتار ۵: ۲۸۰ ﴿۲﴾ . وهو الموفق

ایام النحر میں دم نہ کرنے والا حاجی اب کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک حاجی ایام النحر میں

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وذكر في الاصل وقال: ولا تجب الاضحية على الحاج و اراد بالحاج المسافر فاما اهل مكة فتجب عليهم الاضحية وان حجوا لما روى نافع عن ابن سيدنا عمر رضى الله عنهما انه كان يخلف لمن لم يحج من اهله اثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا. (بدائع الصنائع ۴: ۱۹۵ كتاب التضحية فصل شرائط الوجوب) ومثله في ارشاد الساری ۱: ۲۶۳ مطلب في التحقيق في اضحية اهل مكة

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا) وتعقبه الشيخ شاهين بان وجوب التصديق بالقيمة مقيد بما اذا لم يشتريها اما اذا اشترى فهو مخير بين التصديق بالقيمة او التصديق بها حية كما في الزيلعي ابو السعود..... فبين ان المراد اذا لم يشتريها قيمة شاة تجزئ في الاضحية كما في الخلاصة وغيرها قال القهستاني او قيمة شاة وسط كما في الزاهدي والنظم وغيرهما.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۲۶ كتاب الاضحية)

لا علمی، بھول یا کسی اور وجہ سے دم ادا نہ کرے جبکہ فریضہ حج سے پہلے برائے زیارت مدینہ الرسول ﷺ گیا ہو اب یہ حاجی ایک دم ادا کرے گا یا دو؟ اور ایام النحر میں یا دوسرے ایام میں بھی ادا ہو سکتا ہے؟ نیز زمین حرم میں یا زمین حل میں بھی ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: فضل ہادی حقانی خرکی ضلع مردان..... ۱۹۷۴ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ حاجی مدینہ منورہ سے رمضان میں واپس ہوا ہو تو اس پر دم تمتع نہیں ہے البتہ اگر اس نے عام قربانی ایام نحر میں نہیں کی ہو تو وہ ایک شاة کی قیمت بطور تصدق مساکین میں تقسیم کرے ﴿۱﴾ اور اگر مدینہ منورہ سے شوال میں عمرہ کے احرام سے آیا ہو تو اس پر دم تمتع واجب ہوگا ﴿۲﴾ اور تاخیر کی وجہ سے دم جنایت بھی واجب ہوگا، اور زمین حرم کے ساتھ مختص ہوگا (ہندیہ) ﴿۳﴾ اور اگر یہ حاجی وقوف عرفات سے پہلے فوت ہوا ہو تو اس پر نہ قربانی ہے اور نہ دم تمتع وغیرہ، پس اگر اس حاجی نے حج مکمل کیا ہو لیکن دم تمتع ذبح نہ کیا ہو تو کسی کو وکیل بنا کر حرم میں دود بنے وغیرہ ذبح کروائے خواہ ایام حج میں ہو یا پہلے ہو۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتصدق بقيمتها غني شراها او لا لتعلقها بدمته بشرائها او لا فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۵: ۲۲۶ قبيل فروع كتاب الاضحية)

﴿۲﴾ وفي الهنديه: والمتمتع من يأتي باعمال العمرة في اشهر الحج او يطوف اكثر طوافها في اشهر الحج ثم يحرم بالحج ويحج من عامه ذلك قبل ان يلم باهله بينهما الماما صحيحا. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۳۸ باب القران والتمتع)

﴿۳﴾ وفي الهنديه: لا يجوز ذبح هدى المتعة والقران الا في يوم النحر حتى لو ذبح قبله لا يجوز اجماعا وبعده كان تاركا للواجب عند الامام فيلزمه دم ويجوز ذبح بقية الهدايا في اي وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۶۱ الباب السادس عشر في الهدى)

حج کی قربانی سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں لاکھوں قربانیاں ہو کر آخر میں اسے جلایا جاتا ہیں لوگ تھوڑا بہت گوشت کھا لیتے ہیں باقی چھوڑ دیتے ہیں اور ضائع ہو جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ..... ۱۰/۸/۱۹۸۳

الجواب: قربانی کے گوشت میں سے کھانا ضروری نہیں خون بہانے سے ثواب مل جاتا

ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: الاضحیة اراقۃ الدم من النعم دون سائر الحيوان والدلیل علی انها الاراقۃ انه لو تصدق بعین الحيوان لم یجز والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب وليس بواجب حتی لو لم يتصدق به جاز قال فی الواقعات شراء الاضحیة بعشرة دراهم خیر من التصدق بالف درهم لان القربة التي تحصل باراقۃ الدم لا تحصل بالصدقة. (الجوهر النيرة ۲: ۲۸۱ کتاب الاضحیة)





.....: عن ابن عباس :.....

ان امرأة سألت النبي ﷺ فقالت:

ان ابى شيخ لا يستوى على البعير

أدر كته فريضة الله؟ فقال رسول

الله ﷺ: حجي عنه.

بخارى، مسلم، ابوداؤد، ترمذى،

موطأ، نسائى، ابن ماجه، دارمى

باب الحج عن الغير

حج عن الغير میں حج تمتع کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں نے حج بدل کا ارادہ کیا ہے، معلم الحجاج ملقب با شرف المناسک میں لکھا ہے کہ حج عن الغير کرنے والا تمتع نہیں کر سکتا، اور تمتع اجازت سے بھی جائز نہیں، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے، اب پوچھنا یہ ہے کہ حج عن الغير میں تمتع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوات وجروا
المستفتی: عبد الجلیل کر بوغہ شریف..... ۱۹۷۸ء/۸/۰۹

الجواب: حج بدل میں جب آمر کی اجازت سے قرآن اور تمتع کئے جائیں تو اس میں اختلاف ہے، ملا علی قاری (۱) اور حضرت گنگوہی (۲) وغیرہ نے عدم جواز کو مختار کیا ہے اور ارشاد الساری ۳۰۴ نے
(۱) قال الملا علی قاری: ان هذا القيد سهو ظاهر اذ التفويض المذكور في كلام المشائخ مقيد بالافراد والقران لا غير..... واما ما في قاضي خان من التخيير بحجة او عمرة وحجة او بالقران فلا دلالة على جواز التمتع اذ الواو لا تفيد الترتيب فيحمل على حج وعمرة بان يحج او لا عنه ثم يأتي بعمرة له ايضا.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۳۰۴ قبیل فصل ولوصی المیت او وارثہ.....)
(۲) قال الشيخ الجنجوهی: پس اگر آمر نے حج کو کہا اور مامور نے تمتع کر دیا تو ضمان دیوے گا اور حج مامور کا ہووے گا نہ آمر کا علیٰ ہذا..... اور تمتع کرنا کسی حال میں درست نہیں اگرچہ آمر نے اذن دیا ہو الخ۔
(تالیفات رشیدیہ (رسالہ زبدۃ المناسک ۶۳۷ باب الحج عن الغير)

ملا علی قاری پر رد کیا ہے اور جواز کو رائج قرار دیا ہے ﴿۱﴾، قلت وهو الاقوی لان کلام ابی بکر محمد بن الفضل لغير الجواز حيث قال اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا كذا في الخانية على هامش الهندية ۱: ۲۸۱ ﴿۲﴾ وكذا يقتضيه كلام غاية البيان حيث قال في شرح قوله الهداية فان امره غيره ان يقرن عنه فالدم على من احرم واراد بالقران الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا فافهم ﴿۳﴾، واستدلال المخالف بعبارات الفقهاء لا يصح لانها وردت عند الامر بالافراد وعللها بعدم الاذن، وفي الصورة المسؤلة يأمره الامر بالحج وهو في عرفنا شامل للاقسام الثلاثة وكذا لا ريب في الاذن لا سيما عند الاستيذان ومزيد التفصيل في جواهر الفقه ۱: ۵۰۸ فليراجع ﴿۴﴾. وهو الموفق

حج بدل میں تینوں اقسام حج آمر سے واقع ہوتے ہیں

سوال: حج بدل یعنی حج عن الغير میں اگر مأمور نے میقات سے احرام باندھ کر پہلے عمرہ ادا کیا خواہ

﴿۱﴾ قال الشيخ حسين بن محمد سعيد المكي: قوله فيه ان هذا القيد سهو ظاهر قال القاضى عيّد في شرحه لهذا الكتاب ولا يخفى ان هذا سهو منه لان الميت لو امره بالتمتع فتمتع المأمور صح ولا يكون مخالفاً بخلاف بين الأئمة الأسلاف فتدبر.

(ارشاد الساری الی مناسک القاری ۲۰۴ قبیل فصل ولو صی الميت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن الميت)

﴿۳﴾ (هداية ۱: ۲۷۸ باب الحج عن الغير)

﴿۴﴾ (جواهر الفقه ۱: ۵۰۸ رساله منهج الخیر فی الحج عن الغير)

اپنے لئے ہو یا آمر کیلئے، بعد میں حج ادا کیا مکہ مکرمہ سے، کیا یہ حج آمر کیلئے ہو یا نہیں؟ بعض کتب میں لایجوز مذکور ہے ان کی عبارات یہ ہیں، ان من شروط الحج عن الأمر ان يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة يضمن في قولهم جميعاً ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام، الثالث عشر عدم المخالفة فلو امره بالافراد ففقرن او تمتع ولو للميت لم يقع حجه عن الأمر ويضمن النفقة الخ، اس مسئلہ میں یہاں کے علماء کرام میں بہت اختلاف ہے بعض وقوع وجواز کے قائل ہیں اور بعض عدم وقوع وعدم جواز کے قائل ہیں، براہ مہربانی وضاحت فرمائیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی نوراجان

الجواب عن عبد الله جان ناصر دکی: یہاں تفصیل کی ضرورت ہے اس کے بعد صراحۃً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حج آمر کیلئے واقع اور جائز ہے تفصیل یہ ہے، عبارت بحر الرائق ۳۱۸:۲ لان الافاقی اذا قصد موضعا من الحل كخليص يجوز له ان يتجاوز الميقات غير محرم واذا وصل اليه التحق باهله، ومن كان داخل الميقات فله ان يدخل مكة بغير احرام اذا لم يقصد الحج او العمرة وهي الحيلة لمن اراد ان يدخل مكة بغير احرام وينبغي ان لا تجوز هذه الحيلة للمامور بالحج (لانه حينئذ لم يكن سفره للحج) ولانه مامور بحجة آفاقية واذا دخل مكة بغير احرام صارت حجته مكية فكان مخالفا وهذه المسئلة يكثر وقوعها فيمن يسافر في البحر الملح وهو مامور بالحج ويكون ذلك في وسط السنة فهل له ان يقصد البندر المعروف بجدة ليدخل مكة بغير احرام حتى لا يطول الاحرام عليه لو احرم بالحج فان المامور بالحج ليس له ان يحرم بالعمرة، پھر ملاحظہ ہو اسی صفحہ ۳۱۸ جلد ۲ پر عبارت منحة الخالق على البحر لابن عابدين تحت قوله لانه

حينئذ لم يكن سفره للحج، هذا التعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه، ونقل كلام المؤلف هنا الشيخ حنيف الدين المرشدي في شرح منسكه واقره ونقله عنه القاضى محمد عيد في شرح منسكه كما فى حاشية المدنى على الدرالمختار، ثم قال فيها ونقل الملا على قارى فى رسالته المسماة. (بيان فعل الخير اذا دخل مكة من حج عن الغير) انه وقعت مسئلة اضطررب فيها فقهاء العصر وهى ان الآفاقى الحاج عن الغير اذ انفصل عن الميقات بغير احرام للحج هل هو مخالف ام لا؟ فقول نعم فيبطل حجه عن الأمر وان عاد الى الميقات، واحرم وقيل لا بل عليه ان يرجع الى الميقات ويحرم عن الأمر واعتمد الاولون على ظاهر ما فى المنسك الكبير للسندى ان من شروط صحة الحج عن الأمر ان يحرم من الميقات فلو اعتمر وقد امره بالحج ثم حج من مكة يضمن فى قولهم جميعا ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام، لانه مأمور بحجة ميقاتيته الخ..... ولا يصح الاعتماد عليه لان الشرط فرض لا يثبت الا بدليل قطعى فمجرد قوله من غير نقله عن مجتهد او اسناده الى دليل غير مقبول، واطال الى ان قال وبما ذكرناه افتى الشيخ قطب الدين وشيخنا سنان الرومى فى منسكه وافتى به الشيخ على المقدسى ونقل فتواه فراجعها الخ ما فى الحاشية ملخصا اقول وفى رده ما ذكره السندى نظر، لان المسئلة منقولة والمقلد متبع للمجتهد وان لم يظهر دليله فى التارخانية عن المحيط ولو امره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف فى قولهم وفى الخانية ولا يجوز ذلك عن حجة الاسلام عن نفسه وكذا لو حج ثم اعتمر كان مخالفا عند العامة، وفى المحيط ولو امره بالعمرة فاعتمر اولا ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفا وان حج اولا ثم اعتمر فهو مخالف الخ

فليتأمل وفي قول ابن عابدين فليتأمل اشارة الى جواب نظره وهو ان نقل الدليل عن مجتهد او اسناده الى دليل لا ينافي التقليد والاتباع وايضا قال ملا على قارى في كتاب المناسك ٢٥٣ وايضا فيه اشكال آخر حيث ان الميقات من اصله ليس شرطا لمطلق الحج واصالته بل انه من واجباته فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح او دليل صحيح فالامر مسلم والا فلا.

حاصل ما قال الملا على قارى في المنحة وفي كتاب المناسك ان الميقات اما ان يكون شرطا اولاً، فان كان شرطا فالشرط فرض لا يثبت الخ ولم يأت احد بدليل قطعى الى الآن ولم يوجد، وان لم يكن شرطا بل من واجبات الحج فكيف يكون شرطا وقت نيابته فان وجد نقل صريح ودليل صريح فالامر مسلم والا فلا.

وبقوله ان الشرط فرض الخ وان الميقات من اصله ليس شرطا الخ اندفع ما قال في ردالمحتار في باب الحج عن الغير ٢١١، ٢١٢ وهذا يفيد جواز الحيلة المذكورة اذا عادل الميقات واحرم على ان البحر الرائق علل بعلمين احدهما قوله لانه حينئذ لم يكن سفره للحج وثانيهما لانه مامور بحجة افاقية وبينهما تناقض كما يظهر بادننى تأمل، وهو ان قوله لانه حينئذ تعليل يفيد انه لا ترتفع المخالفة بخروجه بعد الى احد المواقيت واحرامه منه كما ذكرناه آنفاً، وقوله لانه مامور بحجة آفاقية تعليل يفيد ويفهم منه انه لو خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح ولعل البحر لهذا التناقض اتى وجاء بلفظ ينبغي وهو غير صريح فى اشتراط الاحرام من الميقات وعلل الشيخ السندى بعلة واحدة وهى قوله لانه مامور بحجة ميقاتية وهى ايضا منقوضة بما قال فى المنحة على البحر ٢٣:٣ وهو (قول السندى لانه مامور بحجة ميقاتية) يفهم منه انه لو

خرج الى الميقات واحرم منه انه يصح لكن يرد عليه انه لما اعتمر جعل سفره للعمرة ولم يؤمر به فيكون مخالفا كما يفيد قوله الآتي (لانه جعل المسافة) والقول الآتي من آخر صفحة ۲۳ الى نصف سطرى ثانية ۲۴.

وايضاً قال ملا على قارى في كتاب المناسك ۵۳ تحت قوله فلو امره بالافراد فقرن او تمتع به ولعل وجهه انه مأمور بتجريد السفر للحج فانه المفروض عليه وينصرف مطلق الامر اليه الا انه يشكل عليه اذا امره بافراد العمرة ثم اتيان الحج بعده او صرح بالتمتع في سفره او بتفويض الامر اليه. اس تفصيل سے معلوم ہوا کہ یہ حج آمر کی طرف سے واقع اور جائز ہے۔

المجيب: عبد اللہ جان ناصر دکی لور آلائی

الجواب عن مفتی صاحب دامت برکاتہم: ان عبارات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حج آمر سے واقع ہوتا ہے البتہ عوام کے عرف میں حج کا افراد اور تمتع اور قرآن تینوں اقسام پر اطلاق ہوتا ہے لہذا اسی بنا پر یہ حج آمر کی طرف سے واقع ہوتا ہے فافہم ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

محمد فرید غنی عنہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

﴿۱﴾ اس میں اصل یہ ہے کہ میقات کے ذکر کے بغیر امر کرنے کی صورت میں آفانی کے میقات سے احرام باندھنا جو شرط ہے وہ میقات کا یہ امر دلالت ثابت ہونے کی وجہ سے ہے پس جب آمر کی اجازت اس کے خلاف واقع ہوئی مثلاً اس کو قرآن کا امر کیا یا اس معاملہ کو اس کے اختیار پر چھوڑ دیا تو یہ شرط بھی ساقط ہو جائے گی، یہاں تک کہ اگر اس نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا پھر مکہ مکرمہ سے اس کے ساتھ اس کی طرف سے حج کے احرام کو ملا لیا حتیٰ کہ اس کا قرآن ہو گیا تو جائز ہے اس لئے کہ اس نے اس کے امر کے مطابق ادا کر دیا ہے اور اب وہ مکہ مکرمہ سے اس کے حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے مخالف نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو اس کی اجازت حاصل ہے اسی طرح اگر آمر نے تمتع کا امر کیا تو تمتع میں نیابت جائز ہونے کے قول کی بنا پر مأمور کا تمتع کرنا بھی جائز ہو جائے گا، (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کسی حاجی کی جانب سے حج بدل کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پہلے حج ادا کیا ہے

کیا اس کی جانب سے حج بدل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی ظفر الحق ۲۷/ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

الجواب: جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو تو اس کی طرف سے دوبارہ حج کرنا جائز ہے ﴿۱﴾ اور جس

شخص نے فریضہ حج ادا کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے بلا کراہت حج بدل کر سکتا ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) پس یہ میقات سے احرام کی شرط نیابت حج کیلئے فی نفسہ شرط نہیں ہے بلکہ آمر کے امر سے دلالت ثابت

ہونے کی وجہ سے ہے (عمدة الفقہ ۴: ۲۵۴) بالا قول سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں چونکہ حج یہی مشہور قسم یعنی

تمتع کا نام ہے اور عوام اس میں فرق نہیں کرتے بلکہ مطلق حج کا امر کرتے ہیں اور ہر قسم حج کی اجازت ہوتی ہے، تو

دلالت اس سے یہی حج تمتع مراد ہوتا ہے۔ نیز نظام الفتاویٰ ۱: ۱۵۱ میں ہے ”اور اگر آمر نے قرآن اور تمتع کی اجازت

دے دی ہے خواہ مجملًا ہی دی ہو مثلاً بایں طور کہ تم کو اختیار ہے کہ میری طرف سے جس طرح چاہو حج بدل کر آؤ تو اس

صورت میں مامور کو حج تمتع اور قرآن دونوں کرنا جائز ہے گا..... کما فی الدر المختار ودم القرآن والتمتع

والجناية على الحاج ان اذن له الامر والا فيصير مخالفا فيضمن، معلوم ہوا کہ باذن آمر اور بغیر اذن

دونوں کا حکم یکساں نہیں بلکہ فرق ہے، انتہی، پس معلوم ہوا کہ ہمارے عرف میں حج تمتع کی اجازت مجملًا دلالت ہوتی

ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے، اذا امر غيره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول

حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱: ۳۰۷ حج عن الغير)..... از مرتب

﴿۱﴾ وفي الہندیة: ففي الحج النفل تجوز النيابة حالة القدرة لان باب النفل اوسع كذا في

السراج الوهاج. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ وفي الہندیة: والافضل للانسان اذا اراد ان يحج..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل میں نفقہ بذمہ آمر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنے لڑکے کو دیگر بھائیوں سے کچھ زیادہ رقم دی تھی اب یہ لڑکا حج بدل کرنا چاہتا ہے کیا والدہ کی طرف سے اس مال پر حج بدل کیا جائے گا یا دیگر مال کی ضرورت ہوگی؟ بینواتو جروا
المستفتی: مختار احمد غازی ہری پور

الجواب: حج بدل میں یہ ضروری ہے کہ خرچہ آمر کے مال سے کرنا ہوگا، کما فی رد المحتار ۳۲۸:۲ ﴿۱﴾. وهو الموفق

عورت کیلئے محرم نہ ملنے کی صورت میں حج بدل کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت غنی ہے اور محرم کا خرچہ بھی ادا کر سکتی ہے لیکن اسے کوئی محرم ایسا نہیں مل رہا ہے جس کے ساتھ حج کرنا جائز ہو کیا یہ عورت حج بدل کر سکتی ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: عورت بغیر محرم شرعی کے حج کیلئے نہیں جاسکتی ہے اور محرم یا زوج کا موجود ہونا کسی

(بقیہ حاشیہ) رجلا عن نفسه ان يحج رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الامر كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: النفقة من مال الامر ای المحجوج عنه ومحترزه قوله الآتی ولو انفق من مال نفسه الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

بھی وقت ممکن ہو سکتا ہے اس لئے کسی کو حج بدل کیلئے نہیں مقرر کر سکتی، البتہ اگر یہ عدم محرم ایسا دوام اختیار کرے کہ موت تک بھی اس کی امید نہ ہو تو مریض دائم کی طرح پھر حج بدل کر سکتی ہے، وفی رد المحتار فیجوز کالمریض اذا احج رجلا ودام المرض الخ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج بدل کرنے کی وجہ سے فقیر آدمی پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک فقیر آدمی ہے اور عمر اسے اپنی والدہ کے حج بدل کیلئے بھیجنا چاہتا ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقیر اور نادار آدمی حج بدل کیلئے نہیں جا سکتا، کیونکہ پھر اس پر خود حج فرض ہو جاتا ہے اگر وہ زمین حرم تک پہنچ جائے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: حضرت سید شوذا گئی تالاش دیر..... ۲۸/۸/۱۹۷۲

الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جس نے فریضہ حج ادا کیا ہو لیکن باوجود اس کے اگر نادار اور فقیر شخص کو روانہ کیا جائے تو اس پر حج فرض نہیں ہوتا ہے (والتفصیل فی رد المحتار ۲: ۳۳۲) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ومن العجز الذي يرجي زواله عدم وجود المرأة محرما فتقعد الى ان تبلغ وقتا تعجز عن الحج فيه اى لكبر او عمى او زمانة فحينئذ تبعث من يحج عنها اما لو بعث قبل ذلك لا يجوز لتوهم وجود المحرم الا ان دام عدم المحرم الى ان ماتت فيجوز كالمريض اذا احج رجلا ودام المرض الى ان مات كما في البحر وغيره.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: جاز حج الصرورة من لم يحج..... وغيرهم اولى لعدم الخلاف، قال ابن عابدين في التنبيه: ان الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي..... لكن هذا لا يدل على ان الصرورة الفقير كذلك لان قدرته بقدرة غيره كما قلنا وهي غير معتبرة بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

ایام حج سے پہلے مدینہ منورہ سے واپسی پر ایکسڈنٹ میں شہید ہونے والوں کے حج کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال دو آدمی ہمارے گاؤں سے حج کیلئے گئے، عمرہ ادا کرنے کے بعد زیارت نبوی ﷺ کیلئے مدینہ منورہ چلے گئے، واپسی پر بس میں سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے کہ ایکسڈنٹ میں دونوں حضرات شہید ہو گئے، اب ان کے ورثا پر ان کی طرف سے حج بدل لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی امیر احمد تجوڑی لکی مروت..... ۱۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ مرحومین اس سال وفات سے قبل سال میں صاحب استطاعت تھے اور انہوں نے حج کرانے کے متعلق وصیت کی تھی تو ورثا پر ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے اور اگر امسال صاحب استطاعت ہوئے ہوں اور یا وصیت نہ کی ہو تو ورثا پر حج کرنا ضروری نہیں ہے (ارشاد الساری وغیرہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند وصولہ الی المیقات صار قادراً بقدرۃ نفسہ فیجب علیہ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الضرورة)

﴿۱﴾ قال العلامة الملا علی قاری: اعلم ان کل من وجب علیہ الحج..... وهو قادر علی الاداء بنفسه وحضره الموت او خافه یجب علیہ الوصیۃ بالاحجاج عنه بعد موته فان قدر علیہ اولا وعجز عن الاداء بنفسه ای بعده یجب علیہ الاحجاج..... ان فرط ای قصر فی التأخیر بان وجب علیہ فلم یخرج الیه فی عامہ وفیہ الایماء الی ان وجوب الایضاء انما یتعلق بمن لم یحج بعد الوجوب اذا لم یخرج الی الحج حتی مات فاما من وجب علیہ الحج فحج من عامہ فمات فی الطريق لا یجب علیہ الایضاء بالحج لانه لم یؤخر بعد الایجاب..... وان مات قبل التمكن من ادائه سقط عنه الحج..... ولا تجب علیہ الوصیۃ به..... ای من لزمه الحج فلم یحج حتی مات قبل التمكن من ادائه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حج بدل کیلئے جانے والا اپنا حج کرے اور بدل کیلئے حرمین میں کوئی مقرر کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی والدہ کیلئے عمر کو حج بدل پر بھیجنا چاہتا ہے لیکن عمر کہتا ہے کہ میں اپنے لئے حج کروں گا اور تمہاری والدہ کیلئے حرمین شریفین میں کسی کو حج بدل کیلئے منتخب کروں گا، تو مجھے اپنے حج کیلئے اور اسی طرح حج بدل والے کیلئے جو خرچ ہو وہ دو گے، کیا یہ طریقہ حج بدل صحیح ہے اور ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: رؤسید ادخان نخونسوں بنکاک ۳۰/۹/۱۹۷۷ء

الجواب: نہ یہ طریقہ مذکورہ مشروع ہے اور نہ اس سے زید کی والدہ کا ذمہ فارغ ہوتا ہے، اما الاول فلان عمرا لم يحج ام زيد، واما الثاني فلما في ردالمحتار ۲: ۳۲۹ الحادی عشر ان يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حيث يبلغ كما سيأتى بيانه ﴿۱﴾. وهو الموفق

پاکستانی کیلئے ابو ظہبی سے حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارے ایک ساتھی کی والدہ ضعیف العمری اور کمزوری کی وجہ سے مناسک حج ادا نہیں کر سکتی اسلئے اس کا بیٹا یہاں سے والدہ کیلئے حج بدل ادا کر سکتا ہے یا پاکستان سے ادا کرے گا؟

(۲) اگر کوئی شخص فوت شدہ والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے جبکہ اس نے وصیت نہیں کی ہو تو وہ یہاں ابو ظہبی سے حج بدل کر سکتا ہے یا پاکستان سے حج بدل کرنا ضروری ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد اکبر ابو ظہبی متحدہ عرب امارات ۲۲/شعبان ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) سقط عنه الفرص بالاتفاق وان مات بعد التمكن لم يسقط عند الشافعي

واحمد هذا الخ. (ارشاد الساری ۲۸۷ باب الحج عن الغير)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

الجواب: (۱) اگر اس شخص کی والدہ پر حج فرض ہو تو حج بدل کرنے والا والدہ کی نفقہ پر (والدہ کے وطن) پاکستانی میقات (یلملم) سے احرام باندھے گا (شامیہ) ﴿۱﴾ اور والدہ کی اجازت سے حج کرے گا، اور اگر والدہ یہ کہے کہ وہاں ابو ظہبی سے میرے لئے حج کیا جائے تو پاکستان آنے کی ضرورت نہ ہوگی (ارشاد الساری ۲۹۱) ﴿۲﴾۔

(۲) تبرع کی صورت میں توسع ہے اور یہ تنگی حج بدل اور وصیت کی صورت میں ہے ﴿۳﴾ وهو الموفق

حج بدل کیلئے جانے والے کا حرم شریف سے حج بدل کا احرام باندھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج بدل کیلئے جا رہا ہے لیکن میقات سے حج بدل کیلئے احرام نہیں باندھا ہے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے کیا حرم شریف سے حج بدل کیلئے احرام باندھ کر حج بدل ہو جائے گا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابو ظہبی..... ۳/۵/۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله النفقة من مال الأمر الخ) ای المحجوج عنه..... ان يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والا فمن حيث يبلغ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹، ۲۶۰ مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الملا علی القاری: ولو اوصی ای من له وطن ان يحج عنه من غير بلده يحج عنه كما اوصی به قرب ذلك المكان الموصی به من مكة او بعد.

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری ۲۹۱ قبیل مطلب جواز اخراج البدل من مكة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانما شرط غير المنوب للحج الفرض لا النفل لجواز الانابة مع القدرة في حج النفل لان المقصود منه الثواب.

(البحر الرائق ۳: ۲۲ باب الحج عن الغير)

الجواب: اگر آمر نے تمتع کی اجازت دی ہو تو بنا بر تحقیق آمر کا ذمہ فارغ

ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اگر حج فرض نہ ہو تو ایصال ثواب کیلئے حرمین میں کوئی شخص بدل کیلئے مقرر کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پاکستان سے حج کیلئے چلا گیا، اس کے والدین معذور ہیں خود حج کیلئے نہیں جاسکتے ہیں اسلئے اس شخص نے حرم شریف میں دو آدمیوں کو مثلاً دو دو صد روپیہ دیئے کہ میری ماں اور باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرو، انہوں نے یہ حج بدل ادا کیا، کیا یہ فریضہ حج ان کی طرف سے ادا ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالودود مدرس مدرسہ شمس المدارس لنڈیوالا کرک

الجواب: محترم المقام مولانا عبدالودود سلمہ الرحمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اما بعد! پس واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں اگر زید کے والدین پر حج فرض نہ ہو تو اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، لان ایصال الثواب لا یشرط فیہ الامر وغیرہ بخلاف فراغ الذمۃ عن الواجب ﴿۲﴾ اور اگر والدین پر حج فرض ہو تو اس طریق کار سے ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ﴿۳﴾ والظاهر ان ههنا النفقة من مال الولد وكذا الظاهر ان الوالدین

﴿۱﴾ قال الفرغانی: اذا امر غیرہ بان یحج عنه ینبغی ان یفوض الامر الی المأمور فیقول حج عنی بهذا المال کیف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لو اهل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۶۶ قبیل فروع و باب الہدی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وبشرط الامر بالحج عنه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لم يأمره وهذا بخلاف ما اذا ماتا فليراجع الى باب الحج من الغير . وهو الموفق

ضعیف والد کیلئے سعودی عرب میں مقیم بیٹے کا حج بدل کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہو اور اس پر حج فرض ہو چکا ہو لیکن خود ضعیف اور بیماری کی وجہ سے حج نہیں کر سکتا، کیا اس کا بیٹا یا نواسہ جو سعودیہ یا امارات میں مزدوری کے سلسلے میں مقیم ہو اور خود حج کیا ہو کیا وہ والد کیلئے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور حج کے بعد اس کا یہاں پاکستان میں گھر آنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا حج کرنے سے پہلے پاکستان میں گھر آنا اور والد صاحب سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: انجنيئر عارف اللہ الیکٹریکل کالج آف ٹیکنالوجی پشاور..... ۱۸/۱/۱۹۸۶

الجواب: اگر آپ کے والد صاحب پر حج فرض ہو تو اپنے وطن سے کسی قریب یا اجنبی کیلئے اپنے مملوکہ مال سے حج بدل کا داخلہ کر دے البتہ افضل یہ ہے کہ مسائل حج سے واقف شخص کو جو کہ ایک دفعہ حج کر چکا ہو حج کیلئے روانہ کرے (ماخوذ از مسلک المتقسط) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من الشرائط النفقة من مال الامر كلها او اكثرها وحج المأمور بنفسه وتعينه ان عينه الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۵۹ قبيل مطلب شروط الحج عن الغير) ﴿۱﴾ قال الملا على قارى: اعلم ان كل من وجب عليه الحج..... وعجز عن الاداء بنفسه..... يجب عليه الاحجاج بان يحج عنه في حال حياته او بعد مماته..... ويتحقق العجز بالموت والحبس والمنع..... والعرج والهرم..... والسادس ان يحج بمال المحجوج عنه..... والثامن ان يحج عنه من وطنه..... ولا يشترط لجواز الاحجاج ان يكون الحاج المأمور قد حج عن نفسه..... الا ان الافضل كما في البدائع ان يكون قد حج عن نفسه اى للخروج عن الخلاف الذى هو مستحب بالاجماع.

(المسلک المتقسط ۲۸۷ تا ۳۰۰ باب الحج عن الغير)

عورت کا مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت مرد کی طرف سے حج بدل کیلئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد ندیم رستم ضلع مردان

الجواب: مرد کی طرف سے عورت (محرم کے ساتھ) حج بدل کیلئے جاسکتی ہے البتہ کراہت سے خالی نہیں، کما صرح به الفقهاء ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کی جانب سے حج کرنے سے ذمہ فارغ ہو جائے گا ان شاء اللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر حج فرض تھا مگر زندگی

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویجوز احجاج المرأة باذن زوج لها ووجود محرم معها والعبد والامة باذن المولی مع الکراهة فيه انه لا یتظهر وجه الکراهة لا سيما فی احجاج المرأة عن المرأة فان الظاهر ان یكون اولی وانسب ویدل علیه اطلاق الفتاوی السراجیة حیث قال وسواء کان عبدا او امة من غیر ذکر امرأة.

(ارشاد الساری ۳۰۱ قبیل فصل ولو اوصی ان یحج عنه)

قال العلامة ابن الهمام: ویجوز احجاج الحر والعبد والامة والحررة وفي الاصل نص علی کراهة المرأة فی المبسوط فان احج امرأته جاز مع الکراهة لان حج المرأة نقص فانه لیس علیها رمل ولا سعی فی بطن الوادی ولا رفع صوت بالتلبیة ولا الحلق.

(فتح القدیر ۳: ۷۲ باب الحج عن الغير)

وفي الهندیة: ولو احج عنه امرأة او عبدا او امة باذن السید جاز ویکره هکذا فی

محیط السرخسی.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ الباب الرابع عشر فی الحج عن الغير)

میں ادا نہیں کیا اور فوت ہوا اور حج کی وصیت بھی نہیں کی کیا اب اس کے ورثا اس سے حج کر سکتے ہیں اور ذمہ فارغ ہو جائے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: مفقود العوان ۱۹۸۴ء / ۸ / ۲۵

الجواب: اولاد وغیرہ میت کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اس سے ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا اگرچہ اس نے وصیت نہیں کی ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق
وصی خود بھی حج بدل کر سکتا ہے اور کسی اور شخص سے بھی کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنے لئے چار وصی مقرر کئے جن میں سے دو میت کے بیٹے اور دو اجنبی آدمی تھے، جبکہ میت کے ورثا میں نابالغ افراد بھی ہیں، وصیت یہ کی تھی کہ میری جائیداد کے ایک تہائی حصہ میں سے میرے لئے حج اور خیرات وغیرہ کئے جائیں، اب میت کے دو وصی جو وارث بھی ہیں میت کی جانب سے حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غیر ورثاء وصیان حج ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ان چاروں کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص حج بدل ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص کو بھی بھیج سکتے ہیں، لکون الايصاء مطلقا ويدل عليه ما في الهندية ۱: ۲۷۶ ولو اوصى الميت ان يحج عنه ولم يزد كان للوصي ان يحج بنفسه فان كان الوصي وارث الميت او دفع المال الى وارث الميت ليحج عن الميت الخ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله الا اذا حج او احج الوارث) اي فيجزئه ان شاء الله تعالى كما في البدائع واللباب وهذا اذا لم يوص المورث.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبيل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۲﴾ (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۵۹ الباب الخامس عشر في الوصية بالحج)

وصی کے حج بدل پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب! آپ صاحبان کا فتویٰ موصول ہوا لیکن نظر ثانی کیلئے دوبارہ ارسال خدمت ہے لہذا آپ صاحبان تسلی بخش وضاحت کے ساتھ لکھ کر بندہ کو ارسال کرے نوازش ہوگی۔
المستفتی: عبدالستار حقانی

الجواب بالوضاحت: یہ اوصیاء خود بھی حج بدل کر سکتے ہیں البتہ اس میں کچھ تفصیل ہے جو کہ اس عبارت مذکورہ اور رد المحتار ۲: ۳۴۱ قبیل باب الہدی میں مسطور ہے اور وہ یہ ہے کہ وصی غیر، غیر وارث اجازت کا محتاج نہیں ہے (جبکہ وصی وارث اجازت کا محتاج ہے) اور وصی وارث بالغ باقاعدہ اجازت دینے کا اہل ہے نابالغ اجازت کا اہل نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حج بدل سے میت کے فراغ ذمہ کی امید ہے اگر وصیت نہ کی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا والد بغیر ادائیگی فریضہ حج وفات پا گیا ہے اور وصیت بھی نہیں کی ہے اب اس کا وارث بیٹا ایک غیر وارث شخص کو حج بدل کیلئے مقرر کرتا ہے کیا یہ جائز ہے اور مسقط الفرض ہے؟ اگر ہے تو حج افراد کرے گا یا تمتع؟ بینوا تو جروا
المستفتی: سید جلال الدین مہتمم زرگری..... ۲۵/۹/۱۹۷۵

الجواب: جس شخص پر حج فرض ہو تو وہ افراد تمتع قرآن میں سے جو بھی ادا کرے جائز اور مشروع ہوتا ہے لہذا مامور بھی باجازت ہر ایک کر سکتا ہے ﴿۲﴾ اور اسی سے اس غیر کا ذمہ فارغ ہوگا، پس
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لو اوصی ان يحج عنه ولم يزد على ذلك كان للوصی ان يحج عنه بنفسه الا ان يكون وارثا او دفعه لوارث ليحج فانه لا يجوز الا ان تجيز الورثة وهم كبار. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۹ قبیل باب الہدی فی الفروع)
﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغانی: اذا امر غيره بان..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صورت مسئلہ میں یہ شخص اصالۃ یا وکالۃ اپنے والد کا ذمہ فارغ کر سکتا ہے، افراد، تمتع اور قرآن سے کوئی بھی نخل نہیں ہے، نیز عدم وصیت بھی نخل نہیں ہے، کما فی الدر المختار وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه، وفي رد المحتار ۳۲۸:۲ هذا اذا لم يوص المورث ﴿۱﴾. وهو الموفق

اگر وصیت نہ کی ہو تو وارث کے حج بدل سے ان شاء اللہ ذمہ فارغ ہو جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بغير وصیت حج کے فوت ہو جائے اور وارث اپنی خوشی سے حج بدل ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی..... ۲۹/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: صورت مسئلہ میں ان شاء اللہ والد کا ذمہ فارغ ہوگا، کما فی رد المحتار ۳۲۷:۲ وان لم يوص به ای بالا حجاج ف تبرع عنه الوارث فحج بنفسه او احج عنه غيره جاز والمعنى جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالى ﴿۲﴾. وهو الموفق

حج بدل کا تفصیلی مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خود فریضہ حج ادا کیا ہے اس سال ارادہ ہے کہ والد مرحوم کیلئے حج بدل ادا کروں کیا یہ ہو سکتا ہے جبکہ میری والدہ زندہ ہے نیز میرا دادا (بقیہ حاشیہ) يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمرة وان شئت قرانا.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن الميت)

﴿۱﴾ الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون

﴿۲﴾ (رد المحتار ہامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

بھی فوت ہو چکا ہے اس کیلئے بھی حج بدل کرنا چاہتا ہوں یعنی دوسرے آدمی کو سارا خرچہ دے کر حج کراؤں گا کیا یہ درست ہے؟ اور حج بدل صرف رشتہ دار کر سکتا ہے یا غیر رشتہ دار بھی؟ جبکہ میری دادی ضعیف العمر ہے بہت کمزور ہے کیا دوسرے آدمی سے اس کیلئے حج کرا سکتا ہوں؟ بینواتوجروا

المستفتی: جلال الدین تبوک سعودی عرب

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ کے والد، والدہ اور دادا پر حج فرض تھا یا نہیں؟

اور فرض ہونے کی صورت میں انہوں نے وصیت کی ہے یا نہیں؟

(الف) بہر حال! اگر ان پر فریضہ حج عائد نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے حج کر سکتے ہیں اور

کر سکتے ہیں خود رشتہ دار مامور کریں یا غیر رشتہ دار، اور بغیر کسی تقید کے کر سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔

(ب) اور اگر ان پر فریضہ حج عائد تھا اور وہ وفات پا چکے ہیں تو وصیت نہ کرنے کی صورت میں بھی

کوئی پابندی نہیں ہے اور وصیت کی صورت میں یہ شرط ہے کہ نفقہ ان کا خرچ کیا جائے گا اور یلملم سے احرام

باندھا جائے گا، اور ان میں سے جو غنی زندہ ہو تو عجز کی صورت میں آپ ان کیلئے حج کر سکتے ہیں اور کر سکتے

ہیں (بغیر اشتراط رشتہ دار ہونے کے) البتہ نفقہ اور میقات حسب سابق واجب الرعايت ہے (ماخوذ از

شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: بخلاف ما لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال

كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفي

الحديث من حج عن ابويه فقد قضى عنه حجته وكان له فضل عشر حجج وبعث من

الابرار. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۶۵، ۲۶۶ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وبشرط الامر به اى بالحج عنه فلا يجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا

حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة وبقي من الشرائط النفقة من مال الامر الخ.

قال العلامة ابن عابدين: الرابع الامر اى بالحج (بقيه حاشيه اگلے صفحہ پر)

والدین کو ایصالِ ثواب کیلئے ہر قسم حج ہر جگہ سے کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین میں سے کسی ایک کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہوں کیا میں ان کیلئے حج قرآن کر سکتا ہوں؟ نیز میں سعودیہ عربیہ میں ہوں میں ابھی سعودی سے یہ فریضہ حج ادا کر سکتا ہوں یا وطن سے آنا لازمی ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: رسول خان مشیط سعودیہ عربیہ..... ۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ والد یا والدہ نے وصیت نہیں کی ہے لہذا ہر جگہ سے ان کیلئے حج ادا کر سکتے ہیں خواہ قرآن ہو یا تمتع یا افراد ﴿۱﴾ کیونکہ یہ محض ایصالِ ثواب ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق
والدین کیلئے حج کرنے میں والد کو مقدم رکھیں یا والدہ کو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے فریضہ حج ادا کیا ہے اب

(بقیہ حاشیہ) فلا يجوز حج غيره بغير امره ان اوصى به اى بالحج عنه فانه ان اوصى بان يحج عنه فتطوع عنه اجنبى او وارث لم يجز وان لم يوص به اى بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وكذا من هم اهل التبرع فحج اى الوارث ونحوه بنفسه اى عنه او احج عنه غيره جاز والمعنى جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالى كما قاله فى الكبير الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۹ قبیل مطلب شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۱﴾ قال الملا على قارى: وان لم يوص بالاحجاج فتبرع عنه الوارث وكذا من هم اهل التبرع ونحوه فحج الوارث ونحوه بنفسه او احج عنه غيره جاز ذلك التبرع او الحج او الاحجاج والمعنى جاز عن حجة الاسلام ان شاء الله تعالى الخ.

(ارشاد السارى ۲۸۸ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (وشروط العجز المذكور للحج الفرض) دون النفل فلا يشترط فى النفل شئ منها الا الاسلام والعقل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین میں سے کسی ایک کیلئے نفلی حج کا ارادہ ہے، میں نے کسی سے سنا ہے کہ والد کیلئے حج کرنے پر دس حجوں کا ثواب ملتا ہے لیکن میں نے خیال کیا کہ والدہ کا حق زیادہ ہے اب آپ صاحبان لکھ دیں کہ والد یا والدہ میں سے کس کیلئے حج کرنے میں ثواب زیادہ ہے اور اگر میں وہاں مکہ میں کسی کو حج بذل کیلئے مقرر کروں تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی رحمت اللہ سنگا پور..... ۱۱/۹/۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض نہیں تھا تو آپ ان کی طرف سے اصالۃ بھی حج کر سکتے ہیں اور دوسرے شخص سے بھی کروا سکتے ہیں، البتہ چونکہ یہ عمل احسان اور برہ ہے نہ کہ تعظیم اور توقیر، لہذا والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے ﴿۱﴾ اور اگر آپ کے والدین میں سے کسی ایک پر یادوںوں پر حج فرض تھا تو ان میں سے کسی ایک نے اگر وصیت کی ہو تو اس کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر وصیت کسی ایک نے نہیں کی ہو اور دونوں پر حج فرض تھا تو والدہ کو مقدم کرنا افضل ہے اور والدین کی طرف سے نفلی حج کرنے میں دس گنا ثواب زائد ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والتمیز..... لانه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: اذا تعذر جمع مراعاة حق الوالدين بان يتأذى احدهما بمراعاة الاخر يرجح حق الاب فيما يرجع الى التعظيم والاحترام وحق الام فيما يرجع الى الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامي قال مشائخنا رحمهم الله تعالى الاب يقدم على الام في الاحترام والام في الخدمة حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم للاب ولو سألا منه ماء ولم يأخذ من يده احدهما فيبدأ بالام كذا في القنية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۶۵ کتاب الکراهیۃ الباب السادس والعشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والدین، صحت مند آدمی اور نابالغ بچوں کی طرف سے حج و عمرہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) میرے والدین ضعیف العمر ہیں کیا میں اپنا حج کئے بغیر ان کی جگہ حج کر سکتا ہوں؟

(۲) والدین میں سے پہلے کس کا حق ہے والد کا یا والدہ کا؟

(۳) کسی مرحوم کی طرف سے حج کیا جاسکتا ہے؟

(۴) کیا صحت مند آدمی کی جانب سے عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) کیا بیوی کی جانب سے شوہر عمرہ کر سکتا ہے؟

(۶) نابالغ بچوں کی جانب سے عمرہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ازرم تبوک سعودی عرب..... ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۲، ۱) بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے اولاد حج ادا کریں اور ثانیاً والدین کی طرف

(بقیہ حاشیہ) او غیرهما من الا جانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما وفي الحديث من حج عن ابويه فقد قضی عنه حجته وکان له فضل عشر حجج وبعث من الابرار، قال ابن عابدین: وکذا لو احرم عن احدهما مبهما یصح تعینہ بعد ذلک بالاولیٰ کما فی الفتح قال ومبناه علی ان نیته لهما تلغو لعدم الامر فهو متبرع فتقع الاعمال عنه البتة وانما یجعل لهما الثواب وترتبه بعد الاداء فتلغو نیته قبله فیصح جعله بعد ذلک لاحدهما اولهما ولا اشکال فی ذلک اذا کان متنفلا عنهما فان کان علی احدهما حج الفرض و اوصی به لا یسقط عنه بتبرع الوارث عنه بمال نفسه وان لم یوص به فتبرع الوارث عنه بالاحجاج او الحج بنفسه قال ابو حنیفة یجزیه ان شاء الله تعالیٰ لقوله صلی اللہ علیہ وسلم للختعمیة ارأیت لو کان علی ابیک دین الحديث الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغير)

سے (شامی) ﴿۱﴾ مشکوٰۃ ﴿۲﴾ اور چونکہ یہ عمل باب ترحم سے ہے نہ کہ باب اکرام سے لہذا اس میں قواعد کی رو سے والدہ کی تقدیم مناسب ہے ﴿۳﴾۔

(۳) مرحومین کی طرف سے عمرہ اور حج ادا کئے جاسکتے ہیں یہ ایصال ثواب میں داخل ہے ﴿۴﴾۔

(۵، ۴) عمرہ اور نفلی حج صحت مند اور بیوی کی طرف سے ادا کئے جاسکتے ہیں ﴿۵﴾۔

(۶) نہ ممنوع ہے اور نہ مندوب ہے نابالغ کے نفل پڑھنے جیسا ہے۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: والافضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجا عن الخلاف ثم قال والافضل احجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه وذكر في البدائع كراهة احجاج الصرورية لانه تارك فرض الحج الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۶۲ قبل مطلب العمل على القياس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال ان رسول الله ﷺ سمع رجلا يقول لبيك عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لي او قريب لي قال احججت عن نفسك قال لا قال حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة رواه الشافعي وابوداؤد وابن ماجه.

(مشکوٰۃ المصابيح ۱: ۲۲۲ کتاب المناسک الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال الفقيه محمد عبد الحنی اللکھنوی: اذا تعذر مراعاة جمع حقوق الوالدین رجع جانب الاب فيما يرجع الى التعظيم والاحترام وحق الام فيما يرجع الى الخدمة والانعام حتى لو دخلا عليه في البيت يقوم الاب ولو سئل ما لا يتبدى بالام واذا خالف امره امرها يطيعه فيما يرجع الى التعظيم ويطيع امرها فيما يتعلق بالانعام كذا في مطالب المؤمنين عن القنية.

(نفع المفتی والسائل ۲۲۲ ما يتعلق من خفض الجناح للوالدين)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفي: لو اهل بحج عن ابويه او غيرهما من الاجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما اولهما.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۶۵ باب الحج عن الغير)

﴿۵﴾ قال العلامة الحصكفي: وشرط العجز المذكور..... (بقية حاشيه اگلی صفحہ پر)

رواجی شرکت کی صورت میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنی کمائی سے حج کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والدین زندہ ہیں اور بھائی بھی زندہ ہیں اور تمام مال شریک ہے زید مزدوری کرتا ہے اور کماتا ہے سعودی عرب میں مقیم ہے، کیا والدین اور بھائیوں کی اجازت کے بغیر زید نفلی حج ادا کر سکتا ہے؟ اور کیا اپنے دادا، والد، والدہ وغیرہ کیلئے حج بدل ان کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عزیز الرحمن ریاض سعودی عرب..... ۱۴۰۱ھ/۷/۴

الجواب: زید کا والدین اور برادران کے ساتھ شراکت رواجی شراکت ہے شرعی شراکت نہیں ہے یہ شرکت فقہائے کرام کے ذکر کردہ اقسام میں داخل نہیں ہے پس بہر حال زید زکوٰۃ، خیرات اور حج کرنے میں خود مختار ہے ﴿۱﴾ البتہ دوسرے شخص (والد وغیرہ) کی طرف سے حج بدل کو بغیر اجازت کے کرنا (بقیہ حاشیہ) للحج الفرض لا النفل لا تساع بابہ، قال ابن عابدین: ای لانه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض قال في الفتح اما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز لانه لم يجب عليه واحده من المشقتين ای مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له ترکھما کان له ان يتحمل احدهما تقربا الى ربه عز وجل فله الاستنابة فيه صحيحا.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

﴿۱﴾ ہمارے ہاں جو شرکت اموال و کمائی وغیرہ رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے کچھ کماتے ہیں اور کچھ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کرتے ہیں اور بھائی بندی کے ساتھ باہم رہتے ہیں اور والد یا بڑا بھائی سرپرستی کرتا ہے، اب اس صورت میں جب اختلاف پیدا ہو جائے تو عموماً ایسا کیا جاتا ہے کہ تمام سرمایہ باہم تقسیم کرتے ہیں اور ہر ایک برادر اپنا اپنا حصہ لیتا ہے، لیکن اگر ایک بھائی جو محنت و مزدوری کرتا ہے یا بیرون ملک ملازمت کر کے کماتا ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ یہ کمائی میری ہے لہذا یہ مال سب کے سب میرا ہے تو اس صورت میں اس کا سب بھائی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا، لیکن یہ اس صورت میں کہ والد اور بیٹے یا بھائیوں کی صنعت ایک نہ ہو..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے سود ہے ﴿۱﴾ اور انہیں نفلی حج کا ایصال ثواب مشروع ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

حج بدل میں اپنی نذر کا عمرہ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کی نذر مانی تھی، دریں

(بقیہ حاشیہ) اور دونوں کا سابق مال نہ ہو، نیز یہ بیٹا والد کی عیال داری میں نہ ہو، کما صرح بہ فی فتاویٰ الخیریۃ ۲: ۹۲ (سنل) فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب مستقل حصل بسببہ اموالا و مات هل هی لوالده خاصة ام تقسم بین ورثته (اجاب) هی للابن تقسم بین ورثته علی فرائض اللہ تعالیٰ حیث کان له کسب مستقل بنفسه و اما قول علمائنا اب و ابن یکتسبان فی صنعة و احدة ولم یکن لهما شیء ثم اجتمع لهما مال یكون کله للاب اذا کان الابن فی عیالہ فهو مشروط کما یعلم من عبارتہم بشروط منها اتحاد الصنعة و عدم مال سابق لهما و کون الابن فی عیال ابیہ فاذا عدم واحد منها لا یكون کسب الابن للاب و انظر الی ما عللوا بہ المسئلة من قولہم لان الابن اذا کان فی عیال الاب یكون معینا له فیما یصنع فمدار الحکم علی ثبوت کونه معینا له فیہ. (فتاویٰ خیریہ علی هامش تنقیح الحامدیۃ ۲: ۹۲)..... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وبشرط الامر به ای بالحج عنه فلا یجوز حج الغير بغير اذنه الا اذا حج او احج الوارث عن مورثه لوجود الامر دلالة.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۵۹ قبیل شروط الحج عن الغير عشرون)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فلا یشرط فی النفل شیء منها (ای من الشروط) الا الاسلام والعقل والتمیز و کذا عدم الاستنجار لا تساع باب النفل انه یتسامح فی النفل ما لا یتسامح فی الفرض قال فی الفتح اما الحج النفل فلا یشرط فیہ العجز لانه لم یجب علیہ واحدة من المشقتین ای مشقة البدن و مشقة المال فاذا کان له ترکهما کان له ان یتحمل احدهما تقربا الی ربه عزوجل فله الاستنابة فیہ صحیحا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۱ قبیل مطلب فی حج الصرورة)

اٹا زید کسی کیلئے حج بدل پر گیا، حج سے فارغ ہو کر زید نے اپنے خرچ سے عمرہ منذورہ ادا کیا، کیا زید کا ذمہ فارغ ہوا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا عبدالباقی گندف ضلع صوابی..... ۱۴۰۱/۲/۲ھ

الجواب: بظاہر اس نے اداء کما التزم کیا ہے اور ذمہ فارغ ہوا ہے کیونکہ اس نے اولاً حج بدل کیا ہے اور آخر سے کوئی مخالفت نہیں کی ہے اور ثانیاً اپنی نذر ادا کی ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مامور نے حج نہیں کیا ہو حج بدل کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے خود حج نہیں کیا ہے لیکن دوسرے شخص کی طرف سے حج بیت اللہ کیلئے چلا گیا ہے کیا غیر حاجی شخص حج بدل کر سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ انداز گل سکنہ جمروہ

الجواب: یہ حج آمر کی طرف سے ادا ہوتا ہے اگرچہ مامور نے حج نہیں کیا ہو فی الہندیۃ، لو احج رجلا لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الامر كذا في المحيط (ہندیۃ ۱: ۲۷۴) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

جس شخص نے حج نہیں کیا ہو اس سے حج بدل کرنا خلاف افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے متوفی والد کی جانب ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: بخلاف ما اذا امره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه لم يكن مخالفاً والنفقة في مدة اقامته للحج في ماله لانه اقام في منفعة نفسه بخلاف ما اذا حج اولاً ثم اعتمر للامر فانه يكون مخالفاً لانه جعل المسافة للحج وانه لم يؤمر به.

(البحر الرائق ۳: ۲۳ باب الحج عن الغير)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۷ باب الحج عن الغير)

سے حج بدل کرنا چاہتا ہے جبکہ خود اس پر حج فرض ہے اور اس نے ابھی تک ادا نہیں کیا ہے
امسال وہ اس مقدس فریضہ کیلئے والد کی طرف سے منتخب ہوا ہے اب وہ یہ حج کس کی طرف
سے ادا کرے؟ بینواتوجروا

المستفتی: فلائیٹ لفٹ ولایت حسین پی اے ایف پشاور

الجواب: جس شخص نے اپنی طرف سے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہو اس کو حج بدل کیلئے منتخب کرنا
جائز ہے البتہ افضل نہیں ہے، کما فی شرح التنویر جاز حج الصرورة (باب الحج عن الغير)
وتمام الکلام فی ردالمحتار ۳: ۶۰۳ فلیراجع ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حج بدل میں نماز و نوافل کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دوسرے کیلئے حج بدل
کرتا ہے اب حرم شریف میں نماز کا ثواب ایک لاکھ کا ہے، اسی طرح یہ آدمی نوافل وغیرہ کرتا ہے تو یہ ثواب
کس کو ملے گا؟ آمرو یا مامور کو؟ بینواتوجروا
المستفتی: فضل منان قطر

الجواب: جن امور میں یہ مامور نائب نہ ہو تو اس کا ثواب مامور کو ملے گا نہ کہ آمر

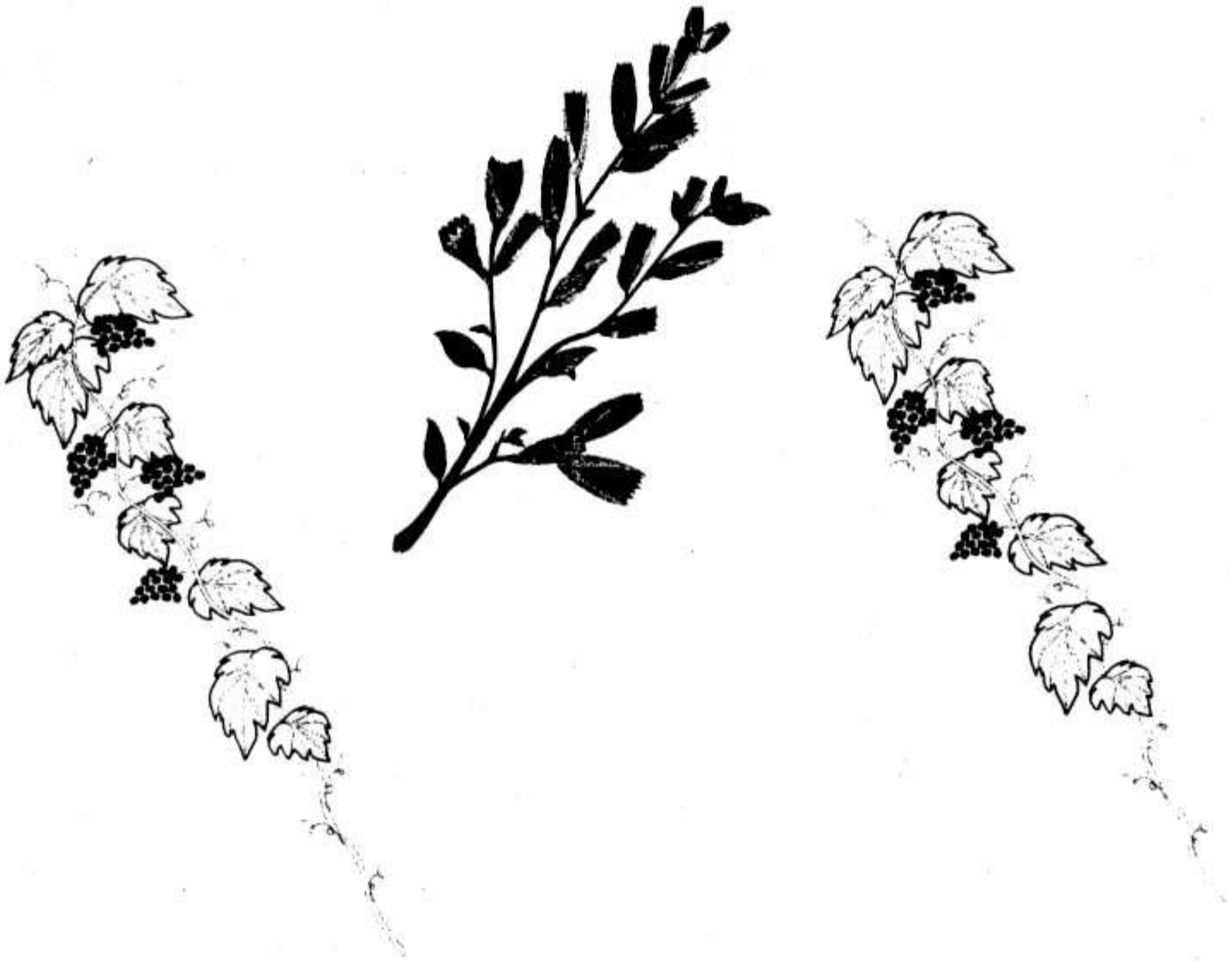
کو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: فجاز حج الصرورة بمهملة من لم يحج، وقال ابن عابدین:
والصرورة يراد به الذي لم يحج عن نفسه ای حجة الاسلام (الی ان قال) وفي الفتح والافضل ان
یکون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجاً عن الخلاف، والافضل احجاج الحر العالم بالمناسک
الذي حج عن نفسه. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۶۱، ۲۶۲ مطلب فی حج الصرورة)
﴿۲﴾ قال الشيخ المفتی الاعظم محمد شفیع دیوبندی: حج فرض جس..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) کی طرف سے کیا گیا صحیح اور رائج فقہاء کے نزدیک یہی ہے کہ یہ حج و عمرہ آمر یعنی حج کرانے والے کا ہوگا، اور حج و عمرہ کرنے والے کو اس کی امداد کرنے کا ثواب ملے گا اور حج کے بعد زائد عمرے یا طواف وغیرہ کرے گا تو وہ خود اس کے ہوں گے عمرہ یا حج نفل میں بھی جبکہ آمر کے خرچ سے کیا گیا ہو یہی حکم ہے کہ آمر کا ہوگا، مامور کو اس کے عمل کا ثواب ملے گا۔

(کذا فی کافی الحاکم، ارشاد الساری وغنیۃ).

(جواہر الفقہ ۱: ۵۰۶ حج بدل اور اس کے احکام)



باب العمرة

رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی ﷺ نے رمضان المبارک میں کوئی عمرہ ادا فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ادا فرمایا ہے تو پھر رمضان میں عمرہ کی فضیلت مروی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نصیر احمد جدہ..... ۲۹/۳/۱۹۷۹

الجواب: نبی علیہ السلام نے چار عمروں کیلئے احرام باندھا ہے ﴿۱﴾ اور رمضان میں عمرہ ادا نہیں کیا ہے، البتہ رمضان میں عمرہ کرنے کی فضیلت احادیث میں مروی ہے ﴿۲﴾ فلیراجع الی رد المحتار ۲: ۴۷۳ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قوله اعتمر اربع عمرای احرم بالاربع وكان احرامها في ذی القعدة واعمالها ايضا كانت في ذی القعدة الا التي كانت مع حجة الوداع والا عمرة الحديبية فانها رفضت قبل التمام. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۹۰ باب ماجاء کم اعتمر النبی ﷺ)
﴿۲﴾ عن ابی بکر بن عبد الرحمن..... فقالت يا رسول الله انی امرأة قد کبرت وسقمت فهل من عمل یجزئ عني من حجتی قال عمرة في رمضان تجزئ حجة.
(سنن ابی داؤد ۱: ۲۷۹ کتاب الحج باب العمرة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله وندبت في رمضان..... ای انها فيه افضل منها في غيره واستدل له في الفتح بما عن ابن عباس عمرة في رمضان تعدل حجة وفي طريق لمسلم تقتضي حجة او حجة معی قال وكان السلف رحمة الله تعالى بهم يسمونها الحج الا صغر وقد اعتمر النبی ﷺ اربع عمرات كلهن بعد الهجرة في ذی القعدة على ما هو الحق وتمامه فيه. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۶۳ مطلب احکام العمرة)

متمتع حاجی کا متعدد عمرے کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کیلئے جا رہا ہے جب ایک عمرہ ادا کرے، اور پھر حج کا بھی ارادہ ہے، کیا وہ اس عمرہ سے حج تک دیگر عمرے ادا کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: حاجی دل محمد محلات افغان ابو ظہبی..... ۳/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ یہ شخص جتنے عمرے ادا کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عمرہ کیلئے ممنوع ایام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا چاہئے اور شوال، ذی قعدہ میں عمرہ ممنوع ہے کیونکہ اشہر حج میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنا چاہئے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودیہ..... ۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: ایام تشریق، عرفہ اور عید کے دن کے علاوہ تمام سال میں عمرہ کرنا جائز ہے ﴿۲﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: فالحاصل ان من اراد الاتيان بالعمرة على وجه افضل فيه فبان يقرب معه عمرة فتح فلا يكره الاكثر منها خلافا لمالك بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع اسابيع من الاطوفة كعمرة شرح اللباب. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۴۱ قبل مطلب في المواقيت) وقال الملا على قارى: وهذا المتمتع آفاقي غير ممنوع من العمرة فجاز له تكرارها لانها عبادة مستقلة ايضا كالطواف.

(ارشاد الساری ۱۹۳ مطلب مهم فی ان المتمتع الآفاقی غیر ممنوع من العمرة الخ)
﴿۲﴾ وفي الهندية: ووقت العمرة جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن وهي يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۳۷ الباب السادس في العمرة)

تندرست آدمی کا عمرہ بدل کر انا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی ہے خود عمرہ نہیں کرتا، بلکہ دوسرے آدمی سے عمرہ کراتا ہے کیا یہ دوسرا آدمی اس کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہے اور اس دوسرے آدمی کو اس کا ثواب مل سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد اللہ ۱۹۷۹ء / ۷ / ۲۹

الجواب: حج بدل کی طرح عمرہ بدل بھی درست ہے، لان هذا الباب بناء على اتصال الثواب ﴿۱﴾ وهو صحيح في العمرة كما في رد المحتار ۲: ۵۹۵ طبع مصطفى الحلبي قوله لعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكرا او طوفا او حجاً او عمرة او غير ذلك ﴿۲﴾ ويقتضيه ما في الخانية على هامش الهندية ۱: ۳۱۰ ولو امر غيره بالعمرة فاعتمر ثم حج بمال نفسه لا يكون مخالفاً، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق.

فقیر آدمی عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے تو حج کا کیا حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج فرض نہیں ہے اور عمرہ

﴿۱﴾ ويدل عليها ما في رد المحتار: (قوله وشرط العجز) قد علمت مما قدمناه عن اللباب ان الشروط كلها شروط للحج الفرض دون النفل فلا يشترط في النفل شيء منها الا الاسلام والعقل والتمييز لاتساع بابہ اى انه يتسامح في النفل ما لا يتسامح في الفرض قال في الفتح اما الحج النفل فلا يشترط فيه العجز الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۱ قبيل مطلب في حج الضرورة)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۵۶ مطلب في اهداء ثواب الاعمال للغير)

﴿۳﴾ (فتاوى قاضى خان على هامش الهندية ۱: ۳۱۰ قبيل فصل في محظورات الحرم)

کیلئے بیت اللہ شریف جا کر عمرہ ادا کر کے واپس آ جائے، کیا اس شخص پر اب حج فرض ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عبد الودود پائمال شریف ہزارہ..... ۱۹/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ اس نے عمرہ ان ایام میں ادا کیا ہو
جب یہ میقاتی لوگ (مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ) حج کی تیاری کر رہے ہوں، بدل علیہ مافی شرح
التنویر: والعبرة لوجوبها ای العدة المانعة من سفرها وقت خروج اهل بلدها وكذا
سائر الشرائط ﴿۱﴾ (فافهم ولم اجده صريحا). وهو الموفق

عمرہ ادا کرنے سے حج کے فرض ہونے کا شبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو صاحب استطاعت
نہ ہو وہ سعودی عرب جا کر عمرہ ادا کرے، خواہ عمرہ کی غرض سے گیا ہو یا عمرہ کی غرض سے نہ گیا ہو، کیا اس پر عمرہ
کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں صحیح مسئلہ سے آگاہ
فرمائیں۔ فجزاكم الله احسن الجزاء

المستفتی: (مفتی) مختار اللہ جہانگیر وی کان اللہ (مرتب فتاویٰ حقانیہ)..... ۱۹۸۹ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: جو شخص شوال داخل ہونے کے بعد عمرہ کیلئے جائے تو اس پر حج فرض ہوا، اور وہ وقت جو
وجوب حج کیلئے شرط ہے یا استطاعت اور دیگر شرائط کا وقت ہے یا قافلوں کی روانگی کا وقت ہے (یعنی جن بلاد بعیدہ
سے شوال سے قبل قافلے روانہ ہوئے ہوں) یا اشہر حج کے دخول کا وقت ہے، فلیراجع الی شرح اللباب ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۵۹ قبیل مطلب فی فروض الحج و واجباتہ)
﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: ومن شرائط الوجوب الوقت وهو اشهر الحج او وقت خروج
اهل بلده ان كانوا يخرجون قبلها فلا يجب الا على القادر فيها او في وقت خروجهم فان
ملكه المال قبل الوقت ای قبل الاشهر او قبل ان يتأهب اهل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وغیرہ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عمرہ کرنے والے پر حج کی عدم فرضیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب گیا تھا اس نے شوال میں چند عمرے بھی کئے، پندرہ شوال کو کاغذات کی وجہ سے حکومت سعودیہ نے اسے گرفتار کر کے واپس وطن بھیج دیا اور حج کی سعادت سے محروم رہا، کیا اب اس شخص پر حج باقی ہے یعنی اس پر فرضیت آئی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: سلطان محمود غفرلہ..... ۲۵/ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) بلده فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه اى وجوبا لانه لا يلزمه التأهب فى الحال..... واقتصر فى الينا بيع على الاول وما ذكرناه اولى لان هذا اى ما ذكر فى الينا بيع يقتضى انه لو ملك فى اوائل الاشهر وهم يخرجون فى او اخرها جازله اخراجها ولا يجب عليه الحج الخ. (ارشاد السارى ۳۳ مبحث فى تحقيق الرحلة وكونها على الآفاقى وغيره) ﴿۱﴾ وفى الهندية: ومن الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۱۹ كتاب المناسك) وقال العلامة علاء الدين السمرقندى: ثم هذه الشرط التى ذكرنا انما تعتبر عند خروج اهل بلدة الى الحج لان ذلك وقت الوجوب فى حقه حتى انه اذا كان عنده دراهم قبل خروج اهل بلده واشترى بها المسكن والخادم واثاث البيت ونحو ذلك فعند خروج اهل بلده لا يجب عليه ان يبيع ذلك ولا يجب الحج عليه فاما اذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خادم ولا زوجة فاراد ان يصرفها الى هذه الاشياء فانه ياتم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم. (تحفة الفقهاء ۱: ۵۹۲ كتاب الحج)

الجواب: چونکہ اس شخص نے نہ احرام باندھا ہے اور نہ اہل جدہ کے حج کے روانگی کے وقت تک رہا ہے، لہذا اس شخص پر حج فرض نہیں ہوا ہے، کما فی الہندیۃ ۱: ۲۳۳ ثم ما ذکر من الشرائط لوجوب الحج من الزاد والراحلة وغير ذلك يعتبر وجودها وقت خروج اهل بلده الى مكة حتى الخ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کیا حج عن الغیر کی صورت میں حج تمتع کیا جاسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح نہیں صرف حج کی نیت کی جائے گی، جبکہ صرف حج کی نیت کی صورت میں طوالت احرام مشکل بھی ہے لہذا اگر حج بدل میں عمرہ کی نیت صحیح ہو تو تحریر فرما کر ممنون فرماویں؟ بینواتوجروا
المستفتی: مولوی شیر علی جمال گڑھی مردان ۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: یہ حکم تب ہے جبکہ یہ حاجی بدل حج افراد پر مامور ہو اور ہمارے بلاد میں چونکہ افراد تمتع اور قرآن تینوں کو حج کہا جاتا ہے اور آمر کی طرف سے بھی تینوں کی اجازت ہوتی ہے لہذا یہ مامور تمتع کر سکتا ہے ﴿۲﴾ خصوصاً جبکہ افراد میں یہ حرج مذکور بھی ہے۔ وهو الموفق

عمرہ کے بعد باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کرے، لیکن جب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۹ بحث ومنها عدم قيام العدة في حق المرأة)
﴿۲﴾ قال العلامة فخر الدين الاوزجندی الفرغانی: اذا امر غیره بان يحج عنه ينبغي ان يفوض الامر الى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت ان شئت حجة وان شئت حجة وعمره وان شئت قراناً.

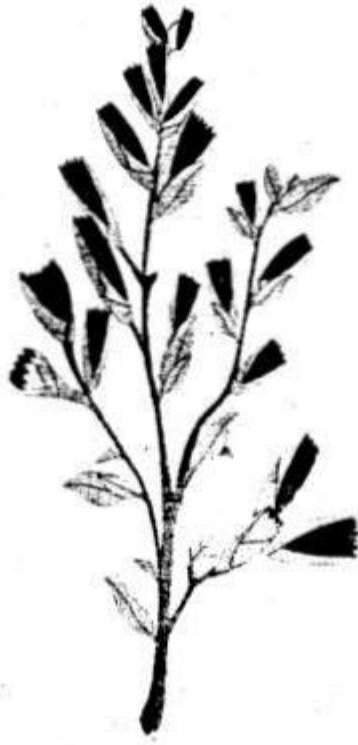
(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ ۱: ۳۰۷ فصل فی الحج عن الغیر)

عمرہ ختم کرے تو کیا اس کیلئے سر منڈانا ضروری ہے؟ اگر سر نہ منڈائے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: نامعلوم..... ۲۲/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: عمرہ میں باقاعدہ حلق یا قصر واجب ہے اس کو ترک کرنا یا حرم سے باہر ادا کرنا
موجب دم ہیں، قال فی الخانیة واجبها شیئان السعی بین الصفا والمروة والحلق
(ہامش ہندیہ ۱: ۳۰۱) ﴿۱﴾ وفی الہندیة (۱: ۲۴۷) وتجب شاة بتاخير
المناسک عن مکانہ کما اذا خرج من الحرم وحلق رأسه سواء کان الحلق للحج
او العمرة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱: ۳۰۱ فصل فی العمرة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصيد)



اللَّهُ

اللَّهُ



.....: قال الله تعالى:

يا أيها الذين آمنوا لا تقتلوا الصيد
وانتم حرم، ومن قتله منكم متعمدا
فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به
ذو العدل منكم هديا بلغ الكعبة او
كفارة طعام مسكين او عدل ذلك
صياما ليدوق وبال امره (الآية)

.....﴿المائدة: ٩٥﴾.....

اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروفہ فتاویٰ فریدیہ عظیمہ

باب الجنایات

باب الجنایات

دم جنایت حرم میں ادا کرنی ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام حج میں جو دم عرفات، منیٰ، مزدلفہ، مکہ معظمہ یا حدود حرم میں واجب ہو جائے اس کی ادائیگی صرف حرم ہی میں ہو سکتی ہے یا پاکستان آ کر اس کی ادائیگی ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کچھ اختلاف ہے لہذا مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرمائیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مہمان از دفتر اہتمام دارالعلوم حقانیہ..... ۲۷/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: تمام فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ اس دم کا حرم میں ہونا ضروری ہے خواہ اصلۃً ہو یا وکالۃً ہو، پس پاکستان میں وارد شدہ شخص کسی کو وکیل بنا کر دم ادا کر سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

خارج میقات تلبیہ بھول گیا میقات کے اندر تلبیہ شروع کیا تو دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ بھول گیا، سیدھا گاڑی میں سوار ہو کر داخل میقات یعنی مکہ معظمہ کے راستے میں تلبیہ ﴿۱﴾ قال الامام ابی بکر الحداد الیمنی: الدماء فی المناسک علی ثلاثة اوجه فی وجه یجوز تقدیمہ علی يوم النحر بالاجماع بعد ان حصل الذبح فی الحرم وهو دم الکفارات والنذور وهدی التطوع..... ولا یجوز ذبح التہدایا الا فی الحرم قال اللہ تعالیٰ ثم محلها الی البیت العتیق..... وان کان واجبا فعليه ان یقیم غیرہ مقامہ لان الوجوب باق فی ذمتہ. (الجوہرۃ النیرۃ علی القدوری ۱: ۲۲۴ باب الہدی)

شروع کی اس جنایت سے کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: حاجی جمال خان وزیرستان..... ۱۳/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: قواعد کی رو سے اس شخص پر دم (شاة ذبح کرنا) لازم و واجب ہے کیونکہ صرف نیت سے بغیر تلبیہ وغیرہ کے احرام میں داخل ہونا غیر ظاہر الروایت ہے، کما فی البدائع ﴿۱﴾ پس اس شخص پر ضروری ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حرم میں ذبح کروائے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: هذا الذي ذكرنا في ان الاحرام لا يثبت بمجرد النية ما لم يقترن بها قول او فعل هو من خصائص الاحرام او دلائله ظاهر مذهب اصحابنا، وروى عن ابي يوسف انه يصير محرما بمجرد النية وبه اخذ الشافعي وهذا يناقض قوله ان الاحرام ركن لانه جعل نية الاحرام احراما والنية ليست بركن بل هي شرط لانها عزم على الفعل والعزم على فعل ليس ذلك الفعل بل هو عقد على ادائه..... ثم جعل الاحرام عبارة عن مجرد النية مخالف للغة فان الاحرام في اللغة هو الاهلال يقال احرم اى اهل بالحج..... فدل قوله قولى ما يقول الناس فى حجهم على لزوم التلبية لان الناس يقولونها وفيه اشارة الى ان اجماع المسلمين حجة يجب اتباعها حيث امرها باتباعهم بقوله قولى ما يقول الناس فى حجهم، وروينا عن عائشة رضى الله عنها انها قالت لا يحرم الا من اهل ولبى ولم يروع عن غيرها خلافه فيكون اجماعا ولان مجرد النية لا عبرة به فى احكام الشرع عرفنا ذلك بالنص والمعقول.
(بدائع الصنائع ۲: ۳۶۹ كتاب الحج بيان ما يصير به محرما)

وفى الهندية: ولا يصير شارعا بمجرد النية ما لم يأت بالتلبية او ما يقوم مقامها من الذكر او سوق الهدى او تقليد البدنة. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۲۲ الباب الثالث فى الاحرام)
﴿۲﴾ قال العلامة المودود الموصلى: ولا يجوز للآفاقي ان يتجاوزها الا محرما اذا اراد دخول مكة فان تجاوزها الآفاقي بغير احرام فعليه شاة لانه منهى عنه لما فى الحديث وقال عليه السلام: لا يتجاوز احد الميقات الا محرما.
(الاختيار لتعليل المختار ۱: ۱۸۳ كتاب الحج)

حالت احرام میں عینک لگانے سے دم یا صدقہ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی نظر کمزور ہو اور وہ حالت احرام میں عینک لگا دے جس سے چہرہ کا کچھ حصہ چھپتا ہے اس پر دم یا صدقہ وغیرہ آتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: شاہد نواز خان افریدی

الجواب: عذر کی وجہ سے عینک لگا کر حج کرنا جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، اس سے مقصد چہرہ کا چھپانا نہیں ہوتا ہے (ارشاد الساری ۲۰۶) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حالت احرام میں زخمی ہونا موجب دم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حج عرفات میں ایک نلکے سے پانی لینے کیلئے قطار میں انتظار کر رہا تھا، جب میری باری آگئی تو ایک حاجی صاحب نے مجھے پیچھے ہٹایا اس دھکم پیل میں میرا ہاتھ زخمی ہو کر اس سے خون بہنے لگا چونکہ اس صورت میں احرام میں تھا اس سے میرے حج میں کیا نقصان واقع ہوا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: الحاج ولی محمد نصرت زئی شبقد رفورٹ چار سدہ ۱۹۸۶ء/۹/۲۹

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: وان کان مما لا یقصد به ذلک ای التغطی کاء جانة ای مرکن او عدل ای احد شقی حمل الدابة او جوالق ای خیشن او خیشه او مکتل ای ما یکتال فیہ مما یصنع من خوص او طاسة وهی اناء یشرب منه والمعروف انها ظرف خاص من نحاس او صفر او طست او حجر او مدر او صفر او حدید او زجاج او خشب ونحوها ای من فضة وذهب وورق مما یغطی کل رأسه او بعضه فلا بأس به لکن ترکہ افضل للمخالفة ظاهر السنة.

(ارشاد الساری ۲۰۶ فصل فی تغطية الرأس والوجه)

الجواب: محرم کا زخمی ہونا یا اس کے بدن سے خون بہنا جنایات سے نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو پاکستان میں کسی کو مناسب صدقہ (دو تین روپیہ) دے دیں ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

محرم کا ذبح کے وقت اپنے آپ کو زخمی کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم نے جانور کو ذبح کر لیا ذبح کے دوران میں وہ چھری سے زخمی ہوا اور خون جاری ہوا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: رسول خان مشیط سعودی عرب..... ۸/محرم ۱۴۰۲ھ

الجواب: زخمی ہونا جنایت نہیں ہے البتہ اگر بال کٹ گئے ہوں تو صدقہ دینا ہوگا ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (والجنایات) وهو ما يكون حرمة بسبب الاحرام او الحرم وحاصل الاول انه الطيب ولبس المخيط وتغطية الرأس او الوجه وازالة الشعر من البدن وقص الاظفار والجماع صورة ومعنى او معنى فقط وترك واجب من واجبات الحج والتعريض للصيد وحاصل الثانى التعرض لصيد الحرم وشجره.

(البحر الرائق ۳: ۲ باب الجنایات)

﴿۲﴾ وفى الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه او لحيته شعرات ففى كل شعرة كف من الطعام كذا فى قاضى خان، واذا حك المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة كذا فى السراج الوهاج..... والافضل ان يتصدق على فقراء مكة ولو تصدق على غير فقراء مكة جاز كذا فى المحيط.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۴۳ کتاب الجنایات الفصل الثالث)

وقال القارى: فى سقوط الشعر..... حين مسه وحكه فعليه كف من طعام كما روى عن محمد او كسرة من خبز او تمرة لكل شعرة.

(ارشاد السارى ۱: ۲۲۰ فصل فى سقوط الشعر)

﴿۳﴾ وفى الهندية: وان نتف من رأسه او من انفه او لحيته..... (بقية حاشیه اگلے صفحہ پر)

چھوٹی بچی کا دوران حج پیشاب کرنے اور دم جنایت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امسال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں میرے ساتھ میری بچی بعمر پندرہ ماہ بھی ہوگی، اب اگر یہ بچی پیشاب وغیرہ کرے تو حج کے دوران میں کیا کرنا چاہئے، اور بچی کیلئے قربانی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: انیس احمد c/o دفتر اہتمام ۱۰/۸/۱۹۸۳

الجواب: آپ اس بچی کی طرف سے احرام کر سکتے ہیں اور اگر یہ بچی کوئی جنایت کرے تو اس پر کوئی دم واجب نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور مقامات مقدسہ میں پیشاب کرنا موجب دم نہیں ہے خواہ یہ پیشاب بالغ کرے یا نابالغ، ہاں قصد ان خاص مقامات میں پیشاب کرنا گناہ ہے۔ وہو الموفق

بینک کے ذریعے قربانی اور حلق کی تقدیم کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال حکومت سعودیہ نے منیٰ میں ایک نئی قربان گاہ قائم کی ہے جس کا مقصد گوشت کو محفوظ رکھ کر باہر ممالک کے ناداروں کو بھیجوانا
(بقیہ حاشیہ) شعرات ففی کل شعرة کف من الطعام کذا فی فتاویٰ قاضی خان واذا خبز المحرم فاحترق بعض شعره تصدق له واذا حک المحرم رأسه او لحيته فانتثر منها شعر فعليه صدقة کذا فی السراج الوهاج.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۳ الفصل الثالث فی حلق الشعر وقلم الاظفار)
﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: قوله فلو احرم صبي او احرم عنه ابوه صار محرما، قال فی اللباب وشرحه وينبغي لوليه ان يجنبه من محظورات الاحرام كلبس المخيط والطيب وان ارتكبها الصبي لا شيء عليهما.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۹ قبل مطلب فی فروض الحج وواجباته)

ہے لیکن اس طریقہ قربانی میں احناف کیلئے چند مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً حاجی نے بینک میں مقررہ رقم جمع کروائی اور رسید لی، بینک عملہ نے یقین دہانی کرا دی کہ دس ذی الحجہ کو قربانی کی جائے گی، اب پتہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی کس وقت ہوگی، اس لئے حاجی بغیر تحقیق و انتظار کے حلق کراتے ہیں اور بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ قربان گاہ میں قربانی دیر سے کی گئی ہے اور یوں حلق قبل ذبح واقع ہوتا ہے اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد رفیق طارق النخیس مشیط مملکت سعودیہ عربیہ..... ۵/۸/۱۹۸۶ء

الجواب: امام ابو حنیفہ کے نزدیک ذبح کی تقدیم حلق پر واجب ہے، لما رواہ ابن ابی

شیبہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ افتی بوجوب الدم علی من قدم الحلق، واما ما روی عنه وعن غیرہ مرفوعاً من عدم الحرج معناه عدم الاثم لا عدم الدم او عدم الدم مخصوص بهذا الحج لكونه اول حج ﴿۱﴾ پس اس مذکورہ بینک میں ذبح واجب (دم قرآن و تمتع)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: احتج الجمهور بحديث الباب (باب ماجاء ان عرفة كلها موقف) وغيره، واحتج ابو حنيفة بما رواه ابن ابی شيبه عن ابن عباس موقوفاً وهو احد رواة حديث "لا حرج من قدم شيئاً من حجه او اخره فليهرق لذلك دماً" وفي اسنادہ ابراہیم بن مہاجر وفيہ مقال، قلنا رواہ الطحاوی باسناد صحیح فعلم منه ان المراد من رفع الحرج رفع الاثم لا رفع الدم والجزاء، كما ارید هذا المعنى في الحديث الذي رواه ابو داود من حديث اسامة بن شريك، قال: خرجت مع رسول الله ﷺ حاجاً فكان الناس يأتونه فمن قائل يا رسول الله! سعيت قبل ان اطوف او اخرت شيئاً او قدمت شيئاً فكان يقول لا حرج الا على رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذلك الذي حرج وهلك، وبالجملة ان حجة الجمهور ساكتة عن رفع الجزاء، وكم من فرق بين عدم الذكر وبين ذكر العدم، ولو سلم ان مراد الحديث نفى الجزاء لجاز لنا ان نقول انما عذرهم بالجهل..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

کیلئے داخلہ کرنا جائز نہیں اس سے ترتیب اور تقدیم تو درکنار نفس ذبح بھی مشکوک ہو جاتا ہے پس حکومت اگر مساکین کی اعانت کرنا چاہتی ہے تو حجاج کیلئے ذبح شدہ حیوانات کا گوشت اور کھال مساکین پر صرف کرنے کا انتظام کرے نہ کہ ذبح وغیرہ کا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سرکاری ڈیوٹی کی وجہ سے گیارہویں کی رمی اور طواف صدر چھوڑنے سے بھی

دم واجب ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص محکمہ حج و اوقاف میں حجاج کی خدمت پر مامور تھا اسی وجہ سے اس نے گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہیں کی، کیا اس پر دم واجب ہے؟ اسی طرح ایک آدمی مدینہ منورہ میں ڈیوٹی انجام دینے کی وجہ سے طواف وداع چھوڑ کر چلا گیا اور یہ شخص متمتع تھا کیا اس شخص پر دم واجب ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن جدہ سعودیہ عربیہ..... ۱۶/۵/۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) لان الحال اذ ذاک فی ابتداء ۵.

فائدة:..... ارباب الحكومة فی عهدنا يأخذون من الحجاج قيمة الشاة يشتروا بها الشاة و يذبحوها فی وقت معین و یعینوا المساکین باللحم الطیب الطری و هذه مظنة ترک الواجب او السنه المؤکدة نعم لا حرج فیہ لمن لم یکن قارنا ولا متمتعاً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۱۳۷ باب ماجاء ان عرفه کلها موقف)

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الرحيم لاجپوری: قربانی اراقتہ دم کا نام ہے اور اس سے ہی عبادت ادا ہو جاتی ہے، اس کے بعد گوشت کا انتظام کرنا حجاج کرام کی ذمہ داری نہیں یہ انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے اگر یہ کہا جائے کہ حکومت اس کے انتظام سے قاصر ہے تو یہ بات بظاہر سمجھ میں نہیں آتی جو حکومت ایک شب و روز میں ہزاروں خیمہ کا انتظام کر سکتی ہے، (جیسا کہ منی میں آگ کے حادثہ میں ہوا) کیا وہ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ شخص زمین حرم میں دود بنے ذبح کرے یا کرائے، ایک دنبہ ترک رمی کی وجہ سے ﴿۱﴾ اور دوسرا ترک طواف صدر کی وجہ سے، البتہ طواف صدر اب بھی ہو سکتا ہے یعنی عمرہ کی نیت کر کے عمرہ ادا کیا جائے تو اس طواف عمرہ سے طواف صدر ادا ہو جائے گا اور دنبہ کا ذبح ساقط ہو جائے گا، (ماخوذ

از رد المحتار ۳: ۲۸۴) ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان جانوروں کے گوشت کا انتظام نہیں کر سکتی؟ ملخصاً۔

(فتاویٰ رحیمیہ ۸: ۱۱۶ جنایات اور دم)

قال الشيخ نظام الدين الاعظمي: مناسك حج کا اضحیہ خالص اور اعلیٰ شعائر اسلامیہ میں سے ہے اور اس میں محض اظہار تعبد ب شکل اراقتہ دم ہے..... اور یہ اسکیمیں (بینک کے ذریعے قربانی تاکہ گوشت مساکین کیلئے محفوظ ہو) اگرچہ بظاہر خوشنما ہی نہیں قدرے مفید بھی معلوم ہوتی ہیں مگر اظہار تعبد کے منافی ہیں اور اس مقصد کو فوت کرتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اس طرح کار بند ہونے پر بعد چندے یہ عمل (اراقۃ دم) محض ایک سیاسی، تجارتی، معاشی مقصد ہو کر رہ جائے گا، اور اظہار تعبد فنا ہو کر مسخ مذہب کا ذریعہ بن جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ۱: ۱۴۹ کتاب الحج)

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: (قوله او الرمي كله) انما وجب بتركه كله دم واحد لان الجنس متحد كما في الحلق (قوله او في يوم واحد) ولو يوم النحر لانه نسك تام بحر (او الرمي الاول) داخل فيما قبله كما علمت الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۲۵ باب الجنایات)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله او ترك طواف الصدر او اربعة منه ولا يتحقق الترك الا بالخروج من مكة) لانه ما دام فيها لم يطالب به مالم يرد السفر قال في البحر و اشار بالترك الى انه لو اتى بما تركه لا يلزمه شيء مطلقا لانه ليس بمؤقت ای ليس له وقت يفوت بفوته وقدمنا..... انه لو نفر ويطف و جب عليه الرجوع ليطوف مالم يجاوز الميقات فخير بين اراقة الدم والرجوع باحرام جديد بعمره ولا شيء عليه لتاخيرہ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۲۴ باب الجنایات)

جرمہ عقبہ کے بعد چوتھائی سے کم بال کٹوا کر واپس آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس حاجی نے رمی جرمہ عقبہ کے بعد چوتھائی سر سے کم بال کٹوائے اور وطن واپس آیا، اب اس پر بال ناخن وغیرہ لینے سے دم لازم آئے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبد الجلیل ریاض المملكة السعودية العربية..... ۱۹۸۶ء/۶/۷

الجواب: چونکہ غلبہ جہل کی وجہ سے اس تقصیر میں ابتلاء عامہ ہے حالانکہ یہ شوافع وغیرہم رحمہم اللہ کا مذہب ہے، احناف کا مذہب نہیں ہے ﴿۱﴾ لہذا اس کے متعلق (یسروا ولا تعسروا) ﴿۲﴾ پر عمل کرنا مناسب ہے، لا سیما اذا روی عن مشائخنا فی غیر المشہور عنہم کما فی شرح المبسوط لخواهر زاده وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان وقد صرحوا انه جاز الافتاء بالقول الضعیف عند الضرورة، فافهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: والرأس يقع على جميعه فان حلق بعض الرأس لم يجزه عند الحنفية اقل من الربع وان حلق ربع الرأس اجزاه مع الكراهة لان ربع الرأس يقوم مقام كله كمسح ربع الرأس في الوضوء..... وقال الشافعية: اقل ازالة شعر الرأس او التقصير ثلاث شعرات لقوله تعالى 'محلقين رؤوسكم' (الفتح) اي شعر رؤوسكم، والشعر جمع واقله ثلاث. (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۲۲۶۹ المطلب الثالث الحلق والتقصير)

﴿۲﴾ (اخرجه البخاري: ۲۹، ومسلم: ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، واحمد: ۳: ۱۳۱، وابويعلی: ۲: ۴۱، وابن حبان: ۵۳۷۳)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر صاحب البحر في الحيض في بحث الوان الدماء اقوالاً ضعيفة ثم قال وفي المعراج عن فخر الائمة لو افتي مفت بشي من هذه الاقوال في مواضع الضرورة طلبا لتيسير كان حسنا، وبه علم ان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما قلنا وان المفتي له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به محمول على غير موضع الضرورة. (شرح عقود رسم المفتي ۱۰۲ شعر ولا يجوز بالضعيف العمل)

باقاعدہ تحلیل سے قبل عمرے کا احرام باندھنا اور سلے ہوئے کپڑے پہننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے احرام باندھ کر طواف اور سعی کی، اختتام پر ربع حصہ بال نہیں کٹوائے اور پھر سلے ہوئے کپڑے پہن کر میقات سے احرام باندھ کر دوسرا عمرہ ادا کیا، سعی کے اختتام پر پھر وہی کام کیا اسی طرح سات عمرے کئے، سلے کپڑوں کا بدن پر تین گھنٹے اور بعض کا آٹھ دس گھنٹے وقت ہو چکا تھا، پھر آخری عمرہ کر کے کپڑے پہن لئے، پھر جدہ جا کر تمام سر کو منڈوا یا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی محمد نبی ریاض سعودی عرب

الجواب: واضح رہے کہ باقاعدہ تحلیل یا تقصیر سے قبل عمرے کا احرام باندھنا موجب دم ہے، یعنی ایک قربانی واجب ہے (ہندیہ ۱: ۲۷۱) ﴿۱﴾ دن یا رات سے کم سلے ہوئے کپڑے پہننا موجب صدقہ ہے، اور دن یا رات سے زائد پہننا موجب دم ہے (شرح التنویر) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

رمی جمار میں بلا وجہ شرعی تو کیل صحیح نہیں اور دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی حج پر گئے، میاں جب منیٰ میں آیا تو وہ اپنا ٹینٹ بھول گیا وہ سیدھا مکہ شریف چلا گیا وہاں پر دو دن ٹہرا رہا، تندرست ہے، چل پھر سکتا ہے ﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرى فعليه دم لا حرامه قبل الوقت وهو دم جبر وكفارة كذا في الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۴ الباب الحادی عشر فی اضافة الاحرام الی الاحرام)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: او لبس مخيطا لبسا معتادا او ستر رأسه يوما كاملا او ليلة كاملة وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنایات)

لیکن بدن سے بہت بھاری ہے بیوی منیٰ میں رہ گئی بیوی جوان ہے تندرست ہے لیکن ازدحام کی وجہ سے شیطان کو کنکریاں نہ ماریں، اس نے اپنی طرف سے اور خاوند کی طرف سے دوسرے شخص کو کنکریاں دیں، اس نے وہاں شیطان کو کنکریاں ماریں، کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ بیوی شوہر کا رشتہ قائم رہایا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عبد المجید پشاور شہر..... ۱۹۷۵ء/۲/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ عورت کیلئے رات کے وقت رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے اور مرد کیلئے باوجود کراہت کے فراغت کا ذریعہ ہے لہذا اس عورت پر ضروری ہے کہ ایک دنبہ کسی کے ذریعہ سے حرم میں (منیٰ میں) ذبح کروائے، اور اگر یہ مرد اتنا معذور ہو کہ اٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس کا ذمہ فارغ ہوا ہے ورنہ اس پر ذبح باقاعدہ لازم ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

۱۲/ ذی الحجہ کی رمی جمار چھوڑ کر ۱۳/ ذی الحجہ کو کرنے سے وجوب دم میں اختلاف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ ذی الحجہ کو رمی جمرات کے وقت کثرت ازدحام کی وجہ سے ہم آٹھ رفقاء گر گئے اور ہمارا برا حال ہو گیا، ہم لوگ رمی نہ کر سکے، اگلے روز یعنی تیرہ ذی الحجہ کو مسئلہ دریافت کیا بعض علماء نے کہا کہ دم واجب ہے بعض نے کہا کہ آج اس کی قضا کرے ﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: الخامس ان یرمی بنفسه فلا تجوز النیابة عند القدرة وتجاوز عند العذر فلورمی عن مریض لا یستطیع الرمی بامرہ..... جاز..... لان الرمی عن المریض بغير امرہ لا یجوز..... قیل فی حد المریض ان یصیر بحیث یصلی جالسا..... والرجل والمرأة فی الرمی سواء الا ان رمیها فی اللیل افضل وفيه ایساء الی انه لا تجوز النیابة عن المرأة بغير عذر..... والحاصل ان الرمی هو من واجبات الحج اما اداء او قضاء فاذا فات وقتہما تعین الدم لترک الرمی اتفاقا.

(شرح لباب المناسک ۱۶۶، ۱۶۷ فصل فی احکام الرمی وشرائطہ)

دم کی ضرورت نہیں ہم نے قول ثانی پر عمل کرتے ہوئے تیرہ ذی الحجہ کو رمی جمار کر لیا، اب سوال یہ ہے کہ اس تیرہ ذی الحجہ کو رمی کی کیا حیثیت ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: فیض محمد بورے والا ضلع وہاڑی..... ۱۹۸۴ء/۷/۱۵

الجواب: صورت مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب نہیں ہے، کما فی المسئلک المتوسط للقاری ۱۶۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

سعی واجب کا ترک کرنا موجب دم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں سعی واجب ترک ہوا ہے اب گھر آ کر اس کا کیا کیا جائے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم صوابی ضلع مردان..... ۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: آپ کسی حاجی کو رقم دے کر منیٰ میں قربانی کرائیں، یہ قربانی ہر وقت جائز ہے ایام النحر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، کما فی الہدایۃ، ومن ترک السعی بین الصفا والمروة فعليه دم وحجته تام ﴿۲﴾ وفيها ايضا يجوز ذبح بقية الهدايا في اي وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا الا في الحرم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة القاری: واذا طلع الفجر ای صبح الرابع فقد فات وقت الاداء ای عند الامام خلافا لهما وبقي وقت القضاء ای اتفاقا الی آخر ایام التشريق فلو اخره ای الرمی عن وقته المعین له فی کل یوم فعليه القضاء والجزاء وهو لزوم الدم.

(ارشاد الساری ۱۶۱ قبیل فصل فی وقت الرمی فی الیوم الرابع)

﴿۲﴾ (هدایۃ ۱: ۲۵۶ باب الجنایات)

﴿۳﴾ (هدایۃ ۱: ۲۸۱ باب الہدی)

غلطی سے احرام کی چادر دور کر کے کپڑے پہننے اور حج کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک پاکستانی ہوں اور مدینہ منورہ میں رہتا ہوں اگلے سال میں نے حج اور عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ لیا، عمرہ ختم کر کے ہمارے پاس ایک بدو نے میرے سر سے تھوڑے بال کاٹے، لاعلمی کی وجہ سے میں نے فوراً احرام دور کیا اور کپڑے پہن لئے اور حج کا ارادہ کیا کیا میرا یہ حج ہو گیا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مرزا خان حطہ التحیل طریقة المدینة المنورة سعودیہ..... ۲۱/۴/۱۹۸۴

الجواب: آپ ایک دم (شاة) ذبح کریں تو ذمہ فارغ ہو جائے گا، اور عمرہ اور حج دونوں

درست ہوں گے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ترک مہیت منیٰ سے دم لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امسال حج کے دوران میں جب ہم نے رمی کیا اور طواف زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھ خواتین اور ضعیف العمر آدمی بھی تھے، دوران طواف ہم سے بعض ساتھی بچھڑ گئے ہم نے طواف پورا کیا، تھکاوٹ اور ساتھیوں کے ڈھونڈنے کی وجہ سے ہم نے مکہ میں رات قیام کیا صبح سعی کر لی، اور جمعہ کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہو گئے، اب ہم نے جو رات مکہ معظمہ میں قیام کیا تھا اور منیٰ نہیں گئے تھے کیا ہم پر دم لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حکیم حمید الدین دہلوی دواخانہ راولپنڈی..... ۱۷/جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: او لبس مخیطا او ستر رأسه یوما كاملا او لیلة كاملة وفي

الاقل صدقة، قال ابن عابدين: الظاهر ان المراد مقدار احدهما فلو لبس من نصف النهار الى

نصف الليل من غير انفصال او بالعكس لزمه دم كما يشير اليه قوله وفي الاقل صدقة.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۲۰ باب الجنایات)

الجواب: چونکہ آپ ترک سنت کے مرتکب ہوئے ہیں ترک واجب کے نہیں لہذا آپ پر دم واجب نہیں ہے، كما في الشامية ۲: ۲۵۲ قوله فيبیت بها للرمی ای لیالی ایام الرمی هو السنة فلو بات بغيرها کره ولا يلزمه شیء (لباب) ﴿۱﴾. وهو الموفق

متعدد عمرے کرنے والی عورت قصر نہ کریں تو کفارہ اور ایک دم واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے متعدد عمرے کئے اور بال نہیں کاٹے کیا یہ ایک جنایت شمار ہوگی اور ایک دم واجب ہوگا یا متعدد جنایات؟ بینوا تو جروا المستفتی: دلاور شاہ ٹل کوہاٹ..... ۲۵/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس عورت پر احرام قبل از وقت کی وجہ سے کفارہ اور ایک دم واجب ہے، كما يدل عليه مافی الہندیة ۱: ۲۵۴ ومن فرغ من عمرته الا التقصیر فاحرم باخری فعليه دم لاحرامه قبل الوقت وهو دم جبر و كفارة كذا في الهداية ﴿۲﴾. وهو الموفق

قربانی سے قبل حلق، رمی کی قضا، طواف زیارت میں ترک سعی، مزدلفہ میں عدم

بیوت و غیرہ مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) رمی کے بعد اور قربانی سے قبل بال کٹوانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) منیٰ میں رات کو نہ ٹہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کسی بھی دن جمرات مارے تو کیا دوسرے دنوں کے جمرات ایک ساتھ مار سکتے ہیں؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۰۰ قبیل مطلب فی حکم صلاة العيد والجمعة فی منیٰ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۴ باب اضافة الاحرام الی الاحرام)

(۴) طواف زیارت میں اگر طواف کرے اور سعی چھوڑ دے پھر قضا کی صورت میں صرف سعی کرے گا یا طواف اور سعی دونوں؟

(۵) مزدلفہ میں رات کو نہ ٹہرنے کا کیا حکم ہے؟

(۶) اگر غلطی سے آدمی میقات سے تھوڑا دور چلا گیا اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا محمد ابراہیم سکندریہ خان صوابی..... ۱۹۸۴ء/۱۰/۷

الجواب: (۱) امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جنایت اور موجب دم ہے (شامی باب

الجنایات) ﴿۱﴾.

(۲) منیٰ میں بیوقوف ترک کرنا خلاف سنت ہے لیکن موجب دم وغیرہ نہیں ہے (شامی

۲: ۲۵۲) ﴿۲﴾.

(۳) ایام منیٰ میں جب کسی دن کی رمی ترک کر دے تو دم واجب ہوگا، خواہ باقاعدہ قضا کرے یا نہ

کرے، (ارشاد الساری ۲۴۰) ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ قال العلامة الشامی: (قوله او قدم نسكا على آخر فيجب) لما كان قوله او قدم النحر

بیانا لوجوب الدم بعكس الترتيب فرع عليه ان الترتيب واجب النحر.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۲۶ باب الجنایات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (ثم اتى منى فيبيت بها للرمى) اى لىالى ايام الرمي هو السنة

فلوبات بغيرها كره ولا يلزمه شيء لباب.

(فتاوى الشامیة ۲: ۲۰۰ قبیل مطلب حکم صلاة العيد والجمعة فی منیٰ)

﴿۳﴾ قال الملا على قارى: ولو ترك رمى يوم من ايام النحر كله او اكثره كأربع حصيات

فما فوقها فى يوم النحر او احد عشرة حصاة فيما بعده او آخره الى يوم آخر فعليه دم اى

لتركه او تاخيره. (ارشاد الساری ۱: ۲۴۰ فصل فى الجنایة فى رمى الجمرات)

(۴) اگر اس شخص نے طواف قدوم یا طواف تطوع کے بعد سعی نہ کی ہو تو جب تک میقات سے باہر نہیں ہوا ہے صرف سعی سے اس کا ذمہ فارغ ہوگا، اگرچہ یہ تاخیر کئی ماہ ہو اور اگر میقات سے باہر ہوا ہو تو بہتر یہ ہے کہ دم ذبح کرے، اور اگر عمرہ یا حج کا احرام باندھ لے اور واپس آجائے اور یہ مناسک ادا کر لے سعی بھی کر لے تو یہ بھی جائز ہے (ارشاد الساری ۲۳۸) ﴿۱﴾۔

(۵) مزدلفہ میں رات گزارنا مسنون ہے لیکن طلوع فجر کے بعد کچھ ٹھہرنا واجب ہے اور موجب دم ہے (شامی) ﴿۲﴾۔

(۶) جب واپس ہو کر احرام باندھ لے تو دم واجب نہیں ہے (ہندیہ ۱: ۲۵۳) ﴿۳﴾۔

اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو ایک یا دو سوال روانہ کریں۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ولو ترک السعی کله او اکثر فعلیه دم وحجه تام..... وان ترکہ لعذر فلا شیء علیہ..... ولو سعی قبل الطواف..... لم يعتد به..... فان لم یعده فعلیه دم اتفاقا ولو ترک السعی من اصله ورجع الی اہله بان خرج من المیقات فاراد العود الی مکة یعود باحرام جدید..... واذا اعاده سقط الدم قال فی الاصل والدم احب الی من الرجوع لان فیہ منفعة الفقراء. (ارشاد الساری ۲۳۸ فصل فی الجنایة فی السعی)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امین: (ثم وقف بمزدلفة) هذا الوقوف واجب عندنا لاسنة والبيتوتة بمزدلفة سنة مؤكدة الی الفجر لا واجبة..... واول وقته طلوع الفجر الثانی من يوم النحر و آخره طلوع الشمس منه فمن وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا يعتد به وقد ر الواجب منه ساعة ولو لطيفة الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۹۳ مطلب فی الوقوف بمزدلفة)

﴿۳﴾ وفي الهندیة: وان عاد الی المیقات واحرم فهذا علی وجهین فان احرم بحجة او عمرة عما لزمه خرج عن العهدة وان احرم بحجة الاسلام او عمرة كانت علیہ ان کان ذلك فی عامه اجزأه عما لزمه لدخول مكة بغير احرام استحسانا کذا فی المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۵۳ الباب العاشر فی مجاوزة المیقات بغير احرام)

ضعیف و ناتوان کاری جہار میں تو کیل اور دم وغیرہ کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے حج پر جا کر تمام افعال خود ادا کئے، لیکن کمزوری و ناتوانی اور بڑھاپے کی وجہ سے رمی جہار کسی دوسرے سے کروایا اب:

(۱) اس شخص پر دم وغیرہ واجب ہے؟

(۲) اگر واجب ہے تو ایک یا تین؟

(۳) اس دم کا ذبح کہاں پر ضروری ہے؟

(۴) اگر منیٰ میں ضروری ہے اور وہ شخص واپس آیا ہے پھر کیا صورت ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: حبیب اللہ نعمانی جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

الجواب: (۱) جو شخص بذات خود رمی پر ضعف یا مرض کی وجہ سے قادر نہ ہونہ دن کو اور نہ رات کو وہ دوسرے شخص سے رمی کروا سکتا ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾۔

(۲) جو شخص باوجود قدرت کے تمام رمیات ترک کرے اس پر ایک دم واجب ہے

(شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ وفي الهندية: مريض لا يستطيع الرمي توضع الحصاة في كفه ليرمي به او يرمي عنه غيره بامرہ كذا في محيط السرخسی في صفة الرامی.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۳۶ فصل فی المتفرقات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (او الرمی کله) انما وجب بترکہ کله دم واحد لان الجنس متحد کما فی الحلق والترک انما یتحقق بغروب الشمس من آخر ایام الرمی وهو الرابع الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۲۵ باب الجنایات)

(۳) دم جنایت زمین حرم سے مختص ہے خواہ منیٰ میں ہو یا مکہ میں، اس میں سے ہر جگہ یہ ذبح کافی ہے۔ (بحر ۱ شامی ۲)۔

(۴) دوسرے شخص کو وکیل اور مامور کر کے ذبح حرم میں کروائے (۳)۔ وهو الموفق

حائضہ کا طواف زیارت اور طواف وداع ترک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زوجہ کا حیض ہمیشہ دس دن ہوتا ہے جب منیٰ اور عرفات کے درمیانی وقفے میں حیض آ گیا اس کے بعد ہم جدہ شریف جانے والے تھے اور ابھی تک زوجہ زید کے ایام حیض میں چھ دن باقی تھے، اب سوال یہ ہے کہ اس زوجہ کے ذمہ ایک طواف زیارت باقی تھا اور دوسرا طواف وداع بھی، اب ہم کیا تدبیر کرتے؟ بینواتوجروا

المستفتی: نا معلوم..... ۱۰/۴/۱۹۷۴

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (وخص ذبح هدى المتعة والقران بيوم النحر والكل بالحرم لا بفقيهه) بيان لكون الهدى موقتا بالمكان سواء كان دم شكر او جنابة..... واما توقيته بالزمان فمخصوص بهدى المتعة والقران واما بقية الهدايا فلا تتقيد بزمان.

(البحر الرائق ۲: ۷۲ باب الهدى)

﴿۲﴾ قال في الشامية: (ذبح في الحرم) فلو ذبح في غيره لم يجز.

(فتاوى الشامية ۲: ۲۲۸ باب الجنایات)

﴿۳﴾ قال العلامة المودود الموصلي: ولا يذبح الجميع الا في الحرم قال تعالى في جزاء الصيد (هديا بالغ الكعبة) وفي دم الاحصار (حتى يبلغ الهدى محله) ولان الهدى ما عرف قربة الا في مكان معلوم وهو الحرم، قال عليه السلام منى كلها منحر وفجاج مكة كلها منحر رواه ابو داود وابن ماجه والدارمي واحمد.

(الاختيار لتعليق المختار ۱: ۲۲۱ باب الهدى)

الجواب: اگر یہ عورت حالت حیض میں طواف زیارت کرتی تو باوجود حرمت کے فریضہ حج ادا ہوتا اور ایک بدنہ ذبح کرنے سے جنایت سے بری ہوتی (شامی ۲: ۲۵۹) ﴿۱﴾ لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت وطن کو واپس ہوئی ہے اس لئے اس کیلئے دوبارہ مکہ جانا ضروری ہے تاکہ طواف زیارت کرے اور اس کیلئے جماع کرنا ممنوع ہے اگرچہ کئی سال گزر جائیں (ہندیہ ۱: ۲۴۶) ﴿۲﴾ اور حائضہ کیلئے طواف صدر ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے (شامی ۲: ۲۵۵) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

حج میں حاملہ عورت کیلئے واجبات ترک کرنے کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کی اہلیہ حاملہ تھی اس مجبوری کی وجہ سے مختصر حج کیا، اگرچہ معلم الحجاج میں جوابات موجود ہیں تاہم مزید تسلی کیلئے لکھ رہا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ڈاکٹر نے بھی حاملہ ہونے کی صورت میں حج پر جانے سے منع کیا مگر اس کے باوجود دونوں نویں ذی الحجہ کو پیش موٹر لیکر مکہ معظمہ پہنچے وہاں طواف قدوم کیا اور پھر زوال سے پہلے عرفات پہنچے، غروب کے بعد وہاں ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفتت هل تطوف ام لا قالوا يقال لها لا يحل لك دخول المسجد وان دخلت وطفث ائمت وصح طوافك وعليك ذبح بدنة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۹۹ مطلب فی طواف الزيارة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وان ترك كلا الطوافين فهو حرام على النساء ابدا وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۶ الفصل الخامس فی الطواف والسعی)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: (وطواف الصدر واجب الا على اهل مكة) اي فلا يجب على المكي ولا على المعتمر مطلقا والمجنون والصبي والحائض والنفساء كما في الباب وغيره.

(فتاویٰ الشامیہ ۲: ۲۰۲ مطلب فی طواف الصدر)

سے نکل کر مزدلفہ ہوتے ہوئے راتوں رات حرم شریف پہنچے، دسویں کو صبح صادق کے بعد طواف زیارت کر لیا، اسی طرح وقوف مزدلفہ اور رمی نہ کر پائے، معلم الحجاج میں لکھا ہوا ہے کہ واجبات حج اگر عذر شرعی کی بنا پر فوت ہو جائیں تو دم لازم نہیں آتا، اب اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبد الحمید خان ریاض سعودی عرب..... ۸/۲/۱۹۷۲

الجواب: چونکہ ان حضرات سے واجبات بلا عذر شرعی فوت ہو چکے ہیں لہذا ان پر تمام واجبات کا دم دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ مگر بیوی پر وقوف مزدلفہ کا دم نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق
قبل از ادا یتگی طواف زیارت زوجہ سے جماع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی سے طواف زیارت رہ جائے کیا قبل از ادا یتگی طواف زیارت اپنی زوجہ سے جماع کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: حاجی ظفر الحق..... ۱۱/۱۲/۱۹۸۵

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو ترك الجمار كلها او رمى واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۴۷ قبیل الباب التاسع فی الصيد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ثم وقف بمزدلفة ووقته من طلوع الفجر الى طلوع الشمس ولو مارا كما في عرفة لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة فلا شيء عليه، قال ابن عابدين: الا اذا كان لعله او ضعف او يكون امرأة تخاف الزحام فلا شيء عليه..... فالاولى تقييد خوف الزحمة بالمرأة ويحمل اطلاق المحيط عليه لكون ذلك عذرا ظاهرا في حقها يسقط به الواجب بخلاف الرجل او يحمل على ما اذا خاف الزحمة لنحو مرض ولذا قال في السراج الا اذا كانت به علة او مرض او ضعف فخاف الزحام فدفع ليل فلا شيء عليه.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۹۳ مطلب في الوقوف بمزدلفة)

الجواب: رفض حج کے ارادہ سے قبل اس پر بیوی حرام ہوتی ہے ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وبتراک اکثرہ بقى محرما ابدا فی حق النساء حتی یطوف
فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۲۴ باب الجنایات)



الله

الله

تساروا بعبادة الحسن المعروف بشاوي الوقت بعبادة

.....: قال الله تعالى:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم
جاءوك فاستغفروا الله واستغفر
لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.

.....: ﴿النساء: ٦٣﴾

باب زيارة قبر النبي ﷺ



.....: عن ابن عمر قال :.....

قال رسول الله ﷺ من زار قبري
وجبت له شفاعتي.

رواه البزار والدارقطني، قاله النووي وقال القاري في
شرح الشفاء صححه جماعة من أئمة الحديث

باب زیارة قبر النبی ﷺ

زیارت روضہ مبارکہ میں پہل افضل ہے یا حج میں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے زیارت روضہ مبارکہ افضل ہے اور بعض بعد میں افضل کہتے ہیں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: زر باز خان صوابی..... ۱۹۷۴ء/۴/۲۸

الجواب: جس شخص نے فرض حج نہیں کیا ہو اس کیلئے افضل یہ ہے کہ پہلے حج کرے اور حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو جائے، اور اگر یہ حج نفلی ہو تو اسے اختیار ہے کہ ہر ایک پہلے کرے یا بعد میں اور جس حاجی کا راستہ مدینہ منورہ پر ہو تو یہ پہلے زیارت کرے گا (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

حج یا عمرہ میں زیارت روضہ نبوی کیلئے جانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج یا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جائے کیا اس کیلئے زیارت روضہ نبوی ﷺ کیلئے مدینہ منورہ جانا لازمی ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۷۴ء/۳/۱۳

﴿۱﴾ قال العلی بن سلطان محمد: ان كان الحج فرضا عليه فيبدأ بالحج ثم بالزيارة ای ابتداً بالاهم فالاهم ولان الحج حق الله تبارك وتعالى وهو مقدم على حق رسوله..... لكنه مقيد بما قاله ان لم يمر بالمدينة في طريقه ای كاهل الشام وان مربها بدأ بالزيارة لا محالة لان تركها مع قربها يعد من القساوة والشقاوة..... وان كان الحج عليه نفلا فهو بالخيار ای اذا كان آفقا بين البداءة بالمختار ای بزیارتہ ﷺ الخ.

(مناسک لملا علی قاری ۳۳۲ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ کیلئے مدینہ منورہ جانے کے بارے میں تین اقوال ہیں، مندوب، قریب الوجوب اور واجب، علامہ شامی (۱) اور مولانا تھانوی (۲) نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے، خلافا لابن تیمیہ ومن دان دینہم (۳)۔ وهو الموفق

(۱) قال العلامة ابن عابدين: (بل قيل واجبة) ذكره في شرح اللباب وقال بينته في الدرّة المضیة فی زیارة المصطفویة وذكره ایضا الخیر الرملی فی حاشیة المنح عن ابن حجر وقال وانتصر له نعم عبارة اللباب والفتح وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له سعة الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۷۹ قبیل مطلب فی المجاورة بالمدينة ومكة المكرمة)

(۲) قال الشاه اشرف على التهانوی: وفي ردالمحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له سعة، اس سے قول بالوجوب کے معنی واضح ہو گئے یعنی ہے تو مندوب مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا ہے، پس دونوں قول متطابق ہو گئے۔ (امداد الفتاویٰ ۲: ۱۶۹ مسائل منشورہ متعلقہ بالحج)

(۳) قال فی رسالة مسائل حج: ابن تیمیہ، امام جوینی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ کے روضہ کی زیارت کیلئے سفر ممنوع ہے حدیث لا تشد الرحال کی وجہ سے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ صرف مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کیا جائے گا لیکن یہ لوگ خطا ہوئے ہیں کیونکہ اگر حدیث لا تشد الرحال کا یہ معنی ہوتا تو پیغمبر ﷺ کی حین حیات میں نبی علیہ السلام کی ملاقات اور زیارت کیلئے سفر ناجائز ہوتا بلکہ تجارت، علم اور جہاد کیلئے بھی سفر ناجائز ہوتا، اس حدیث کا معنی حدیث مسند امام احمد بن حنبل سے معلوم ہے، کہ سوائے ان تین مساجد کے دیگر مساجد کو نماز کیلئے سفر کرنا مناسب اور افضل نہیں ہے زیارت القبور وغیرہ کے متعلق یہ حدیث ساکت ہے (شامی وغیرہ) انتہی (مسائل حج ۲۶)۔

قلت: علاوہ ازیں زیارت قبر نبوی کی مشروعیت اور استحباب پر خصوصی روایات وارد ہیں جو بیہقی، دارمی، دارقطنی، مسند ابو داؤد طیالسی، عقیلی، وفاء الوفا اور موطا امام محمد میں مروی ہیں، اس کی بعض اسناد میں اگرچہ محدثین کا کلام ہے لیکن کثرت روایات اور کثرت..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ویزہ میں قلت ایام کی وجہ سے حاجی مدینہ منورہ نہ جاسکے حج متاثر نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سعودی عرب کے قانون کی رو سے حج کے ویزے میں وقت کم ہو اور حاجی مدینہ منورہ برائے زیارت قبر رسول ﷺ نہ جاسکے کیا اس کا حج پورا ہوا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: سمیع الرحمن بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: زیارت روضہ رسول ﷺ ارکان حج میں سے نہیں ہے البتہ زیارت مدینہ منورہ روضہ اقدس کیلئے جانا قریب الی الوجوب ہے، قانونی مشکلات اور شرعی اعذار کی بنا پر اگر نہ جاسکے تو یہ وجوب ساقط ہے بہر حال اس سے حج متاثر نہیں ہوتا (قواعد الفقہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طرق کی وجہ سے اس کا ضعف حتم ہو جاتا ہے اور ان میں سے دور روایات صاحب مشکوٰۃ نے بھی روایت کی ہیں اور شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، والاحادیث فی هذا الباب كثيرة وفضائل الزيارة شهيرة ومن انكرها انما انكر ما فيها من بدع نكيرة غالبها كبيرة. (مرقاۃ المفاتیح ۵: ۶۳۲)۔

اور عبد الوہاب الازہری موطا امام محمد کی تعلیق میں فرماتے ہیں، والاحادیث فی فضل زیارة القبر النبوی كثيرة وصحيحة والضعيف منها يرتقى الى درجة المقبول لتعدد طرقه وكثرة شواهدہ كما ذكره ابن حجر فی التلخیص الحبير وما ذكره ابن الجوزی فی التحقيق من ان حديث (من حج فلم يزرني فقد جفاني) موضوع وتابعه ابن تيمية فی ذلك غير صحيح بل هو اما حسن عند بعض المحدثين واما ضعيف كما هو عند بعضهم وانظر فی ذلك شفاء السقام للسبكي والجوهر المنظم لابن حجر الهيتمي ورسائل اللكنوي صاحب التعليق الممجد. (از مرتب) ﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ان زیارة سيد المرسلين ﷺ باجماع المسلمين ای من غير عبرة بما ذكره بعض المخالفين من اعظم القربات. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حرم نبوی ﷺ کی زیارت کے وقت افعال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ مبارکہ کی زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: (۱) مسجد نبوی ﷺ کو باب السلام یا باب جبریل سے داخل ہونا مستحب ہے ﴿۱﴾ لیکن اگر ازدحام کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچانے یا خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو تو ان ابواب سے داخلہ ممنوع ہے، دیگر ابواب سے داخل ہو، (قواعد الشرع).

(۲) جب مسجد کو داخل ہو تو اول باقاعدہ تحیۃ المسجد ادا کرے اگر وقت مکروہ نہ ہو، پھر موجب شریفہ کو جائے اور نبی علیہ السلام پر صلاۃ و سلام پڑھ لے، پھر ایک گز (شرعی) بائیں طرف ہو جائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے، پھر ایک گز اور بائیں طرف ہو جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے (شرح لباب) ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) و افضل الطاعات و انجح المساعی لنیل الدرجات قریبہ من درجۃ الواجبات بل قیل انها من الواجبات کما بینتہ فی الدرۃ المظنیۃ فی زیارة المصطفویۃ لمن لہ سعة ای وسعة و استطاعة و ترکھا غفلة عظیمة.

(ارشاد الساری ۳۳۴ باب زیارت سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: ویدخل من باب جبریل او غیرہ کباب السلام کما علیہ العمل و الافضل افضل لعل وجهہ دخول جبریل علیہ من ذلک الباب اولانہ کان الی الحجرات من اقرب الابواب فاذا دخلہ قصد الروضة المقدسة الخ. (ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: ثم یبدأ بتحیۃ المسجد رکعتین..... فاذا فرغ من ذلک قصد التوجه الی القبر المقدس..... ثم توجه مع رعاية غایۃ الادب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) حجرہ مبارکہ کا بوسہ لینا، ہاتھ رکھنا، زیادہ قریب ہونا سجدہ کرنا، جھکنا اور زمین کا بوسہ لینا وغیرہ سب ناجائز ہیں (شرح لباب) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مسجد نبوی میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے پھر زیارت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص زیارت روضۃ الرسول ﷺ کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے یا پہلے زیارت کرے؟ بینوا تو جروا المستفتی: سید رازق ہنگو کوہاٹ

الجواب: جب زیارت کیلئے مسجد نبوی میں داخل ہو تو اول باقاعدہ دو گانہ تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہ شریفہ کو جائے اور باقاعدہ صلاۃ و سلام ادا کرے (شرح اللباب) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقام تجاه الوجه الشريف..... مستقبلا للوجه الكريم..... مستدبرا للقبلة..... ممثلا صورته الكريمة في خيالك..... مستشعرا بانه عليه الصلاة والسلام عالم بحضورك وقيامك وسلامك..... مسلما..... مقتصدا من غير رفع صوت ولا اخفاء بحضور وحياء السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته..... ثم يتأخر..... الى صوب يمينه اي متوجها الى جانب يساره قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ ابي بكر الصديق..... ثم يتأخر الى يمينه قدر ذراع فيسلم على خليفة رسول الله ﷺ عمر بن الخطاب الخ. (المسلك المتقسط ۳۳۸ باب زیارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۱﴾ قال العلامة على بن سلطان محمد: ولا يمس عند الزيارة الجدار لانه خلاف الادب في مقام الوقار وكذا لا يقبله لان الاستلام والقبلة من خواص بعض اركان الكعبة والقبلة ولا يلتصق به اي بالتزامه ولصوق بطنه لعدم وروده ولا يطوف..... ولا ينحني ولا يقبل الارض فانه كل واحد بدعة اي غير مستحسنة فتكون مكروهة واما السجدة فلا شك انها حرام الخ. (المسلك المتقسط في المنسك المتوسط ۳۴۲ باب زیارة سيد المرسلين ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة القاري: ثم يبدأ بتحیة المسجد رکعتین..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زیارت قبر اطہر کے وقت خطاب کے صیغے اور حروف نداؤں کر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ زیارت روضہ اقدس کے پاس درود شریف کے صیغے ”الصلاة والسلام علیک یا رسول اللہ“ وغیرہ یعنی خطاب کے صیغے اور حروف نداؤں کہے جاتے ہیں ان کا ثبوت احادیث میں نہیں ہے کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا غلام مجتبیٰ دارالعلوم عثمانیہ راول پارک لاہور..... ۱۰/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ خطاب کے صیغے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں مروی ہیں، رواہ

ابو حنیفہ ﴿۱﴾ وایضا ان الخطاب جاز من البعید فی بعض الاحوال ﴿۲﴾ فکیف لا (بقیہ حاشیہ) تعظیما وتقديما لحقه علی حق رسولہ کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیة والعبودية والافضل ان تكون ای تلك الصلاة بمصلاه ﷺ ای فی مقامہ بمحرابه..... فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الی القبر المقدس..... ثم توجه ای بالقلب والقلب مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف الخ. (ارشاد الساری ۳۳۷ باب زیارة سید المرسلین ﷺ)

﴿۱﴾ ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تأتي قبر النبی ﷺ من قبل القبلة ويجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، قال الشیخ محمد حسن السنبلی فی شرحہ: وفي رواية عبد الرزاق ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ. (مسند امام ابی حنیفہ مع شرحہ تنسیق النظام ۱۲۶ قبیل کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشاہ اشرف علی التہانوی: (یا رسول اللہ گفتن) بارادہ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوق و استلذاذ اذما دون فیہ ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۵: ۳۸۵ کتاب العقائد والکلام)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

يجوز من القريب لان سماع الموتى حق ﴿١﴾. وهو الموفق

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیارت روضہ مقدسہ کے بعد

اسطوانہ ابولبابہ کے پاس دو رکعت پڑھنا لازمی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: خیر محمد ڈی آئی خان ۱۹۸۱ء/۶/۲۵

الجواب: مستحب یہ ہے کہ زیارت سے فارغ ہو کر اسطوانہ ابی لبابہ کے قریب دو رکعت نماز ادا

کرے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور نہ کسی کو تکلیف دینے اور نہ خود تکلیف میں پڑنے کا خطرہ ہو اور مغفرت کی

دعا کی جائے (ہندیہ وغیرہ) ﴿٢﴾، ﴿٣﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وقال العلامة ابن عابدين: يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة

صلى الله عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۹۳ قبیل باب شروط الصلاة)

﴿١﴾ قال الشيخ خليل احمد السهارنفوري: فان قلت ماوجه الجواب بقوله ان الله حرم

على الارض اجساد الانبياء فان المانع من العرض والسماع هو الموت وهو قائم قلت

لاشك ان حفظ اجسادهم من ان ترم خرق للعادة المستمرة فكما ان الله تعالى يحفظها منه

فكذلك يمكن من العرض عليهم ومن الاستماع منهم صلوات الامة ويؤيده حديث نبى الله

حیٰ يرزق. (بذل المجهود فى حل ابى داود ۲: ۱۶۰ باب تفريع ابواب الجمعة)

﴿٢﴾ قال فى الهندية: ثم يأتى اسطوانة ابى لبابة التى ربط نفسه فيها حتى تاب الله عليه وهى

بين القبر والمنبر فيصلى ركعتين ويتوب الى الله ويدعو بما شاء.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۶۶ خاتمة فى زیارة قبر النبی ﷺ)

﴿٣﴾ قال العلامة عبد الله بن مودود الموصلى: ثم يأتى اسطوانة ابى لبابة التى ربط نفسه

فيها حتى تاب الله عليه وهى بين القبر والمنبر ويصلى..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مساجد خمسہ اور چہل نماز در مسجد نبوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد خمسہ جو سرزمین عرب میں ہیں کہاں ہیں اور کس کتاب میں اس کا ذکر ہے، اور چالیس نمازوں کا مسئلہ مسجد نبوی میں کس کتاب میں ذکر ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد قاسم جلال آباد افغانستان..... ۱۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: حوالہ مساجد خمسہ نہ یافتم ﴿۱﴾ وحوالہ چہل نماز در مسجد نبوی در طبرانی اوسط ودر مسند

(بقیہ حاشیہ) رکعتین ویتوب الی اللہ تعالیٰ ویدعوبما شاء. (الاختیار لتعلیل المختار ۲۲۶: ۱ فصل فی زیارة قبر النبی ﷺ)

قال الملا علی قاری: وجميع سوارى المسجد اى المصطفوى فى اصل بنائها يستحب الصلاة عندها لانها لا تخلو عن النظر النبوى اليها اى الى ما كان فى موضعها والا فهى ليست عينها بل غيرها وصلاة الصحابة عندها اى فى اماكنها وقربها.

(ارشاد السارى ۳۴۴ قبیل فصل فی زیارة اهل البیقع)

﴿۱﴾ مسجد فتح یا مسجد احزاب یہ مسجد جبل سلع کے غربی کنارے کی بلندی پر واقع ہے اور خندق کے جنوب مغرب کی جانب قدرے جنوب کی طرف واقع ہے، غزوہ خندق کے دوران میں اس مقام پر جہاں اس وقت مسجد الفتح ہے آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھی اور تین دن متواتر یعنی پیر منگل اور بدھ کو فتح و نصرت کی دعا فرمائی، پس بدھ کے روز بین الصلاتین آپ کی دعا قبول ہوئی اور طوفان اور آندھی کے باعث حملہ آور لشکر میں افراتفری پھیل گئی، اور وہ بے نیل و مرام پسپا ہو گئے، اسی مقام پر مسجد بنادی گئی، دعائے فتح و نصرت و قبولیت کی مناسبت سے مسجد الفتح کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ احزاب کی وجہ سے مسجد الاحزاب اور بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے مسجد الاعلیٰ بھی کہلاتی ہے۔

مسجد فتح کی جنوبی سمت میں چار مسجدیں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی ہیں یہ مسجدیں بھی مسجد فتح سمیت مساجد فتح کہلاتی ہیں اور ان کو مساجد خمسہ بھی کہتے ہیں، ان میں سے تین مسجدوں کے یہ نام مشہور ہیں، مسجد سلمان الفارسی، مسجد علی بن ابی طالب، مسجد ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) چوتھی مسجد کا..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عن انس رضی اللہ عنہ است ﴿۱﴾ - وهو الموفق

مسجد قبا کی زیارت بروز ہفتہ مستحب اور اس میں نماز عمرہ کے برابر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حاجی مدینہ منورہ جائے تو بروز ہفتہ مسجد قباء کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنا ضروری ہے اور اس میں دو رکعت نفل عمرہ کرنے کا برابر ثواب رکھتا ہے کیا واقعی یہ ضروری ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: گل شیر داوڑ وزیرستان

(بقیہ حاشیہ) نام مسجد فاطمہ ہے اور ان مذکورہ ناموں کی وجہ تسمیہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے، اکثر زیارت کرانے والے مزور حاجیوں کو زیارات کراتے وقت ان ناموں سے ان مساجد کا تعارف کراتے ہیں کیونکہ وہ ان کے تاریخی نام نہیں جانتے تاہم مشہور یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت مسلمانوں کا لشکر اس خطہ میں خیمہ زن تھا اور ان کیلئے اس جگہ نماز کی چند جگہیں بنائی گئی تھیں اور ان چار جگہوں میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کے معرکے کے دنوں میں نماز پڑھی ہے، مسجد سلمان الفارسی یہ مسجد الفتح کے سب سے زیادہ قریب جنوب کی طرف واقع ہے، مسجد علی بن ابی طالب یہ مسجد سلمان الفارسی کے تقریباً جنوب میں قریب ہی واقع ہے، مسجد ابو بکر صدیق یہ مسجد علی بن ابی طالب کے قریب اس کے جنوب میں قدرے مائل بہ مشرق واقع ہے، لیکن ان مسجدوں کے ان ناموں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ متحقق نہیں ہوئی اور ان مساجد اربعہ کی موجودہ عمارتیں عثمانی ترکی عہد کی ہیں انہوں نے نئے سرے سے بنائی ہوں گی، یا ترمیم وغیرہ کی ہوگی، واللہ اعلم۔ (ماخوذ از زیارة الحرمین، فصول وآثار وغیرہ اعمدة الفقہ)، اب کہتے ہیں کہ ان تمام مساجد کو ہٹا کر اس مقام پر ایک عظیم مسجد بنائی گئی ہے۔ از مرتب

﴿۱﴾ قال النبی ﷺ: من صلی فی مسجدی اربعین صلاة لا تفوته صلاة کتبت له براءة من النار ونجاة یوم القيامة، رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس بن مالک، ولم یروہ عن انس الا بیط تفرده ابن ابی الرجال. (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳: ۲۳۹۷) وفی عمدة الفقہ للزوار حسین رواہ احمد فی مسنده والطبرانی فی معجمہ الاوسط ورجالہ ثقات.
(عمدة الفقہ ۴: ۷۰۰ کتاب الحج)

الجواب: مسجد قباء کی زیارت ہر روز جائز ہے اور بروز ہفتہ مستحب ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾ اور اس

میں دو رکعت نماز عمرہ کا ثواب رکھتا ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ويستحب ان يأتى مسجد قباء يوم السبت كذا ورد عنه عليه السلام ويدعو يا صريخ المستصرخين ويا غياث المستغثين يا مفرج كرب المكروبين يا مجيب دعوة المضطرين صل على محمد وآله واكشف كربى وحزنى كما كشفت عن رسولك كربيه وحزنه فى هذا المقام..... قالوا ليس فى هذه المواقف دعاء مؤقت فبأى دعاء دعا جاز كذا فى قاضى خان.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ قبل کتاب النکاح)

﴿۲﴾ عن ابو الابرود مولى بنى خطمة انه سمع اسيد بن ظهير الانصارى وكان من اصحاب النبی ﷺ قال الصلوة فى مسجد قبا كعمرة وفى الباب عن سهل بن حنيف.

(جامع الترمذی ۱: ۲۳ باب ماجاء فى الصلوة فى مسجد قباء)

﴿۳﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: يستحب زيارة المساجد الاخرى مثل مسجد قباء وهو فى الجنوب الغربى من المدينة وهو اول مسجد اسس فى المدينة وذلك يوم السبت ناويا التقرب بزيارته والصلاة فيه لحديث الترمذی (صلاة فى مسجد قباء كعمرة) وفى الصحيحين عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ يأتى مسجد قباء راكبا وماشيا فيصلى فيه ركعتين، وفى رواية صحيحة كان يأتیه كل سبت ويدعو بما شاء من كشف الكرب والحزن الخ. (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۵۰۲ زیارة اهم المعالم الاثرية فى المدينة)





فتاویٰ دیوبندیاکستان المعروف بفتاویٰ فرید بی بی جلال خانہ

کتاب النکاح

باب رسم النکاح
وشرائطه وادابہ



.....: قال الله تعالى:

فانكحوا ما طاب لكم من النساء.

.....﴿النساء: ٣﴾.....

.....: قال الله تعالى:

وانكحوا الايامى منكم والصالحين من

عبادكم وامائكم.

.....﴿النور: ٣٢﴾.....

کتاب النکاح

باب رسم النکاح و شرائطه و آدابہ

منگنی اور باقاعدہ نکاح میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

کہ میری دختر کی شادی زید کے ساتھ ہوئی جس کی باقاعدہ عائلی قوانین کے مطابق رجسٹری ہوئی اور سرکاری دستاویزات موجود ہیں، نکاح کے چند دنوں بعد مخالفین نے جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کیا کہ میری دختر کا عقد نکاح سکندر کے ساتھ ہوا تھا اس دعوے پر انہوں نے آٹھ جھوٹے گواہ بھی پیش کئے، اس پر میں اپنے گاؤں کے ایک مولوی صاحب کے مشورے سے اپنی لڑکی کو شادی کے نو دن بعد اپنے گھر لے آیا، مولوی صاحب نے مشورہ دیا کہ چونکہ معاملہ جرگہ میں پیش ہوا ہے اسلئے بہتر ہے کہ فیصلہ ہونے تک فی الحال اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ، بعد ازاں برادری کے تین افراد بطور جرگہ مقرر ہوئے ثالثوں نے بیانات لے لئے پھر سکندر نے ثالثوں سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھے دو ہزار روپیہ دے دیں تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہوتا ہوں ثالثوں نے زیادتی سمجھتے ہوئے فیصلہ کی منظوری دے دی، اخلاقی جرم یہ تھا کہ میں نے اقرار کیا اور اب بھی کرتا ہوں کہ میری لڑکی چھ سال کی تھی اور سکندر ایک سال کا تھا اور سکندر کے والد نے میری بیٹی منسوب کرنے کی خواہش کی اور یہ خواہش نہ میں نے واضح الفاظ میں قبول کی تھی اور نہ انکار کیا تھا اور نہ باقاعدہ منگنی ہوئی تھی اور نہ کوئی رواج ہوا تھا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ نہیں ہے

اسلئے میں نے مناسب رشتہ ملنے پر زید کے ساتھ نکاح کیا اور باقاعدہ نکاح ہوا، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زید کے ساتھ نکاح درست ہوا ہے یا یہ سکندر کا حق ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: انارگل پنڈی گیپ کیمپور..... ۲۹/۶/۱۹۷۲

الجواب: اگر آپ نے گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول نہ کیا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لہذا اس لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ بلا شک و شبہ درست ہے، قال فی المرقاة لا کن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغير اذن الاول صبح النکاح الخ (۲۱۱:۶) ﴿۱﴾ وفی تنقیح فتاویٰ الحامدیة (۳۱:۱) لا تكون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلاً ﴿۲﴾. اگر آپ نے گواہوں کے روبرو یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلا نہ فلاں کیلئے نکاح میں دے دیا اور اس مجلس میں دوسری جانب سے یہ بولا گیا ہو کہ ہم نے فلاں کیلئے قبول کیا تو یہ نکاح شرعی ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کا عدم ہے ﴿۳﴾۔ وهو موفق

نکاح کیلئے باوصف عورت کا انتخاب اور شرعی طریقہ شادی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت میں کون سی صفات اور خوبیاں ہونی چاہئے جس کی بنا پر آدمی اس کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کرے اور طریقہ شرعی حنفی شادی کا کیا ہے؟ بینوا بالتفصیل تو جروا عند الجلیل

المستفتی: شہزاد گل شیوہ..... ۸/۴/۱۹۷۵

- ﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح ۲۱۱:۶ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط الفصل الاول)
 ﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۳۱:۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة)
 ﴿۳﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلي: وركن النکاح الايجاب والقبول وينعقد بلفظين ماضيين..... ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور رجلين او رجل وامرأتين الخ.
 (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

الجواب: حدیث شریف میں مسطور ہے کہ عورت سے جمال، مال، حسب (جاہ) اور دین کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے لیکن مسلمان کیلئے مناسب یہ ہے کہ دینداری کو ملحوظ رکھے (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ نیز باکرہ ﴿۲﴾ شوہر کے ساتھ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جنتی والی عورت سے نکاح کرے ﴿۳﴾ نکاح شادی سے پہلے کرے بلوغت کے بعد شادی کرے رسم و رواج سے بچیں اور شادی کے بعد ولیمہ کرے ﴿۴﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: تنکح المرأة لاربعة: لجمالها، ولحسبها، ولجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك متفق عليه. رواه البخاري (۵۰۹۰) ومسلم (الرضاع ۵۳، ۵۴) وابوداؤد (۴: ۲) والنسائي (۶: ۶۸) وابن ماجه (۱۸۵۸) والبيهقي (۴: ۷۹) واحمد (۲: ۴۲۸) والدارقطني (۳: ۳۰۳). (بلوغ المرام ۳۲۵ كتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال رسول الله ﷺ عليكم بالابكار فانهن اعذب افواها وانتق ارحاما وارضى باليسير رواه ابن ماجه مرسلا. (مشکوٰۃ المصابيح ۲: ۲۶۸ كتاب النکاح الفصل الثاني)

﴿۳﴾ عن معقل بن يسار قال قال رسول الله ﷺ تزوجوا الودود الودود فاني مكاثر بكم الامم رواه ابوداؤد والنسائي. (مشکوٰۃ المصابيح ۲: ۲۶۷ كتاب النکاح الفصل الثاني)

﴿۴﴾ وفي الهندية: ووليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة وهي اذا بنى الرجل بامراته ينبغي ان يدعو الجيران والاقرباء والاصدقاء ويذبح لهم ويصنع لهم طعاما واذا اتخذ ينبغي لهم ان يجيوا. (فتاوى عالمگیریہ ۵: ۳۴۳ الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

وقال الملا علي قاري: (قال رسول الله ﷺ شر الطعام طعم الوليمة) لانه كان من عادتهم مراعاة الاغنياء فيها وتخصيصهم بالدعوة وايتارهم وتطييب الطعام لهم ورفع مجالسهم وتقديمهم وغير ذلك مما هو الغالب في الولاثم..... والحاصل انه ليس شر الطعام لذاته بل لما يعرض له غالبا من سوء حالاته وصفاته.

(مرقاۃ المفاتيح شرح المشکوٰۃ ۶: ۲۵۳ باب الوليمة)

بلا وجہ بیٹیوں کو گھر میں رکھنے اور شادی نہ کرانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے جو لوگ اپنی بیٹیاں یا بہنیں گھر میں پالتے ہیں اور میراث وغیرہ کی وجہ سے بیاہ نہیں دیتے اس کا شرعی گناہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عزیز الرحمن بازارگی بنیر..... ۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص ظالم ہے اور عنقریب فتنہ میں مبتلا ہونے والا ہے ﴿۱﴾ قال رسول اللہ ﷺ: من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجہ فان بلغ ولم يزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ، رواہ البيهقي في شعب الايمان ﴿۲﴾. وهو الموفق

لڑکی کو کپڑے پہنانا اور آپس میں کھانا کھلانا اور دعا کرنا نکاح نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رشتہ مانگا لڑکی کے والد نے کہا کہ میں تم سے دو کنال زمین لکھ کر لوں گا اگر یہ شرط منظور ہے تو رواج کے مطابق منگنی کرو، اس کے بعد سائل نے کپڑوں کا ایک جوڑہ لا کر لڑکی کو پہنایا ساتھ ہی دونوں طرف سے رشتہ دار بھی اکٹھے ہوئے اور کھانا کھا کر دعائے خیر ہوئی، اس وقت کے دو گواہوں کا بیان یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہ بات ہوئی تھی کہ بڑی لڑکی کا رشتہ تم کو دیں گے اب طرفین میں ناچاقی پیدا ہو گئی اور لڑکی والوں نے انکار کیا جبکہ لڑکے کا والد کہتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا براہ مہربانی یہ بتائیں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: چوہدری علی مرڈ کوہالہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾ عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض، رواہ الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۲۶۷ کتاب النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۷۱ باب الولی فی النکاح الفصل الثالث)

الجواب: صورت مذکورہ میں صرف خطبہ موجود ہوا ہے جو کہ نکاح شرعی نہیں ہے لہذا اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح میں دینا درست ہے اگرچہ مکروہ ہے، فی المرقلة: لكن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغير اذن الاول صح النکاح ولكن یأثم (۲: ۲۱۱) ﴿۱﴾ وفي تنقیح الفتاوی الحامدية لا تكون الخطبة واقعة موقع النکاح اصلا (۱: ۳۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

نکاح میں کوئی نیت کی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح میں کوئی نیت کرنی چاہئے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مفقود الخبر

الجواب: ینوی اتباع السنة وتحصين الفرج وتکثیر الامة ﴿۳﴾. وهو الموفق

نکاح سے قبل ایمان مجمل و مفصل سنو انا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح سے پہلے تجدید ایمان کرانا

﴿۱﴾ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۲﴾ تنقیح الفتاوی الحامدية ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک ان النبی ﷺ حمد الله واثني عليه وقال: لكنی انا اصلى، وانا، واصوم وافطروا تزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی، (متفق علیه) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال لنا رسول الله ﷺ يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج، ومن لم یستطیع فعليه بالصوم فانه له وجاء (متفق علیه) وعن انس بن مالک قال: کان رسول الله ﷺ یقول: تزوجوا الولود الودود، فانی مکاثر بکم الانبیاء یوم القيامة (رواه احمد وصححه ابن حبان).

(بلوغ المرام من ادلة الاحکام ۳۲۵ کتاب النکاح)

اور ایمان مجمل و مفصل کا دہرانا وغیرہ کیا حکم رکھتا ہے؟ بدعت تو نہیں ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالغنی ڈوبل سنی بنگ راو لپنڈی..... ۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نکاح سے قبل قرآن پڑھوانا یا ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، لہذا اسے مباح کہا جائے گا نہ کہ بدعت یا سنت، البتہ نکاح سے قبل ایمان کی تلقین مصلحت سے خالی نہیں،

وهو یقین الشرط من الایمان فافہم ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ العلامة عبد العزیز المحدث الدہلوی: شرعاً مؤمن اور کافر کے درمیان نکاح منعقد نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ لاعلمی سے یا سہوا کفر کا کلمہ اکثر صادر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہوتی اس وجہ سے علماء متاخرین جو محتاط ہیں احتیاطاً ایسا کرتے ہیں کہ ایمان مجمل اور مفصل کی صفت زوجین کے سامنے کہتے ہیں اور ان سے کہلاتے ہیں تاکہ نکاح حالت اسلام میں منعقد ہو، علماء متاخرین نے جو احتیاطیہ امر عقد نکاح میں بڑھا دیا ہے یہ فی الواقع برکت اسلامی سے خالی نہیں، جن لوگوں کو اسلام سے بہرہ نہیں ان لوگوں کو اس کا کیا لطف ملے، کیا یہ معلوم نہیں کہ اموات کی تلقین اکثر فرقہ خلافیہ کے نزدیک جائز ہے اس امر کا سبب ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے کیونکہ کل فرقہ اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان بعد البعث درست نہیں بعث سے مراد انتقال روحانی ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ۵۴۲ مسائل نکاح)

وقال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: (صفت اسلام و ایمان سے) ناواقف لوگوں کو صرف یہ تعلیم کرادی جائے کہ کہو! اللہ ایک ہے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس کو دل سے سچا جانو، پس اس سے آدمی مؤمن اور مسلمان ہو جاتا ہے اس اقرار لینے کے بعد اس سے نکاح درست ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ بدون تصدیق قلبی کے ایمان حاصل نہیں ہوتا لیکن جاہلوں اور ناواقفوں سے صرف یہ کہلا لیا جاوے جو اوپر مذکور ہے، ان سے یہ نہ پوچھا جاوے کہ ایمان کیا ہے اور تصدیق کیا ہے اور ایمان مفصل کونسا ہے اور ایمان مجمل کونسا ہے، غرض یہ ہے کہ ایسی بات کی جاوے جس سے اس کو مسلمان بنایا جاوے نہ یہ کہ اس سے تحقیقات کر کے اس کو کافر بنایا جاوے، (بہر حال جب ہندہ اپنے کو مسلمان کہتی ہے اور درحقیقت ہے بھی مسلمان تو اس سے نکاح درست ہے تعلیم کی کمی ہے لہذا کلمہ وغیرہ احتیاطاً پڑھا دیا جائے۔) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۴۷ دوسرا باب متعلقات نکاح)

نکاح کے وقت دولہا و دلہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل وغیرہ پڑھوانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی کے وقت نکاح خواں دولہا و دلہن سے شش کلمہ اور ایمان مجمل و مفصل پڑھاتے ہیں بعض کند ذہن لوگ وہ الفاظ اچھے طریقے سے ادا نہیں کر سکتے کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبدالرشید جہلم..... ۳/ نومبر ۱۹۷۷ء

الجواب: نکاح کا دار مدار گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول پر ہے ﴿۱﴾ نہ کہ شش کلمہ وغیرہ پڑھنے پر لہذا ایسا نکاح جائز ہوگا۔ وهو الموفق

خطبہ نکاح نہ پڑھنے سے فساد نکاح نہیں آتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نکاح میں ایجاب و قبول ہو گیا اور سب تقاضے پورے کئے البتہ خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا کیا یہ نکاح فاسد ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی نور الحسن موہڑہ بیروت ہزارہ

الجواب: نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا مندوب ہے ﴿۲﴾ اسلئے اس کے عدم سے فساد نکاح لازم نہیں آتا۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابو البركات عبد الله النسفي: النكاح هو عقد..... ينعقد بايجاب وقبول..... عند حرين او حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين.

(كنز الدقائق ۱: ۹۷ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

نکاح کا خطبہ پہلے پڑھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں نکاح اور ایجاب و قبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا جاتا ہے جبکہ بعض علماء پہلے خطبہ پڑھ کر بعد میں ایجاب و قبول کرتے ہیں اس میں کونسا عمل صحیح ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: گوہر رحمن کاٹیلی سوات..... ۳/۱۰/۱۹۷۴

الجواب: خطبہ نکاح عقد سے پہلے پڑھنا مستحب ہے لما رواہ الدارمی ﴿۱﴾ وفی الدر المختار ویندب اعلانه و تقدیم خطبة ﴿۲﴾ فتاخيرها عن العقد مخالفة الحديث والفقه. وهو الموفق

عقد نکاح مسجد میں افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر پر، جبکہ بعض لوگ مسجد میں جانے سے انکار کرتے ہیں اس بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم..... ۸/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اگر منکرات کا خطرہ نہ ہو تو مسجد میں عقد نکاح افضل ہے ﴿۳﴾ لحديث رواه

﴿۱﴾ عن عبد الله قال علمنا رسول الله ﷺ خطبة الحاجة الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره..... ثم يتكلم بحاجته.

(سنن الدارمی ۲: ۱۹۱ باب فی خطبة النکاح)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: قوله (واجعلوه فی المساجد) وهو اما لانه ادعى الى الاعلان او لحصول برکة المكان وينبغي ان يراعى فيه ايضا فضيلة..... (بقيه حاشیه اگلے صفحہ پر)

الترمذی: اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف ﴿۱﴾.

حدیث ”لا نکاح بین العیدین“ ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ عیدین کے درمیان نکاح کرنا درست نہیں اور اس پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں ”لا نکاح بین العیدین“ اس مسئلہ اور حدیث کی حقیقت کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد القیوم کامونگی گجرانوالہ..... ۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: دونوں عیدوں کے درمیان نکاح بلا ریب اور بلا کراہت جائز ہے، حضور ﷺ کا نکاح مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسی ماہ میں ہوا ہے، نیز لا نکاح بین العیدین اولاً حدیث نہیں ہے یا اس کا مطلب جمعہ اور صلاۃ العید ہے اور یہ واقعہ جزئیہ ہے نہ کلیہ، کما فی الشامیہ ۲: ۲۸۴ وتاویل قوله علیه السلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه السلام کان رجع عن صلوة العید فی اقصر ایام الشتاء یوم الجمعة فقال حتی لا یفوتہ الروح فی الوقت الافضل الی الجمعة ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الزمان لیکون نورا علی نور و سرورا علی سرور قال ابن الہمام یتحب مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة و کونه فی یوم الجمعة وهو اما تفاؤلا للاجتماع او توقع زیادة الثواب اولانه یحصل به کمال الاعلان.

(مرقاۃ المفاتیح ۶: ۲۱۷ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۲۹ باب ماجاء فی اعلان النکاح)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۸۴ کتاب النکاح تحت قوله فی مسجد یوم

جمعة)

نکاح پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں امام وقاضی مقرر ہو، کیا اس امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی نکاح پڑھا سکتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: محمد یعقوب آزاد کشمیر..... ۶/۷/۱۹۷۴

الجواب: طرفین کی اجازت سے ہر شخص نکاح پڑھا سکتا ہے شرعاً اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ امام کی اجازت کے بغیر نکاح پڑھانے میں بے انتظامی کا خطرہ موجود ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق
زانی اور مزنیہ کا نکاح پڑھانے والے عالم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے بے خبری میں زانیہ اور مزنیہ کا نکاح پڑھایا بعد میں اسے معلوم ہوا، اب بعض لوگ اس سے ناراض ہیں کہ اس نے زانیہ مزنیہ کا نکاح پڑھایا ہے جبکہ امام صاحب کہتا ہے کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی کیا اس نکاح خوان پر کوئی عتاب ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: سید رحیم خان ہزارمری..... ۳۱/۱۲/۱۹۸۳

الجواب: زانی اور مزنیہ کا جب آپس میں نکاح کرنا صحیح ہے تو پڑھانے والے پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے، فی الدر المختار و صرح نکاح جلی من زنا..... ولو نکحها الزانی حل
لہ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشيخ عزيز الرحمن الديوبندی: نکاح خوانی کسی خاص خاندان یا کسی خاص شخص کا حق شرعاً نہیں ہے جس سے نکاح پڑھوایا جائے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، انتظامی قضیہ جداگانہ ہے جیسا حکام مصلحت سمجھیں انتظام کریں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۶۳ مسائل متعلقات نکاح)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولی امته)

شیعہ کا نکاح خواں ہونا اور بعد میں تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنے بیٹے کے نکاح کیلئے جب بکر کے گاؤں ساتھیوں سمیت گئے تو بوقت نکاح معلوم ہوا کہ نکاح خواں مولوی شیعہ تھا، دولہا نے جب اعتراض کیا تو لڑکی والوں نے کہا کہ تم اپنے گھر جا کر اہل سنت مولوی صاحب سے نکاح کی تجدید کرا لیں کیونکہ یہاں یہ مسئلہ اٹھانا مصلحت کے خلاف ہے، اسلئے زید جب واپس آیا تو اپنی مسجد کا امام جو اہل سنت ہیں کو بلا کر تجدید نکاح کرا لیا، تجدید میں حق مہر وغیرہ سب کچھ سابقہ رکھا گیا، اب اگر کوئی شخص اس تجدید نکاح کرنے والے نکاح خواں پر اعتراض کرے کہ یہ نکاح کیوں کیا گیا ہے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور یہ تجدید نکاح کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد نعمانی گوجرانوالہ..... ۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نکاح خواں کی حیثیت صرف معلم کی ہے نہ کہ شاہد کی، لہذا یہ نکاح اول درحقیقت نکاح ہے اور نکاح دوم افضل اور مستحب ہے منکر نہیں ہے، كما في الدر المختار ۳: ۶۰ ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف ﴿۱﴾ وبمعناه في الهندية فليراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

نکاح خوانی پر اجرت لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور قرون ثلاثہ میں نکاح خوانی پر اجرت لی جاتی تھی یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: گل زمان..... ۲۹/۱۲/۱۹۷۵

﴿۱﴾ (الدر المختار هامش رد المحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ وفي الهندية: واذا زوج غير الاب والجد الصغيرة..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: نکاح خواں کی اجرت انعام ہے کما لا یخفی علی من راجع الی العرف، اور اگر

اجرت ہو تب بھی جائز ہے، لکونہا اجرۃ علی تعلیم الایجاب والقبول وتلقینہا ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فالاحتیاط ان یعقد مرتین مرة بمهر مسمى ومرة بغير مهر مسمى لامرین

احدهما الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۱﴾ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بوادر النواہر میں الصراح فی اجرۃ الانکاح کے نام سے ایک مقالہ

لکھا ہے جس میں بحوالہ مسائل اربعین از مولانا محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ آپ کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

مسئلہ: بعد نکاح بقاضی وکیل وشاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز

است یا نہ؟ جواب: دادن ایس مردمان بدون مطالبہ و جبر از طرف ایشان مباح است و اگر جبر کنند و خواہ مخواہ بکد

واصرار طلب نمایند و بگیرند پس مباح نیست چنانچہ در کتاب خزائن الروایات مرقوم است، ومما سنہ القضاۃ فی

دارالاسلام ظلم صریح وهو ان یاخذوا من الانکحة شیئا ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجة

بالمناکحة فانهم مالم یرضوا بشی من اولیاء ہما لم یجیز وبذلك فانه حرام للقاضی والمناکح.

اس فتویٰ کے نقل کرنے کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی چار اقسام بنائے ہیں کہ جو چیز کسی کو

دی جاتی ہے تو وہ یا بالعوض دی جاتی ہے یا بلا عوض، اگر بالعوض دی جاتی ہو تو وہ شرعاً مال مقوم کے بدلے دی جائے

گی، یا غیر مقوم اور غیر قابل عوض کے مقابلے میں دی جائے گی، پس اگر اول ہے تو وہ اجر اور ثمن کہا جاتا ہے اور اگر

دوم ہے تو وہ رشوت یا ربا ہوگا۔ اور اگر بلا عوض دی جاتی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہ ہوگی یا تو طیب خاطر سے دی

جائے گی تو وہ ہدیہ اور عطیہ کہلاتا ہے اور یا طیب خاطر سے نہ ہوگی، بلکہ تنگی و کراہت سے ہوگی، تو یہ ظلم و جبر فی التبرع

کے زمرہ میں سے ہے۔

یہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تقسیم کا خلاصہ ہے اب اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے دیار میں جو عرف

ہے اور ائمہ مساجد کو نکاح خوانی پر جو کچھ دی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اعطاء بلا عوض ہے، اور پھر عوام بھی اپنی اپنی

حیثیت کے مطابق زیادہ اور کم دیتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہدیہ، عطیہ اور انعام ہوتا ہے نہ اس میں جبر ہوتا

ہے اور نہ اولیاء زوج وزوجہ اس میں کوئی تنگی و کراہت محسوس کرتے ہیں، اور اگر اسے نکاح خواں کے اس عمل کی

اجرت قرار دی جائے اگرچہ اس پر صحت اجارہ کے لوازم صادق نہیں آتے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باقاعدہ ایجاب و قبول اور شہادت نہ ہو تو یہ نکاح نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے نابالغہ پوتی کے نکاح کا پروگرام ایک شخص سے بنایا، اس آدمی کو سامنے بٹھایا اور ایک عورت مجلس میں موجود تھی، دادا نے نابالغہ کی جانب سے ایجاب کیا مگر اس آدمی نے قبول نہیں کیا، اب دادا مر گیا ہے اور لڑکی بھی بالغہ ہو گئی ہے اور دادا کے نکاح پر راضی نہیں ہے، اور قبول کرنے والے نے بھی قبول نہیں کیا تھا اب شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالحق برہان کیمل پور

(بقیہ حاشیہ) لیکن بالفرض جو لوگ اسے اجارہ کہتے ہیں تو پھر بھی جائز ہے کہ یہ ایجاب و قبول کی تلقین و تعلیم پر اجرت ہے، ویجوز بالاتفاق الاستئجار علی تعلیم اللغة والادب والحساب والخط والفقه والحديث ونحوها وبناء المساجد والقناطر والرباطات لانها ليست بفرض ولا بواجب وقد تقع قربة تارة وتارة غیر قربة، اور ”الصراح فی اجرة الانکاح“ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قاضی وغیرہ اس کیلئے مقرر ہیں اور باقاعدہ تنخواہ دار ہیں اور اگر اسے کچھ نہ دی جائے تو پھر وہ نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو خزانہ الروایات کا قول بھی اس قسم کے لوگوں پر صادق آتا ہے کہ وہ کام ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اور باوجود اس کے ظلماً وصولیاں کر رہے ہیں لہذا خزانہ الروایات کا قول عام ائمہ مساجد پر صادق نہیں آتا کہ وہ نہ اس کی تنخواہ لیتے ہیں اور نہ حکومت سے کوئی معاوضہ ملتا ہے بخلاف قاضی کے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جس قاضی پر نکاح کی مباشرت لازم ہو جیسے نکاح صغائر، تو اس کیلئے اس نکاح پر کچھ لینا جائز نہیں اور اس کے علاوہ پر جائز ہے، کما قال القاضی محمد بن الحسینی: ولا يحل للقاضي اخذ شيء على النكاح ان كان نكاحا يجب عليه مباشرة كنكاح الصغائر وفي غيره يحل.

(فتاویٰ انقرویہ ۱: ۳۵۱ فصل فی اجرة الشخص الخ)

وقال العلامة مفتی کفایت اللہ الدہلوی: نکاح پڑھانے والے کو نکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے اور نکاح خواں پہلے اجرت مقرر کر کے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کو مقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔ (کفایت المفتی ۵: ۱۵۴ کتاب النکاح)..... (از مرتب)

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ نکاح نہیں ہے اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح سے دینا درست ہے، لان رکن النکاح هو الايجاب والقبول والشرط هي الشهادة ﴿۱﴾ وفي الصورة المسئولة لا يوجد القبول ولا الشرط ولان عقد الابعد يتوقف على اجازة الاقرب ولم توجد. (ماخوذ از ہندیہ ۱: ۲۸۴ ﴿۲﴾ والدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۴۳۲ فلیراجع) ﴿۳﴾. وهو الموفق

نکاح باقاعدہ ایجاب و قبول کا نام ہے نہ کہ شہرت کا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ساتھ ایجاب و قبول نہیں ہوا ہو صرف نکاح کی شہرت گاؤں میں ہو گئی ہو، کیا اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: سید رسول محکمہ زراعت کوہاٹ..... ۱۱/۷/۱۹۷۴

الجواب: جب گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب و قبول نہ ہوا ہو تو نکاح شرعی موجود نہیں ہوگا، اگرچہ شہرت ہوئی ہو، لعدم الرکن والشرط ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد الغنى الغنيمى الميدانى: وهو ينعقد بالايجاب من احد المتعاقدين والقبول من الآخر..... ولا ينعقد نکاح المسلمین بصیغة المثنی الا بحضور شاهدين حرين بالغين الخ. (اللباب فی شرح الكتاب ۳: ۱۴۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو زوجها الا بعد حال قيام الاقرب حتى توقف على اجازة الاقرب. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: فلو زوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته، قال ابن عابدين: ای حضوره وهو من اهل الولاية الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۴۱ باب الولی)

﴿۴﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: وركن الزواج عند الحنفية الايجاب والقبول فقط..... واما الشهود فشرط ايضا الخ. (الفقه الاسلامی وادلتہ ۹: ۶۵۲۱ المبحث الثانی ارکان الزواج)

نابالغ اور نابالغہ کے ایجاب و قبول کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغہ لڑکی اور نابالغ لڑکا جب والد کی اجازت دلالۃ موجود ہو نکاح کر سکتے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عمران اللہ چارسدہ..... ۱۹/ رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: نابالغ اور نابالغہ کا بذات خود ایجاب و قبول کرنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے جبکہ اذن سابق یا اجازت لاحقہ سے مسحوب ہو، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۲: ۱۶۶ ان الصبی المحجور لو تصرف تصرفاً یجوز علیہ لو فعلہ ولیہ فی صغرہ کبیع و شراء و تزوج و تزویج امتہ و کتابۃ قنہ و نحوه فاذا فعلہ الصبی بنفسہ یتوقف علی اجازۃ ولیہ مادام صبیاً ﴿۱﴾ و فی الہدایۃ ۳: ۳۷۱ و اذا اذن ولی الصبی للصبی فی التجارۃ فهو فی البیع و الشراء و کذا کل ما هو دائر بین النفع و الضرر کالتزوج کالعبد الماذون ﴿۲﴾ و بمعناہ فی رد المحتار ﴿۳﴾، و فی الہدایۃ ۳: ۳۷۲ و یصیر (الصبی) ماذوناً بالسکوت کما فی العبد ﴿۴﴾

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۲: ۱۶۶ کتاب الودیعة و مطالبہ)

﴿۲﴾ (ہدایہ ۳: ۳۷۱ کتاب الماذون فصل و اذا اذن ولی الخ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله یدور بین نفع و ضرر) اما النفع المحض فیصح کقبولہ الہبۃ و الصدقۃ و کذا اذا آجر نفسه و مضی علی ذلک العمل و جبت الاجرة استحسنانا و یصح قبول بدل الخلع من العبد المحجور بغير اذن المولیٰ لانه نفع محض و تصح عبارة الصبی فی مال غیرہ و طلاقہ و عتاقہ اذا کان و کیلاً.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۱۰۱ کتاب الحجر)

﴿۴﴾ (ہدایہ ۳: ۳۷۲ قبیل کتاب الغصب)

و بمعناه فی ردالمحتار ۵: ۱۲۵ ﴿۱﴾ و شرح المجلة ۵۴۳ ﴿۲﴾. و هو الموفق

مجنون ایجاب و قبول کا اہل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا دماغی توازن خراب ہے ادھر ادھر پھرتا ہے اور فحش و غیرہ بکثرت کرتا ہے یہاں تک کہتا ہے کہ میں خدا ہوں اور زمین و آسمان میں نے پیدا کئے ہیں اسی حالت میں زید نے چند لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی لڑکی جو کہ نابالغ تھی کا نکاح کر دیا، اب زید صحت مند ہے اور اپنی لڑکی کے نکاح پر نادم ہے کیا ذہنی توازن اور پاگل پن کی وجہ سے اس کا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد طاہر شاہ دارالعلوم قاسمیہ شبہ پشاور

الجواب: اگر عقد نکاح کے وقت اس والد کا دماغی توازن خراب ہونا مسلم یا مبرہن ہو تو یہ نکاح کالعدم اور باطل شمار ہوگا ﴿۳﴾ کما فی التتویر بشرط حرية و تکلیف و اسلام ﴿۴﴾. و هو الموفق ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو اشترى العبد و باع ساکتا عن اذنه و حجره کان ماذونا. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۵: ۱۲۱ کتاب الماذون)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد خالد الآتاسی: فان اذن لهما الولی فہما فی شراء و بیع کعبد ماذون فی کل احکامہ فیصیر ماذونا بالسکوت. (شرح المجلة للآتاسی ۳: ۵۳۰ المادة: ۹۷۲)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: (قوله ولا ولاية لعبد و صغیر و مجنون) لانه لا ولاية لهم علی انفسهم فاؤلی ان لا یثبت علی غیرہم ولان هذه ولاية نظرية ولا نظر فی التفویض الی هؤلاء..... و اراد بالمجنون المطبق و هو شهر و علیہ الفتوی و فی فتح القدیر لا یحتاج الی تقييده به لانه لا یزوج حال جنونه مطبقا او غیر مطبق و یزوج حالة افاقته عن جنون مطبق او غیر مطبق لكن المعنی انه اذا کان مطبقا تسلب ولايته فتزوج ولا ینتظر افاقته و غیر المطبق الولاية ثابتة له فلا تزوج و تنتظر افاقته کالنائم الخ. (البحر الرائق ۳: ۱۲۳ باب الاولیاء و الکفاء)

﴿۴﴾ الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۳۸ باب الولی

شایدین حاضر مجلس نہیں دیوار کے پیچھے سامعین ہیں اس نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرد اور عورت خود بخود نکاح پڑھ لیتے ہیں اور ایجاب و قبول بھی خود کر لیتے ہیں اور دو آدمیوں کو دیوار کے پیچھے بٹھائے ہیں جو کہ حاضر مجلس نہیں البتہ سامعین ضرور ہیں کیا یہ نکاح درست ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا ظفر الحق آزاد ناظم دارالعلوم حقانیہ..... ۱۹۸۶ء/۱۱/۲۷

الجواب: اگر اس گھر میں صرف یہ دو شخص موجود ہوں تو تحمل شہادت کی صحت کی وجہ سے نکاح

درست ہے (ماخوذ از رد المحتار ۲: ۳۷۷) ﴿۱﴾. وهو الموفق

جہیز کا معاملہ طے کرنا ایجاب و قبول نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جوان لڑکی کے والدین نے لڑکی کے روبرو گواہوں کے سامنے جہیز وغیرہ کا معاملہ طے کیا مگر دو مہینے بعد والدین اس لڑکی کو دوسری جگہ دینا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح درست ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: ہمیش گل توڈھیر صوابی..... ۱۹۸۵ء/۳/۱۳

الجواب: اگر اس لڑکی کے اذن و اجازت سے گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول تسلیم

شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت ہو ﴿۲﴾ تو یہ معاملہ نکاح ہے ورنہ نکاح نہیں ہے (قواعد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ولا بد من تمييز المنكوحة عند الشاهدين لتنتفى الجهالة فان كانت حاضرة منتقبة كفى الاشارة اليها والاحتياط كشف وجهها فان لم يروا شخصها وسمعوا كلامها من البيت ان كانت وحدها فيه جاز ولو معها اخرى فلا لعدم زوال الجهالة. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۹۵ مطلب الخصاف كبير في العلم)

﴿۱﴾ قال الفقيه عبيد الله بن تاج الشريعة: النكاح ينقذ..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

فقہ (۱)۔ وہو الموفق

وکیل نکاح کا کہنا کہ ”میں نے قبول کیا“ صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مجلس نکاح میں اپنا وکیل مقرر کیا مولوی صاحب نے وکیل کو کہا کہ فلا نہ بنت فلاں کو آپ نے زید کیلئے قبول کیا؟ وکیل نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے قبول ہے تین باریہ کہا، مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ایسا کہو کہ میں نے اس شخص کیلئے قبول کیا ہے، وکیل نے پھر وہ الفاظ بولیں، کیا پہلے الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: مولوی سید محمد کوثر بلوچستان

الجواب: وکیل کا یہ جواب صحیح ہے (۲) لان الوکیل لم یقل لنفسی بل اراد النکاح

(بقیہ حاشیہ) بایجاب و قبول لفظہما ماض عند الشہود الخ.

(شرح الوقایۃ ۲: ۹۶، کتاب النکاح)

(۱) قال العلامة ابن عابدین: (فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر ولا بتعاط) قال فی البحر وهل یكون القبول بالفعل كالقبول باللفظ كما فی البیع قال فی البزازیة اجاب صاحب البدایة فی امرأة زوجت نفسها بالف من رجل عند الشہود فلم یقل الزوج شیئا لكن اعطاها المہر فی المجلس انه یكون قبولا وانکر صاحب المحیط وقال الامام مالم یقل بلسانه قبلت بخلاف البیع لانه ینعقد بالتعاطی والنکاح لخطره لا ینعقد حتی یتوقف علی الشہود . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۸۷ قبیل مطلب التزوج بارسال کتاب)

(۲) قال العلامة الحصکفی: وینعقد ملتبسا بایجاب من احدهما و قبول من الآخر وضعاً للمضی کزوجت نفسی او بنتی او موکلی منک وبقول الآخر تزوجت، قال ابن عابدین: قوله کزوجت نفسی، اشارة الى عدم الفرق بین ان یكون الموجب اصیلاً او ولیاً او وکیلاً ویقول الآخر تزوجت ای او قبلت لنفسی او لموکلی او ابنی او مؤکلتی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۲۸۵ کتاب النکاح)

للموکل ولو سلم انه اراد النکاح لنفسه فکلامه ایجاب ولم يتحقق القبول فانعدم رکن النکاح فی حقہ نعم وجد الا یجاب للموکل وتحقق القبول له وکالة فی ذلک المجلس فوجد الرکن فی حق الموکل ، والامر واضح ﴿۱﴾ . وهو الموفق

”فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے“ خطبہ ہے نکاح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی ایک لڑکے کو بخشش کے طور پر دی، نکاح نہیں پڑھا گیا بلکہ یہ کہا ”دا فلانکنی لور می فلانی ته وئیلے ده“ یعنی میں نے فلاں بیٹی فلاں کیلئے کہا ہے اب نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: نامعلوم..... ۲۷/ دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح شرعی نہیں ہے لعدم وجود الرکن وهو الا یجاب والقبول ولعدم وجود الشرط وهی الشهادة ﴿۲﴾ . وهو الموفق

ایجاب وقبول کے الفاظ تین بار دہرانا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح خواں حضرات ایجاب وقبول

﴿۱﴾ وفي الهندية: واما اذا قال الوکیل هب ابنتک من فلان فقال الاب وهبت لا ینعقد النکاح مالم یقل الوکیل قبلت فاذا قال قبلت لفلان او قال قبلت مطلقا ففي الوجهین ینعقد العقد للموکل هکذا فی المحيط .

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۹۸ الباب السادس فی الوکالة بالنکاح)

﴿۲﴾ وفي الهندية: واما رکن النکاح فالایجاب والقبول کذا فی الکافی..... واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هکذا فی البدائع .

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

کے الفاظ تین بار دہراتے ہیں کیا کسی کتاب میں اس کا استحباب یا سنت ہونا مذکور ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی اعظم خان جنوبی وزیرستان

الجواب: ان الفاظ کی تکرار (تین بار دہرانا) نہ ضروری ہے اور نہ مستحب ہے، بل موہم
لکون النکاح قبل المرة الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق ﴿۱﴾. وهو الموفق
لڑکی کیلئے صرف کپڑے بھینچنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ناصر سے کہا کہ اپنی لڑکی
مجھے دے دو ناصر نے کہا کہ رشتہ داروں کے ساتھ مشورہ کر کے دے دوں گا، اب زید نے بازار جا کر لڑکی کیلئے
کپڑے وغیرہ خریدے اور ناصر کے گھر بھیج دیئے، ناصر نے کپڑے واپس کئے مگر زید نے کہا کہ اگر مشورہ نہیں
ہوا تو میں کپڑے واپس لے جاؤں گا جب ناصر نے مشورہ کیا تو رشتہ داروں نے انکار کیا اور قطع تعلق کی چیلنج
دے دی، اسلئے ناصر نے اپنی بیٹی کا رشتہ دوسرے شخص سے کر دیا اور شادی بھی ہوئی اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ
یہ رشتہ صحیح نہیں ہے اور اولاد بھی حرامی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں کون سا نکاح صحیح ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا نور رحمن لائڈھی کراچی..... ۲۹/۹/۱۹۷۵

الجواب: صورت مسئلہ میں اس لڑکی کا یہ نکاح درست ہے حرام اور مکروہ نہیں ہے ﴿۲﴾،
﴿۱﴾ وفي المنهاج: وائمة المساجد يؤخرون (الخطبة) عن العقد ويخالفون الحديث
والفقه، وكذا يكررون الايجاب والقبول من عند انفسهم وهذا موهم لكون النكاح قبل المرة
الثالثة ضعيفا ذا وهن كالطلاق وكذا يعبرون عن الماضي المطلق بلفظ الماضي البعيد
والماضي القريب، ويعبرون عن اللفظ الواحد بالمعنيين وهذا احتياط بارد.
(منهاج السنن شرح ترمذی ۲: ۲۶۳ باب ماجاء في الخطبة)
﴿۲﴾ قال العلامة ابن الشحنة: وينعقد بالايجاب والقبول..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لعدم النکاح والرضاء بالخطبة ﴿۱﴾ تمام اولاد حلالی ہیں۔ وهو الموفق

نکاح (نکاح پڑھانے والا) گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور ہندہ کے درمیان ان کے ماں باپ نے روبرو گواہان عقد نکاح کر لیا، بوقت نکاح دونوں بالغ تھے اور رخصتی نہیں ہوئی تھی تقریباً سات سال بعد زید کے چھوٹے بھائی اور ہندہ کہیں چلے گئے اور کسی شہر میں نکاح کر لیا، جس میں یہ چھوٹا بھائی اور ہندہ خود موجود تھے اور ایک گواہ اور ایک نکاح یعنی نکاح پڑھانے والا تھا کیا یہ نکاح درست ہے؟ کیا نکاح گواہ بن سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد حلیم شاہ گجرات مردان ۱۱/۷/۱۹۸۵ء

الجواب: اگر زید اور ہندہ کے درمیان عقد نکاح ہوا ہو اور تسلیم شدہ یا شہادت شرعیہ سے ثابت شدہ ہو تو یہ دوسرا عقد نکاح کالعدم ہے، لقولہ تعالیٰ (والمحصنت من النساء) ﴿۲﴾ اور اگر یہ عقد ثابت نہ ہو تو یہ دوسرا عقد درست ہے کیونکہ نکاح خواں صرف معلم ہوتا ہے عاقد یا وکیل نہیں ہوتا ہے (فیصیر الشاہد) . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بلفظین بعبر بہما عن الماضي ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاہدین حرین عاقلین بالغین مسلمین الخ.

(لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام ۳۱۵ الفصل الثالث عشر فی النکاح)

﴿۱﴾ قال الوہبہ الزحیلی: الخطبۃ مجرد وعد بالزواج ولیست زواجا، فان الزواج لا یتم الا بانعقاد المعروف، فیظل کل من الخاطبین اجنبیا عن الآخر، ونص قانون الاحوال الشخصیۃ السوری: الخطبۃ والوعد بالزواج وقرأۃ الفاتحۃ وقبض المہر وقبول الہدیۃ لا تكون زواجا. (الفقہ الاسلامی وادلته ۹: ۲۴۹۳ مقدمات الزواج)

﴿۲﴾ قال الجلال السیوطی: وحرمت علیکم (المحصنت) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح میں ایک آدمی طرفین کا قائم مقام ہو سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی نابالغہ کا روبرو گواہان کے عمر و کو بکر کیلئے بایں الفاظ ایجاب کیا کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہ بکر کو اختیار نکاح دے دیا، عمرو نے کہا کہ میں نے فاطمہ کو بکر کیلئے مبلغ آٹھ صد روپیہ مہر مقرر کر کے قبول کر لیا ہے، اب کیا حکم ہے؟ کہ یہ نکاح الفاظ مذکورہ سے بکر کے ساتھ منعقد ہوتا ہے؟ اگر عند الشرع یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے تو بغیر جدائی شرعی کے بکر کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حبیب اللہ..... ۱۲/۳/۱۹۷۵

الجواب: واضح رہے کہ زید کا کلام تو کیل ہے ایجاب نہیں ہے، پس اگر عمرو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ فلا نہ فلاں کو نکاح کر دیا تو یہ کلام ایجاب و قبول دونوں کا قائم مقام ہوتا اور نکاح درست ہوتا، اسی طرح یہ کلام کہ فلا نہ فلاں کیلئے قبول کر لیا ہے بھی ایجاب و قبول کا قائم مقام ہوگا، اور یہ نکاح منعقد ہوگا، کما فی الدر المختار: وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدهما له للمضی والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی فانه لیس بايجاب بل هو توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعة بزازية قام مقام الطرفين. (هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۱، ۳۱۲) ﴿۱﴾ پس اسی عورت کا دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ای ذوات الازواج (من النساء) ان تنکحوهن قبل مفارقة ازواجهن حرائر مسلمات کن اولاً.

(التفسیر الجلالین ۱: ۸۲ پارہ: ۵ سورة النساء آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۵، ۲۸۶ کتاب النکاح)

خطبہ اور نکاح میں ”ایجاب“ کا عرفی مطلب اور اس کے بعد عقد ثانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی نابالغ بچی بکر کے نابالغ لڑکے کو ایجاب بایں الفاظ کہ ”میری نابالغ بچی فلاں نام والی بکر کے نابالغ بچے فلاں کا ایجاب بکر کو دیا“، اور بکر نے اپنے بچہ کیلئے روبرو عام اجلاس کے قبول کیا اور یہ کام امام مسجد کی سرپرستی میں ہوا بحیثیت قانون مجوزہ کے رجسٹرڈ نہیں کیا گیا، اور امام مسجد کو عطیہ بھی پیش کیا گیا، دو سال بعد یہ لڑکی اغوا کی گئی اور ایک ماہ سے مفقود الخبر ہے کیا شرعاً ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہو سکتا ہے؟ اگر ان الفاظ سے نکاح درست ہو سکتا ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۲۶/۹/۱۹۷۲

الجواب: اگر آپ کی اصطلاح اور رواج میں ”ایجاب“ سے مراد خطبہ اور رضا مندی ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی نہیں ہے اور اگر ایجاب سے مراد نکاح ہو تو یہ معاملہ نکاح ہے ﴿۱﴾ اور اس لڑکی کے ساتھ عقد ثانی باطل اور کالعدم ہے، وفي الهندية: اما ركنه فلا ييجاب والقبول واما شروطه فمناها العقل والبلوغ..... ومنها الشهادة باختصار (۱: ۲۸۴) ﴿۲﴾. وهو الموفق

صغیرہ کے نکاح کی شہرت اور دعویٰ اور مدعا علیہا کے انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے فوت ہو کر ایک دس ﴿۱﴾ قال القاضی القضاة محمد بن الحسینی: ولو قال بزنی داری فبعض مشائخ بلخ جعلوه استفهاما وبعضهم امرا، قال عمر النسفی ومعنی الامر راجح فی العرف قلت فهذا يدل على ان بالاستفهام لا ینعقد وفي شط قال له هل اعطيتها فقال اعطيت فان كان المجلس للوعد فوعد وان كان لعقد النکاح فنکاح. (فتاویٰ انقرویه ۱: ۳۳ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

سال کی لڑکی اور بیوی چھوڑ دی، لڑکی بالغ ہو کر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکی میرے بیٹے کا منکوحہ ہے کیونکہ لڑکی کے والد نے زندگی میں دو گواہوں کے سامنے میرے بیٹے کو نکاح پر دی ہے، جبکہ گواہ اشرف اور شبیر لڑکی کے والد سے بغض رکھتے تھے اور لڑکی کہتی ہے کہ نہ مجھے اس نکاح کا علم ہے اور نہ مانتی ہوں اور نہ میرے والد نے وصیت کی تھی، لہذا میں یہ جھوٹا دعویٰ تسلیم نہیں کرتی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) لڑکی کا یہ انکار منظور ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر منظور ہے تو کیا سنی سنائی باتوں یا شہرت کے گواہوں سے نکاح ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) ان دو مذکورہ گواہوں کی تکذیب دو گواہ اور کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) کیا لڑکی اس مقدمہ میں اپنی والدہ یا کسی اور کو وکیل بنا سکتی ہے؟

(۵) گواہ نہ ہونے کی صورت میں لڑکی قسم کھا سکتی ہے؟

المستفتی: مولانا عبدالرشید راولپنڈی

الجواب: (۱) لڑکی نکاح کا انکار کرتی ہے اور شرعاً مدعی علیہا ہے، پس مدعی اگر مطابق

شرع شریف اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے تو لڑکی کا انکار قضاء رد ہو جائے گا اور نکاح ثابت ہو جائے گا ورنہ نکاح ثابت نہ ہوگا ﴿۱﴾۔

(۲) نکاح کے اثبات کیلئے دو گواہ ایسے چاہئے کہ وہ مجلس عقد میں حاضر ہوں یا مجلس عقد میں

حاضر تو نہ ہوں مگر اپنے کانوں سے مجلس کا ایجاب و قبول سنا ہو یا حاضرین سے سنا ہو ویسے عام شہرت

اور افواہ کا کچھ اعتبار نہیں، قال الشامی ناقلاً عن جامع الفصولین الشہادة بالسماع من

الخارجین من بین جماعة حاضرین فی بیت عقد النکاح بان المهر کذا یقبل لا ممن

﴿۱﴾ قال الفقیہ ابواللیث السمرقندی: لو ادعی رجل علی امرأة نکاحاً وہی تجحدہ و اقام

الرجل بینه علیہا یقضی له بالنکاح. (فتاویٰ النوازل ۱۸۹ مسائل متفرقة کتاب النکاح)

سمع من غیرہم ﴿۱﴾۔

(۳) کوئی وجہ پیش کریں گے یا جرح موجب تکذیب شہادت بیان کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ ان کی شہادت قاضی رد کر دے یہ بات اسی محل اور موقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے قاضی کے سامنے پیش ہو کر جو شہادت دی جائے گی اس کے رد اور قبول کا اس وقت ہی پتہ چل سکے گا۔

(۴) لڑکی اپنے مقدمہ چلانے کیلئے کسی کو بھی وکیل بنا سکتی ہے۔

(۵) کھا سکتی ہے۔ وہوالموفق

مفرور اور مجرم شخص نکاح میں گواہ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انعام اور روخانی کے درمیان نکاح کیا گیا مجھے لڑکی نے وکیل بنایا تھا، مولوی صاحب نے جب نکاح پڑھایا تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ گواہوں میں ایک شخص حکومت کا مفرور اور مجرم ہے اس لئے میں نے نکاح کو ناجائز قرار دیا کیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی شائستہ خان گاڑونو شہرہ..... ۱۹/۹/۱۹۸۵ء

الجواب: مفرور گواہ بن سکتا ہے ﴿۲﴾ اس کی وجہ سے نکاح کو ناجائز اور کالعدم قرار دینا غلط

اور بے فائدہ ہے۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۴: ۲۱۷ قبیل باب القبول وعدمہ)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ويصح بشهادة الفاسقين والاعميين كذا في فتاوى قاضى خان وكذا بشهادة المحدودين في القذف وان لم يتوبا كذا في البحر الرائق وكذا يصح بشهادة المحدود في الزنا كذا في الخلاصة الخ.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۳۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

بالغہ لڑکی سے اذن طلب کرنا اور توکیل پر گواہ مقرر کرنے کا معروف طریقہ

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کیلئے عاقلہ بالغہ بیٹی سے نکاح کی اجازت مانگنی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو اس کی کیفیت کس طرح ہوگی؟ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بعض علماء حضرات دو گواہ عورت کے پاس بھیجتے ہیں اور گواہوں کے سامنے عورت باہر ایک آدمی کو اپنی نفس کے بارے میں ایجاب و قبول کیلئے وکیل مقرر کرتا ہے پھر دو گواہ باہر آ کر شہادت دیتے ہیں امام الحنفی کے سامنے کیا اس وکیل کا ایجاب و قبول صحیح ہے جبکہ اندران دو گواہوں نے اس موکلہ عورت کے ساتھ بالمشافہ باتیں نہیں کی ہوں؟ یا کوئی دوسرا طریقہ بھی ہے؟ بینوا تو جروا جزا کم اللہ احسن الجزاء فی الدارین وعم فیوضاتکم المستفتی: عبداللہ

الجواب: چونکہ عاقلہ بالغہ پر اجبار جاری نہیں ہوتا ہے لہذا نکاح سے پہلے اذن طلب کرنا یا بعد میں مطلع کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور اس اذن و اجازت پر گواہ قائم کرنا مستحب ہے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ ہو ﴿۲﴾ اور یہی معروف طریقہ صحیح ہے۔ وہو الموفق

شرعی مجبوری کے بغیر لڑکی نکاح میں دے کر رخصتی نہ کرانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نو جوان لڑکی چار پانچ ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استأذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیلہ اور رسولہ او زوجها ولیہا واخبرها رسولہ او فضولی عدل الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۲۴ باب الولی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: واعلم انه لا تشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح بل علی عقد الوکیل وانما ینبغی ان یشهد علی الوکالة اذا خیف جحد الموکل اياها.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۵۲ مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح)

سال سے بھٹلا رکھی ہے اور نکاح کر کے اب دیتا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد نواز کرنا لوی بھکر میا نوالی

الجواب: بغیر شرعی مجبوری کے یہ عمل مکروہ ہے کما یقتضیہ قولہ علیہ السلام فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ، ومن بلغت ابنتہ اثنتی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ (مشکوٰۃ شریف ۲: ۲۷۱ باب الولی) ﴿۱﴾ لیکن یہ درحقیقت ارشاد ہے جس کا تارک فاسق نہیں ہو سکتا ہے۔ وهو الموفق

نکاح شغار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تم اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے دیں اور میں اپنی لڑکی آپ کے بیٹے کو دے دوں گا اور یہ معاملہ بلا ذکر مہر ہو، فقط یہ کہہ دے کہ یہ لڑکی آپ کی لڑکی کے عوض میں دے دوں گا، اس کا کیا حکم ہے؟
(۲) اور اگر صورت بالا میں یہ کہہ دے کہ میری لڑکی کا مہر مثل دو ہزار کالدارے (روپیہ) ہیں اور آپ کی لڑکی کا مہر بھی دو ہزار کالدارے ہیں پھر آپس میں ایک دوسرے کو دو ہزار کالدارے نہ دیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: قاضی محمد بلوچستانی..... ۵/۱۱/۱۹۸۵ء

الجواب: (۱) یہ نکاح شغار ہے اور نکاح شغار منعقد اور شرط باطل اور مہر مثل واجب ہوتا ہے (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ (۲) یہ نکاح، نکاح شغار نہیں ہے لوجود الامہار۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ رواہما البیہقی فی شعب الایمان.

(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۲۷۱ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وقد قالوا ان نکاح الشغار منعقد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح شغار کا حکم اور مہر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پٹھان لوگ جو بدل پر نکاح کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اکثر مہر مقرر نہیں کیا جاتا، اور اختلاف کی صورت میں طلاق دینے کا کیا مسئلہ ہے کہ اگر ایک کو طلاق دی جائے تو کیا دوسری خود بخود طلاق ہو جاتی ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: معلم دارالعلوم حقانیہ..... ۱۸/۱۲/۱۹۸۳

الجواب: نکاح کے بدل میں نکاح صحیح اور درست ہے اور بدل کی جگہ مہر مسمی یا مہر مثل لازم ہوگی ﴿۱﴾ اور اگر ان دونوں میں سے ایک ناشرہ ہو یا ایک کو طلاق دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری عورت بھی طلاق ہو جائے یہ جہالت پر مبنی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته او امه على ان يكون بضع كل واحدة منها صداق الاخرى كذا في الجوهرۃ النيرة. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۰۳ الباب السابع فی المہر) ﴿۱﴾ وفي الهندية: قد قالوا ان نکاح الشغار منعقد والشرط باطل ولكل واحدة من المرأتين مهر مثلها وهو ان يزوج الرجل ابنته على ان يزوجه الزوج اخته او امه على ان يكون بضع كل واحدة منهما صداق الاخرى.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۰۳ قبیل الفصل الثانی فیما یتأكد به المہر والمتعة) ﴿۲﴾ قال الشيخ محمد خالد الآتاسی: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا ضرر ولا ضرار، وهو من جوامع الکلم وفي الفرق بين الضرر والضرار اقوال قيل: الضرر الحاق مفسدة بالغير مطلقا، والضرار الحاق مفسدة بالغير على وجه المقابلة ای كل منهما يقصد اضرار صاحبه من غير جهة الاعتداء بالمثل الخ. (شرح المجله ۱: ۲۴ ماده: ۷ الضرر لا يكون قديما)

”ایک بیٹی تمہاری ایک تمہاری“ نہ نکاح ہے نہ خطبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے مرض الموت میں اپنی دو بیٹیوں کو چچا زاد برادران کو اس طرح کہہ کر دئے ”ایک تمہاری ایک تمہاری“ جسے پشتو میں بخنہ کہتے ہیں اب یہ لڑکیاں والد کے اس کہنے سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد امین چھوٹالا ہور صوابی..... ۱۹۸۴ء/۳/۱

الجواب: بظاہر یہ معاملہ نہ نکاح ہے اور نہ خطبہ ﴿۱﴾ یہ لڑکیاں آزاد اور خود مختار ہیں۔ وہو الموفق

جھوٹ بول کر لڑکی کسی کے نام کرنے سے نکاح نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے زید کی بیٹی زید سے نکاح پر مانگی، زید نے اسے کہا کہ میں نے اسے بکر کے بھائی کو دی ہے، بلکہ ایک دفعہ کہا تھا کہ میں نے بکر کے بھائی کو دی ہے دی ہے دی ہے، پھر ایک دفعہ زید نے ہمیں کہا کہ میں نے بیٹی بکر کے بھائی کو نہیں دی ہے بلکہ دراصل میں آپ سے چھپاتا تھا اسلئے اب اگر آپ مانگتے ہیں تو میں دینے کو تیار ہوں، کیا اس اقرار کے بعد یہ لڑکی ہمارے لڑکے کیلئے جائز ہوگی کہ پہلے بکر کے بھائی کو دی ہو؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبداللہ مسلم دوست شمولی مردان..... ۱۲/ رمضان ۱۴۱۵ھ

الجواب: اس صورت میں زید کے یہ الفاظ ایجاب نہیں ہیں بلکہ جھوٹ ہے آپ کے لڑکے

کیلئے جائز ہوگی ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ان المجلس للنكاح وان للوعد فوعد.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۸۷ قبيل مطلب التزويج بارسال كتاب)

﴿۲﴾ يدل عليه ما قال الشيخ طاهر بن عبد الرشيد: رجل خطب بنتا صغيرة لرجل منه لاجل

ابنه الصغير وقال ابو البنت زوجها من فلان قبل هذا..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

نکاح میں لڑکی کی جانب سے داڑھی منڈوانے کی شرط لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مقامات میں عورت نکاح کرنے کیلئے یہ شرط لگاتی ہے کہ داڑھی منڈوالے، شریعت میں اس شرط کی کیا حیثیت ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: مفقود العنوان ۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: یہ وہ لوگ ہیں جو کہ شہوت کو شریعت پر فوقیت دیتے ہیں اور اعذار بارودہ سے اپنے نفوس پر پردہ ڈالتے ہیں، اعاذنا اللہ منها، نیک خاندانوں اور صالح بیویوں سے نکاح کرنے میں یہ خطرات نہیں ہوتے ہیں ﴿۱﴾ ☆۔ وہو الموفق

نکاح کا ثبوت شہادت شرعی پر ہے نکاح خواں کا انکار نا منظور ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیسوں لوگوں کا حلفیہ بیان ہے کہ مسماة کفری کا نکاح مولوی رحمت نے اسلام نامی شخص سے پڑھا ہے کفری کا والد بھی یہی کہتا ہے
(بقیہ حاشیہ) فلم یصدقہ الخاطب فقال ان لم اکن زوجتها من فلان فقد زوجتها ابنک فلان
وقبل ابوالابن بمحضر من الشهود ان لم یکن زوجها من احد قبل هذا صح النکاح.
(خلاصۃ الفتاویٰ ۲: ۳ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال الملا علی قاری: (قوله فاظفر بذات الدین) ای فز بنکاحها قال القاضی رحمہ اللہ
من عادة الناس ان یرغبوا فی النساء ویختاروها لاحدی اربع خصال عدها (المال،
والحسب، والجمال، والدین) واللائق بذوی المروات وارباب الدیانات ان یکون الدین من
مطمح نظرهم فیما یأتون ویذرون لا سیما فیما یدوم امره ویعظم خطره.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۱۸۸ کتاب النکاح الفصل الاول)
☆..... نکاح میں اس قسم کی شرائط باطل اور ناجائز ہوتی ہیں بلکہ بعض دفعہ (استخفاف) کی صورت میں کفر کا خطرہ
بھی ہوتا ہے، بہر حال یہ شرط باطل اور نکاح درست ہے جبکہ نکاح کے لوازمات پورے کئے گئے ہوں۔ (از مرتب)

لیکن نکاح خواں مولوی رحمت اس نکاح سے منکر ہے، بالآخر کفری کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا ہے اب کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: معززین موچی گڑھی

الجواب: طرفین باقاعدہ کسی مستند عالم کے پاس حاضر ہو کر تصفیہ کرادیں یعنی اسلام نکاح کا دعویٰ کرے گا اور اس پر شہادت قائم کرنے کے بعد یہ لڑکی اسلام کے حوالہ کی جائے گی ﴿۱﴾ اگرچہ نکاح خواں انکاری ہو اس کا انکارنا منظور قرار دیا جائے گا۔ وہو الموفق

نکاح پر نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح خود دو گواہوں کے روبرو بایں الفاظ پڑھا کہ میں نے ایک ہزار روپیہ کے بدلے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں شخص کے ساتھ کر دیا، مروجہ رجسٹریشن نہیں کی گئی، ایک سال تک میاں بیوی رہے سہے، بعد ازاں لڑکی ناراض ہو کر کراچی بھاگ گئی، والد بھی کراچی چلا گیا اور لڑکی کا نکاح جواب بالغ ہو چکی تھی باقاعدہ رجسٹریشن کے ذریعہ دوسرے شخص کے ساتھ کرادی، اب سوال یہ ہے

(۱) پہلا نکاح درست تھا یا نہیں؟ (۲) دوسرا نکاح منعقد ہوا ہے یا نہیں؟.....

﴿۱﴾ قال القاضی القضاة محمد بن الحسینی: لو ادعی النکاح بمحضر من الشهود لابة وان یدکر سماع الشهود کلام المتعاقدين اذ العلماء اختلفوا فی ان سماع الشهود کلامهما هل هو شرط والاصح انه شرط فلا بد من ذکره لتصح الدعوی.

(الفتاویٰ انقروية ۲: ۱۱۴ العاشر فی دعوی النکاح وفساده)

وقال: واذا ادعت المرأة علی رجل نکاحا فجهد فاقامت البينة یقضی لها ولا یفسد

النکاح بجحدہ. (فتاویٰ انقروية ۱: ۳۷ الباب الثانی فی الوكالة فی النکاح والفضولی)

- (۳) اگر پہلا نکاح صحیح ہے اور دوسرا مردود ہے تو دوسرے نکاح کے حق مہر وغیرہ کا کیا ہوگا؟
 (۴) لڑکی کے والد کے متعلق کیا حکم ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے میں نے صحیح کام کیا ہے۔
 (۵) اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اسے معلوم تھا کہ یہ منکوحہ ہے؟ بینواتو جروا
 المستفتی: بخشش الہی کیمل پور انک..... ۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: (۱) اگر گواہوں کے روبرو اسی مجلس میں قبول بھی ہوا ہو تو پہلا نکاح بلا شک و شبہ

درست ہے لوجود الرکن والشرط ﴿۱﴾۔

(۲) اگر پہلا نکاح باقی ہو اور بوساطت طلاق یا باقاعدہ تنسیخ حاکم کے ذریعہ ختم نہ کیا گیا ہو تو دوسرا

نکاح مردود ہے ﴿۲﴾۔

(۳) چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک شبہۃ العقد کی وجہ سے حد ساقط ہے لہذا مال اس پر

واجب ہوگا ﴿۳﴾۔

(۴) بشرط بقا نکاح اول یہ شخص (والد) فاسق ہے بشرطیکہ مستحل نہ ہو ورنہ کافر ہے۔

(۵) اگر مستحل نہ ہو تو فاسق ہے ورنہ کافر ہے بشرطیکہ نکاح اول باقی ہو ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله بن مودود الموصلي: ورکنه الايجاب والقبول ولا ينعقد نکاح

المسلمين الا بحضور رجلين او رجل وامرأتين فالشهود شرط لقوله عليه السلام لانکاح الا

بشهود. (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۰۹ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة. (فتاویٰ

عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۳﴾ قال في الشامية: وفي الخانية لو تزوج محرمة لاحد عليه عند الامام وعليه مهر مثلها

بالغا مابلغ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۸۱ مطلب في النکاح الفاسد)

﴿۴﴾ قال الملا علی قاری: ان استحلال المعصية (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نکاح بر نکاح حرام اور خطبہ پر خطبہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی، ہمشیرہ کا رشتہ قرآن پاک کے عہد سے دیا اور مہر میں پانچ کنال زمین، ہمشیرہ کی اجازت سے لی، اب اس شخص کے چھوٹے بھائی نے اس لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے دیا، اب کونسا نکاح باقی ہے اور کونسا باطل؟ بینواتو جروا المستفتی: قمر علی کوہالہ راولپنڈی..... ۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: اگر پہلے خاٹب کے ساتھ باقاعدہ نکاح کا عقد کیا گیا ہو تو دوسری جگہ نکاح کرانا حرام ہوگا، قال اللہ تعالیٰ (والمحصنت من النساء) ﴿۱﴾ اور اگر نکاح نہ ہوا ہو تو دوسری جگہ نکاح کرانا مکروہ تحریمی ہوگا لحدیث لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه ﴿۲﴾ وفي الخیرۃ علی (بقیہ حاشیہ) صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر، اذا ثبت کونها معصیۃ بدلالة قطعۃ و کذا الاستهانة بها کفر بان یعدھا هینۃ سهلة و یرتکبھا من غیر مبالاة بها و یجر یھا مجری المباحات فی ارتکابھا.

(شرح فقہ الاکبر للقراری ۱۵۲ و منها استحلال المعصیۃ)

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ رواہ البخاری فی کتاب النکاح باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع (حدیث رقم: ۵۱۴۴) و مسلم فی باب تحریم الجمع بین المرأة و عمتھا فی النکاح (حدیث رقم ۱۴۰۸) و فی باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه حتی یأذن او یترک (۱۴۱۳) و ابوداؤد فی باب کراهۃ ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۲۰۸۰) و الترمذی فی باب ماجاء ان لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۱۳۴) و النسائی فی باب النهی ان یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۷۱: ۶) و ابن ماجہ فی باب لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه (۱۸۶۷) و مالک فی باب لا یخطب علی خطبة اخیه (۵۲۳: ۲) و احمد فی مسنده (۴۲: ۲)

ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ قال فی الذخیرة کما نہی النبی ﷺ عن الاستیام علی سوم الغیر نہی عن الخطبة علی خطبة الغیر وان من ارتکب محرما لم یرد فیہ حد مقرر یعزرو کما تحرم الخطبة تحرم اجابتها لانه اعانة علی المعصية فیعزرو المجیب القادر علی المنع ﴿۱﴾. وهو الموفق

ہمارے عرف میں ”دے دی“ الفاظ کنائی اور نکاح و خطبہ دونوں کے محتمل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا نے اپنی پوتی کا نکاح اپنے پوتے سے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کے بیٹے واقف خان کو دے دی، اس مجلس میں ان کے بیٹے بھی موجود تھے جبکہ لڑکی کا والد بھی یہی اقرار کرتا ہے کہ دادا نے یہ الفاظ کہے ہیں، باقی رشتہ دار بھی موجود تھے اور سب نے کہا تھا کہ بہت اچھا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دے دی، اس طریقہ سے عند الشرع نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: گل مست خان مانگی صوابی..... ۱۹۶۹ء/۱/۸

الجواب: اگر دادا کی مراد نکاح ہو کہ یہ لڑکی بغیر طلاق وغیرہ کے اور کسی کو نہیں دی جائے گی اور یہ لڑکی مہر مثل کی مستحقہ ہوگی، اور دادا نے اپنی مراد پر گواہوں کو خبردار کیا تھا یا دیگر قرآن نکاح موجود تھے تو اس صورت میں یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں داخل ہوئی ہے، اور اگر دادا کی مراد اور مقصد یہ تھا کہ اس لڑکی کو میں نے اس لڑکے کے نام کر دیا ہے اور اس کیلئے متعین کیا ہے تاکہ دیگر کوئی رشتہ دار وغیرہ اس کے طمع اور امید میں نہ رہے، تو اس صورت میں یہ نکاح نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ”دے دی“ الفاظ کنایات سے ہے اور نکاح و خطبہ دونوں کا محتمل ہے پس بغیر ان شرائط کے اس لفظ سے انعقاد نکاح نہیں ہو سکتا ہے، فی الدر المختار:

﴿۱﴾ (الفتاویٰ الخیرية علی ہامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۴۱ کتاب النکاح)

وانما یصح بلفظ تزویج ونکاح لانہما صریح وما عداہما کنایۃ وهو کل لفظ وضع لتملیک عین ﴿۱﴾ وقال الشامی فی ردالمحتار ۲: ۳۷۰ هذا حاصل ما فی الفتح وملخصه: انه لا بد فی کنایات النکاح من النیۃ قرینۃ او تصدیق القابل للموجب وفہم الشہود المراد واعلامہم بہ انتہی ﴿۲﴾ ویدل علی کونہ محتملا ما فی الہندیۃ ۱: ۲۸۸ وفی مجموع النوازل عن الشیخ الامام نجم الدین النسفی ان فی قولہ ”دختر خویش مرادہ“ لا بد ان یقول ”بزنی“ ویقول الآخر ”بزنی دادم“ فاما بدون ذلک فلا ینعقد النکاح عند بعض المشائخ وعند بعضہم ینعقد فلا بد من هذه الزیادۃ لتصیر المسئلۃ متفقا علیہا کذا فی المحيط انتہی ﴿۳﴾ نیز ہمارے عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلانہ فلاں کو دی گئی ہے لیکن نکاح نہیں ہوا ہے۔ وهو الموفق

خطبہ و وعدہ میں ایک کا نام لیا اور نکاح میں دوسری کا نام.....؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی دینے کا وعدہ کیا اور دوسری جانب لڑکا بھی نابالغ تھا، اور دونوں کو منظور تھا لیکن جب نکاح رو بروئے گواہان پڑھایا گیا تو لڑکی کے والد نے بڑی نابالغ لڑکی کا نام لیا اور لڑکے کے والد نے بھی اپنے بڑے لڑکے کیلئے منظور کیا کیونکہ وہ بھی نابالغ تھا اس بات کی سمجھ دوسرے دن آگئی اب سوال یہ ہے کہ اس بڑی نابالغ لڑکی کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: میاں اشتیاق احمد تلہ کنگ چکوال..... ۲۲/شعبان ۱۴۰۸ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۹۰ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۹۲ قبیل مطلب هل ینعقد النکاح بالالفاظ المصحفۃ)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۱ الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح ومالا)

الجواب: جس لڑکی کا نام لیا گیا ہے اس کے ساتھ نکاح منعقد ہو چکا ہے (ہندیہ

۱: ۲۸۷) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نکاح میں دلہن کی بجائے دلہن کی والدہ کا نام لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت دلہن کے نام کی

بجائے دلہن کی والدہ کا نام لیا گیا کیا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سعد اللہ جلی صوابی..... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: بہ شرط صدق وثبوت اگر اس عقد سے قبل یا بعد صحیح نام پر عقد نکاح نہیں ہوا ہو تو یہ عقد

کالعدم اور واجب الاعادہ ہے، کما فی شرح التنویر: و کذا لو غلط فی اسم بنتہ (ہامش

ردالمحتار ۲: ۳۷۸) ﴿۲﴾ قلت: والعقد علی ام المخطوبة لم یصح لعدم الاصالۃ ولا

الوکالۃ ولعدم الاجازۃ. فافہم

نکاح میں آدھا نام صحیح لیا اور آدھا غلط نکاح کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے نانا جو وکیل نکاح تھا

بندھوایا لڑکی کا اصلی نام جمال بانو ہے اور نانا صاحب واحد شخص ہے کہ اسے جمال آرا کے نام سے پکارتے

ہیں، اور خود لڑکی اور والدین جمال آرا کے نام سے انکار کرتے ہیں، بوقت نکاح جمال آرا ہی لکھوایا، اب یہ

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: ولو کان لرجل بنتان کبریٰ اسمہا عائشۃ وصغریٰ اسمہا فاطمۃ واراۃ

یزوج الکبریٰ وعقد باسم فاطمۃ ینعقد علی الصغریٰ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۰ قبیل الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح ومالا)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۲۹۸ قبیل فصل فی المحرمات)

نکاح دوبارہ کیا جائے گا یا نہیں؟ اور اگر پہلا نکاح شرعی منعقد نہیں ہوا تو گناہ کس کا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد الاحد میاں مردان ۱۹۷۲ء / ۸/۲۴

الجواب: اگر یہ لڑکی ”جمالہ“ نام سے مشہور ہو اور اختلاف تہمتہ میں ہو تو جزی طور سے فساد نکاح کا فیصلہ کرنا درست نہیں البتہ احتیاطاً تجدید نکاح ضروری ہے، اور اگر یہ لڑکی جمال بانو کے نام سے مشہور ہو اور نانا غلط فہمی میں مبتلا ہو تو نکاح اول کا عدم ہے اور عقد ثانی ضروری ہے (لعدم رفع الجہالۃ) ﴿۱﴾ اور لاعلمی کی وجہ سے فساد سے گناہ نہیں ہے۔ وہو الموفق

لے پالک لڑکی کے نکاح میں والد کے نام لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی زیب النساء کو پیدائش کے دس دن بعد کسی نے لے لی، اور اسے پالا، لڑکی کے اصل والد کا نام اسلام اور والدہ کا نام خدیجہ تھا، پالنے ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: جاریۃ سمیت فی صغرہا باسم کبرت سمیت باسم آخر قال تزوج باسمہا الآخر اذا صارت معروفة باسمہا الآخر والاصح عندی ان یجمع بین الاسمین کذا فی الظہیریۃ رجل لہ بنت واحده اسمہا فاطمۃ قال لرجل زوجت منک ابنتی عائشۃ ولم تقع الاشارة الی شخصہا ذکر فی فتاویٰ الفضلی انہ لا ینعقد النکاح الخ۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۰ قبیل الباب الثانی فیما ینعقد بہ النکاح و نالہ)

وقال العلامة الافندی: وظاہرہ انہا لو جرت التدمات ای مقدمات الخطبۃ علی معینۃ وتمیزت عند الشہود ایضا یصح العقد وہی واقعة الفتوی لان المقصود نفی الجہالۃ وذلك حاصل بتعینہا عند العاقدین والشہود وان لم یصرح باسمہا کما اذا كانت احدهما متزوجة ویؤیدہ ماسیاتی من انہا لو كانت غائبۃ وزوجہا وکیلہا فان عرفہا الشہود علموا انہ ارادہا کفی ذکر اسمہا والا لا بد من ذکر الاب والجد۔

(رد المحتار ۲: ۳۶۷ کتاب النکاح قولہ ولا المنکوحۃ مجہولۃ)

والے کا نام ہاشم ہے، جب لڑکی بیس سال کی ہوگئی تو نکاح کے وقت اصل والد کے بجائے پالنے والے کا نام ہاشم لیا گیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نور محمد گلبرک: ۲ پشاور..... ۲۸/ شعبان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ لڑکی اس مجلس میں موجود نہ تھی تو یہ نکاح درست نہیں ہے ﴿۱﴾ کما فی

فتاویٰ قاضی خان: امرأة و کلت رجلا بان یزوجها فزوجها و غلط فی اسم ابیها لا ینعقد

النکاح اذا كانت غائبة (هامش الہندیة ۱: ۳۲۴) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لو كانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود علموا انه

ارادها کفی ذکر اسمها والا لا بد من ذکر الاب والجد. (ردالمحتار هامش الدر المختار

۲: ۳۶۷ کتاب النکاح ولا المنکوحة مجهولة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیة ۱: ۳۲۴ الفصل الاول فیما يتعلق به انعقاد)

﴿۳﴾ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: سوال: بوقت نکاح عمرو نے بوجہ عار حبیبہ کے والد کا نام بجائے بکر کے زید

بتلایا، حبیبہ مجلس نکاح میں حاضر نہ تھی، گواہوں میں سے اکثر کو علم تھا کہ منکوحہ زید کی بیٹی نہیں بکر کی ہے اور نکاح کو

مطلقاً علم نہ تھا، کیا حکم ہے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب: چونکہ شہود کے نزدیک حبیبہ مجہولہ نہیں ہے اور عمرو کا باوجود علم کے حبیبہ کو بنت زید بتلانا قرینہ مجاز کا

ہے اس لئے نکاح صحیح ہو گیا، جیسا کہ شامی میں ہے: ولا المنکوحة کی شرح میں لکھا ہے: فلو زوج بنته منه

وله بنتان لا یصح الا اذا كانت احدهما متزوجة فینصرف الی الفارعة الخ وفي معناه ما اذا

كانت احدهما محرمة علیه قلت وظاهره انها لو جرت مقدمات الخطبة علی معینة وتمیزت

عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتوی لان المقصود نفی الجهالة وذلك حاصل

بتعینها عند العاقدین والشهود الخ. (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۱۶)

نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: جانی پہچانی عورتوں کے باپ کے نام بدل بھی جائیں تو نکاح ہو جاتا

ہے، سوال: ایک لڑکی کا باپ مر گیا اس کی ماں نے اپنے شوہر کے حقیقی بھائی سے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بیوہ کا ایجاب و قبول اور شرط لگا کر پوری نہ ہونے پر انکار کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسماۃ ہندہ بیوہ اور صاحب اولاد

عورت ہے زید نے ہندہ کے بھائی خالد سے کہا کہ اپنی بہن مجھے دے دو، خالد نے ہندہ سے دریافت کیا (بقیہ حاشیہ) نکاح کر لیا اس لڑکی کا نکاح اس کے چچا یعنی سوتیلی باپ کی اجازت سے ہوا اور بوقت نکاح بجائے نام اصل باپ کے سوتیلے باپ کا نام لیا گیا، پس اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہو یا نہیں؟

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ نکاح صحیح ہو گیا اگرچہ درمختار کی ایک عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی غلطی میں نکاح صحیح نہیں ہوتا، وہ عبارت یہ ہے: غلط و کیلھا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجهالة الخ، اس پر علامہ شامی نے یہ لکھا ہے: قوله لم یصح لان الغائبة یشرط ذکر اسمها واسم ابیہا وجدھا و نة عدم انه اذا عرفھا الشہود یکفی ذکر اسمها فقط خلافا لابن الفضل وعند الخصاف یکفی مطلقا والظاهر انه فی مسئلتنا لا یصح عند الكل لان ذکر الاسم وحده لا یصرفھا عن المراد الی غیرہ بخلاف ذکر الاسم منسوباً الی اب آخر فان فاطمة بنت احمد لا تصدق علی فاطمة بنت محمد تامل و کذا یقال فیما لو غلط فی اسمها الخ. لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو درمختار کے اس قول للجهالة سے معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم جواز نکاح کی غلطی مذکور میں جہالت ہے جو صورت مسئلہ میں مفقود ہے، دوسرے درمختار کا مسئلہ بصورت غلطی کے فرض کیا گیا ہے کہ وکیل نے غلطی سے نام بدل دیا، اور صورت مسئلہ میں غلطی سے ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ بربناء علی المعروف والشہرة ایسا کیا گیا ہے، کیونکہ عرف میں والدہ کے شوہر ثانی کو باپ کہا جاتا ہے، غرض جو رفع جہالت ہے وہ اس صورت میں حاصل ہے کیونکہ مطلب اس نسبت کا یہ ہے کہ فلاں لڑکی جو فلاں شخص کی تربیت میں اور فلاں لڑکا جو فلاں شخص کی تربیت میں ہے ان کا عقد ہوا ہے بلکہ عجب نہیں کہ اصل باپ کی طرف نسبت کرنے میں وہ تعرف نہ ہو جو اس نسبت میں حاصل ہے اور مقصود اصلی رفع جہالت ہی ہے جیسا کہ شامی میں درمختار کے اس قول ولا المنکوحۃ مجهولة کے تحت میں ہے، قلت و ظاہرہ انہا لوجرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشہود ایضا یصح العقد وہی واقعة الفتوی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہندہ نے کہا کہ میں اس شرط پر زید کے ساتھ شادی کروں گی کہ میری چھوٹی بچیوں کو میرے شوہر کے بھائی میرے ساتھ زید کے پاس چھوڑ دے، زید نے کہا کہ یہ اجازت میں اس سے لے چکا ہوں اب خالد اور زید کے درمیان ایجاب و قبول ہوا، زید نے ایک جوڑہ کپڑے ہندہ کو دیئے اور ہندہ نے اس کو پہن لئے، چند ہفتوں کے بعد شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک شوہر کا بھائی آ کر ہندہ سے ان کی بچیوں کو لیکر چلا گیا اور کہا کہ نہ میں اپنے بھائی کی یتیم بچیوں کو زید کے پاس چھوڑوں گا اور نہ میں نے زید کو ایسی اجازت دی ہے، ہندہ نے جب یہ حالت دیکھی تو زید کے کپڑوں کو اتار کر کہنے لگی کہ اب میں زید کے ساتھ شادی نہیں کروں گی کیونکہ شرط پوری نہیں ہوئی، اب زید کہتا ہے کہ ہندہ میرے نکاح میں ہے ایجاب و قبول ہوا ہے حالانکہ خود زید اور خالد کی اپنی عرف و رواج میں اس قسم کے ایجاب و قبول کو نکاح نہیں سمجھا جاتا، اب اگر خدا نخواستہ اسی رسمی ایجاب و قبول کے بعد خاطر مخطوبہ پر بری نیت سے ہاتھ ڈالے تو معاملہ قتل و مقاتلہ تک پہنچتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ہندہ آزاد ہے یا زید کی منکوحہ؟ بینوا تو جروا

المستفتی: احمد میمن دارالتوحید شہداد پور ساکن گھڑ..... ۱۰/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: اگر یہ ایجاب و قبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے رو برو ہوا ہو تو یہ معاملہ نکاح شرعی ہے خطبہ نہیں ہے، فی الدر المختار: وینعقد ملتبسا با یجاب من احدهما وقبول الخ وفيه ايضا وما يصح ولا يبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالية القرض والهبة والصدقة والنكاح الخ. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لان المقصود نفی الجهالة وذلك حاصل بتعيينها عند العاقدین والشهود وان لم یصرح باسمها كما اذا كانت احدهما متزوجة ویؤیده ماسیاتی من انها لو كانت غائبة وزوجها وکیلها فان عرفها الشهود وعلمه انه ارادها كفی ذکر اسمها والا لابد من ذکر الاب والجد ایضا الخ شامی الحاصل صورت مسئلہ میں نکاح منعقد ہو گیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷: ۱۲۳) فتاویٰ فریدیہ اور فتاویٰ دیوبند کے ان فتاویٰ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر فی الواقع نہیں کیونکہ فتاویٰ فریدیہ کا فتویٰ محمول ہے مجہولہ پر اور فتاویٰ دیوبند کا فتویٰ محمول ہے معروفہ و مشہورہ اور جانی پہچانی پر..... (سیف اللہ حقانی)

عورت کے قول ”کہ میں طلاق یافتہ ہوں“ پر اعتماد کر کے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک منکوحہ عورت نے کسی شخص کو کہا کہ میں طلاق یافتہ ہوں اور زوج اول نے مجھے طلاق دی ہے کیا عورت کے زبانی قول پر اس کے ساتھ نکاح درست ہے؟ کیا اس میں مولوی صاحب نکاح خواں اور گواہ یکساں مجرم ہیں؟ ان لوگوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا سید محمد صابر شاہ ضلع بنوں..... ۲۰/۱/۱۹۶۹

الجواب: چونکہ نکاح خواں اور گواہوں نے عورت کے قول پر اعتماد کیا ہے اور دیدہ دانستہ یہ عقد اور گواہ ہونا نہیں کیا ہے لہذا یہ مولوی صاحب اور گواہ مجرم نہیں ہیں، بے شک یہ ناکح مجرم ہے اگر اس سے دیدہ دانستہ عقد کیا ہو، وفي الهدایة (۴: ۳۷۳): وكذا لو قالت لرجل طلقني زوجني وانقضت عدتي فلا بأس ان يتزوجها ﴿۱﴾. اور کسی مسلمان کو نماز اور مسجد سے منع کرنا جائز نہیں ہے، بدلیل قصۃ الثلاثة الذین خلفوا ﴿۲﴾، ان کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (هدایة ۴: ۳۶۹ کتاب الکراہیة فصل فی البیع)

﴿۲﴾ قال کعب بن مالک..... ونہی رسول اللہ ﷺ المسلمین عن کلامنا ایہا الثلاثة من بین من تخلف عنه فاجتنبنا الناس وتغیروا لنا حتی تنکرت فی نفسی الارض فما ہی التی اعرف فلبنّا علی ذلک خمسين ليلة فاما صاحبای فاستکانا وقعدا فی بیوتہما یبکیان واما انا فکنت اشب القوم واجلدہم فکنت اخرج فاشہد الصلوۃ مع المسلمین واطوف فی الاسواق ولا یکلمنی احد واتی رسول اللہ ﷺ فاسلم علیہ وهو فی مجلسہ بعد الصلوۃ فاقول فی نفسی هل حرک شفتیہ برد السلام علی ام لا ثم اصلی قریباً منه فاسارقه النظر فاذا اقبلت علی صلاتی اقبل الی واذا التفت نحوه اعرض عنی الخ.

(صحیح البخاری ۲: ۶۳۵ باب حدیث کعب بن مالک کتاب المغازی)

شادی کرنے کیلئے والد سے مکان لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں والدین بھی زندہ ہیں، تین بھائیوں کی شادیاں ہو گئی ہیں میں سب سے چھوٹا اور غیر شادی شدہ ہوں اب میں کہتا ہوں کہ میری شادی کر کے گھر میں جو حصہ بنتا ہے دے دیں، اور اگر آپ میری شادی نہیں کراتے تو سارا مکان مجھے دے دیں جبکہ والد صاحب گھر کو فروخت کرنا چاہتے ہیں میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد رحیم کلاڈیر سوات

الجواب: آپ کا والدین یا برادران پر شادی کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ آپ کسی چیز کے خرید و فروخت سے والد کو منع کر سکتے ہیں وہ مالک ہے البتہ اگر والد وغیرہ بطور احسان و مروت کچھ کریں تو منع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

ایک جگہ خطبہ منظور کر کے پھر دوسری جگہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسعی زید نے سب سے پہلے اپنی لڑکی کا رشتہ زبانی وعدہ کر کے دیا، اس کے بعد دوسری جگہ پوری شرائط کے ساتھ بحکم شریعت وعدہ کیا اور موجود جرگہ اور لڑکی نے خود اپنے والد کو قرآن مجید کا واسطہ دیا کہ میرا رشتہ یہاں پر ہی دے دیں اور نقدی روپیہ بھی لے کر وعدہ کیا کہ فلاں دن رشتہ دیدیں گے ہم لوگ اس دن کے انتظار میں تھے کہ انہوں نے فوری

﴿۱﴾ يدل عليه ما في الدر المختار قال العلامة الحصكفي: ولا يطالب الاب بمهر ابنه الصغير الفقير اما الغني فيطالب ابوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه اذا زوجه امرأة الا اذا ضمنه على المعقد كما في النفقة فانه لا يؤخذ بها الا اذا ضمن.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳۸۷ قبيل مطلب في منع الزوجة نفسها)

طور پر تیسری جگہ رشتہ دے دیا، اب اس آدمی کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: سید صابر حسین کوہالہ..... ۳/۶/۱۹۷۵

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زید ارتکاب حرام کی وجہ سے لائق تعزیر ہے، کما فی

الخیرۃ علی هامش تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ ۱: ۴۱ و کما تحرم الخطبة تحرم اجابتها

لانه اعانة علی المعصية فيعزر المجيب اليها القادر علی المنع ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا

گیا تھا کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفر آباد

الجواب: اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب و قبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح

نہیں ہے ﴿۲﴾ اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح.....

﴿۱﴾ قال العلامة خير الدين المنيف: سئل في رجل خطب من آخر بنته البالغة العاقلة وسمى

المهر وقبل الاب وركن قلبها الى الخاطب واحضر المهر ومابقى الا العقد فرجع الاب

لطر وخاطب عالم بخطبة الاول فما الحكم الشرعي في ذلك، اجاب المصريح في كتب

الحنفيه وغيرهم حرمة الخطبة على خطبة الغير قال في الذخيرة كما نهى النبي ﷺ عن

الاستياع على سوم الغير نهى عن الخطبة على خطبة الغير وان من ارتكب محرما لم يرد فيه

حد مقدر يعزرو كما تحرم الخطبة الخ.

(الفتاوى الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية ۱: ۴۱ كتاب النكاح)

﴿۲﴾ قال الفقيه ابو الليث السمرقندي: وركن (النكاح) الايجاب والقبول وحكمه الاثر الثابت

بالعقد وانما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة. (فتاوى النوازل ۱۶۰ كتاب النكاح)

..... فسخ کر سکتی ہے ﴿۱﴾ تو خطبہ بطریق اولیٰ کا عدم کر سکتی ہے پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔ وہوالموفق

بالغہ لڑکی کا ایک جگہ طے شدہ منگنی سے انکار اور دوسری جگہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نو جوان لڑکی ہوں بچپن میں والدین نے ایک جگہ رشتہ کا وعدہ کیا تھا، چونکہ اب میں بالغہ ہوں اور عقل سلیم سے سوچا کہ جہاں میرے والدین میرا رشتہ کرنا چاہتے ہیں وہاں میرے لئے زندگی گزارنا مشکل ہے، اس لئے میں اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور اس طے شدہ رشتہ جہاں نکاح نہیں ہوا ہے صرف وعدہ ہوا ہے میں انکاری ہوں اور حالات اتنی دگرگوں ہے کہ اگر میرا رشتہ وہاں کیا گیا تو شاید کہ میں خودکشی پر آمادہ ہو جاؤں جو کہ حرام موت ہے، اب شریعت کی رو سے اس سابقہ رشتہ سے میرا انکار جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ن، ت، ج، بکوٹ ایبٹ آباد..... ۱۹۷۳ء/۳/۵

الجواب: اگر آپ کے والد نے صرف وعدہ کیا ہو اور عقد نکاح نہ کیا ہو تو آپ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں، فی الہندیۃ ۱: ۵۰۳ ولا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا ﴿۲﴾ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء ای للصغیر والصغیرۃ اذا بلغا وقد زوجا ان یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر اب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة.

(البحر الرائق ۳: ۱۲۰ باب الاولیاء والاكفاء)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

بغیر مجبوری کے خطبہ کا عہد ایفاء نہ کرنے سے گناہ لازم آتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی شہباز کے لڑکے کیلئے نامزد کی مٹھائی بھی تقسیم کی گئی عام لوگ بھی خبردار ہوئے کہ فلاں نے اپنی لڑکی فلاں کو دیدی، لیکن نکاح نہیں پڑھا گیا، اب وہ شخص لڑکی دینے سے انکاری ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: زیارت گل کوتوزی شب قدر پشاور..... ۱۸/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے لعدم تحقق الایجاب والقبول فی حضور الشہداء ظاہراً ﴿۱﴾ پس یہ شخص مجبوری کی صورت میں ایفاء نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوتا اور بغیر کسی مجبوری کے گنہگار ہے ﴿۲﴾ ویدل علی عدم کون الخطبة نکاحاً ما قال القاری ایضاً:
﴿۱﴾ قال الامام شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی: النکاح ینعقد بايجاب..... وقبول..... لفظہما ماض..... او امر..... وماض..... وشرط لصحة النکاح سماع کل منہما ای المتعاقدين لفظ الآخر وشرط ایضاً حضور شاهدين حرین عند العقد الخ.
(جامع الرموز ۱: ۴۴۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال الشيخ العلامة زينة المحدثين مولانا نصير الدين الغرغشتوي: الوعد الاخبار بايصال الخير في المستقبل فاذا اخبر انسان بانه يهب احدا او يتصدق عليه او يكرمه او غير ذلك فهل يجب الوفاء به فيه اختلاف قال طائفة قليلة يجب الوفاء بالوعد استدلالاً بظاهر الحديث وذهب الجمهور منهم ابو حنيفة والشافعي الى انه يستحب الوفاء بالوعد استحباباً مؤكداً ويكره خلافه كراهة تنزيهية لا تحريم ويحمل الحديث عندهم على العزم على الاخلاف حال الوعد فانه لا شك في حرمة..... اقول ويؤيده ايضاً حديث زيد بن ارقم عن النبي ﷺ قال اذا وعد الرجل اخاه ومن نيته ان يفى له فلم يف ولم يجئ للميعاد فلا اثم عليه رواه ابو داود والترمذي.

(حاشية الغرغشتوية على المشكوة ۱: ۱۸ باب الكبائر وعلامات النفاق)

وهو ما نصه لكن ان تزوج الثانی تلك المرأة بغير اذن الاول صح النکاح ولكن ياثم.
(مرقاۃ ۲: ۱۱۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

منگنی کے بعد انکار مخالفت وعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمرو نے نابالغ دختر ان کے رشتے ایک دوسرے کے لڑکوں کیلئے دینے کا وعدہ اور اقرار کیا ہے اب زید اپنے وعدہ سے انکاری ہے اور رشتہ نہیں دیتا، اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: سید اعظم کوہالہ مری..... ۱۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: یہ شخص وعدہ کی مخالفت کرتا ہے اور اگر معذور شرعی نہ ہو تو اس میں شعبہ نفاق موجود

ہے ﴿۲﴾ کما فی الحدیث اذا وعد اخلف ﴿۳﴾. وهو الموفق

ضرورت کی وجہ سے منگنی کا وعدہ توڑنے سے گناہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی منگنی عرصہ دو سال

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)
﴿۲﴾ قال العلامة المحدث امین اللہ فی الارض مولانا نصیر الدین الغور غشتوی: ان الوفاء بالوعد ليس بواجب شرعی بل هو من مکارم الاخلاق بعد ان كان بنية الوفاء واما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق كما مر فمعناه الوعد علی نية الخلف وقيل الخلف فی الوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان الوفاء بالوعد مأموراً به فی الشرائع السابقة ايضاً. (حاشية غور غشتوية علی مشکوٰۃ ۲: ۲۱۶ باب الوعد الفصل الاول)
﴿۳﴾ عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: آية المنافق ثلاث، اذا حدث كذب وذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان، رواه البخاری (۳۳) ومسلم (الايمان / ۵۹) وغيرهما. (بلوغ المرام ۱: ۲۸۵ باب الترهيب من مساوي الاخلاق)

سے ایک لڑکے کے ساتھ ہوئی، کئی بار لڑکی کے والدین نے انہیں کہا کہ شادی کرالو لیکن تا حال ٹال مٹول کرتے رہیں، اب اس لڑکے نے ایک رشتہ دار لڑکی کو ورغلا کر کہیں لے گیا ہے، اور وہ لڑکی شادی شدہ بھی ہے علاوہ ازیں یہ لڑکا چند ماہ پہلے آیا تھا اور میری بیوی سے کہا تھا کہ چونکہ میرے والدین اس منگنی پر خوش نہیں ہیں لہذا میری طرف سے یہ لڑکی آزاد ہے لیکن لکھ کر نہیں دیا، اب میری لڑکی بالغ اور تعلیم یافتہ ہے اسلئے اسے گھر پر بٹھانا مناسب معلوم نہیں ہوتا نیز اب یہ لڑکی اس سے شادی کرنے سے بھی انکار کرتی ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکا روپوش ہے اور اس کی والدہ اور بہنیں کہتی ہیں کہ جب وہ آجائے فیصلہ کیا جائے گا، اب ہمارے لئے کیا راستہ ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد زین نوشہرہ

الجواب: واضح رہے کہ منگنی جبکہ گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب و قبول نہ ہوا ہونکاح نہیں ہے ایسی عورت آزاد ہوتی ہے، لان الخطبة ليس بنكاح لعدم وجود الركن والشرط ﴿١﴾ وكما في المرقاة ٥: ٢١١ في حديث لا يخطب الرجل على خطبة اخيه لكن ان تزوج الثاني تلك المرأة بغير اذن الاول صح النكاح ولكن ياثم انتهي ﴿٢﴾، قلت ولا اثم عند تحقيق الضرورة التي جاز عندها تطليق الحاكم اياها. وهو الموفق

خطبہ کرنے والے انکار کریں تو دوسری جگہ نکاح میں دینے کی کراہت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کیلئے

﴿١﴾ وفي الهندية: واما ركن (النكاح) فالايجاب والقبول كذا في الكافي واما شروطه فمنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النكاح هكذا في البدائع.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿٢﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح والخطبة والشرط)

نکاح کے بارے میں صرف گفتگو اور وعدہ کیا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر اس شخص نے انکار کیا کہ ہم دوسری جگہ نکاح کرتے ہیں، کیا اب یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: حفیظ اللہ کمین وزیرستان..... ۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ اس قسم کے معاملہ کو خطبہ کہا جاتا ہے یہ نکاح نہیں ہے نکاح بغیر ایجاب و قبول اور گواہوں کے منعقد نہیں ہو سکتا، فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۳۱ لا تكون الخطبة واقعة موقع النکاح اصلاً ﴿۱﴾ وفي المرقاة ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغیر اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم انتهى ﴿۲﴾ قلت ولا اثم فی هذه الصورة المسئلة لوجود التبرک وقال النبی ﷺ لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یتبرک ﴿۳﴾ پس بہر حال لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ وهو الموفق

خطبہ کی وصیت کی خلاف ورزی اور دوسری جگہ نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مرتے وقت اپنی نابالغہ بچی کے متعلق بچی کے تایا کو وصیت کی کہ میں اپنی لڑکی عمرو کے لڑکے کے ساگ میں دیتا ہوں اس میں تمہارا کوئی دخل نہیں، اب لڑکی کی والدہ لڑکی کو لے کر دوسری جگہ چلی گئی ہے اور وہاں پر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کراتی ہے ابھی لڑکی نابالغہ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: راجہ محمد یوسف سبزی منڈی کیمپور..... ۱۹۷۲ء/۷/۱۵

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۳۱ قبیل فوائد ذکرها المؤلف مفرقة)

﴿۲﴾ (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

﴿۳﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۲۷۱ کتاب النکاح باب اعلان النکاح)

الجواب: چونکہ صورت مذکورہ میں ایجاب و قبول موجود نہیں ہے ﴿۱﴾ لہذا اس لڑکی کو دوسری

جگہ نکاح میں دینا درست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ وصیت پوری کی جائے۔ وہوالموفق

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ

نکاح کراتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ..... ۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: جو شخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو مثلاً

تو یہ شخص اس لڑکی یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہدے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں

کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلاں کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلاں

کو فلاں کے نکاح میں دیدیا خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنا دے یا نہ سنا دے، نکاح

منعقد ہوگا، (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی ۲: ۳۶۴) ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: واما (النکاح) فی الشرع فعبارة عن وجود رکن

العقد مع شروطه امارکنه فهو الایجاب والقبول من الزوجین وهما لفظان یعبر بهما عن

الماضی او یعبر باحدهما عن الماضی والاخر عن المستقبل.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۷۶ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بل غالب) الظاهر ان المراد به الغالب عن المجلس وان

کان حاضرا فی البلد..... وصورته ان یکتب الیها یخطبها فاذا بلغها الکتاب احضرت الشهود

وقراته علیهم وقالت زوجت نفسي منه او تقول ان فلانا کتب الی یخطبني فاشهدوا الی

زوجت نفسي منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ینعقد لان سماع

الشطرنین شرط صحة النکاح وباسماعهم الکتاب..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خط و کتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منکتر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ فروری ۱۹۵۶ء ص ۳۱ کے آخر میں شکل سوال و جواب درج ہے، سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط و کتابت کے ذریعہ نکاح ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے: ہو سکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سناوے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے، یمنعقد بکتابہ..... غائب شرط اعلام الشہود کما فی الکتاب (درمختار ۱۸۰) التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) صحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

المستفتی: شیر محمد قریشی کہوڑہ راولپنڈی..... ۱۲/۴/۱۹۷۲ء

الجواب: مکمل عبارت یہ ہے: ولا بکتابہ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود

بما فی الکتاب مالہ یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح (ہامش ردالمحتار ۲: ۳۶۴) یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط و کتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے بلکہ صرف

(بقیہ حاشیہ) اوالتعبیر عنہا قد سمعوا الشطرن بخلاف ما اذا انتفيا قال فی المصفی هذا ای الخلاف اذا کان الکتاب بلفظ التزوج اما اذا کان بلفظ الامر کقوله زوجی نفسک منی لا یشرط اعلامها الشہود بما فی الکتاب لانها تتولی طرفی العقد بحکم الوکالة ونقله عن الکامل وما نقله من نفی الخلاف فی صورة الامر لا شبهة فیہ علی قول المصنف والمحققین اما علی قول من جعل لفظة الامر ایجابا کقاضی خان علی ما نقلناه عنہ فیجب اعلامها ایامہ ما فی الکتاب. (ردالمحتار ہامش الدرالمختار ۲: ۲۸۸ مطلب التزوج بارسال کتاب)

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ۲: ۲۸۸ کتاب النکاح)

غائب شخص کا نکاح بذریعہ خط و کتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا مثلاً میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو، تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے مثلاً فلا نہ کو نکاح میں قبول کیا۔ وهو الموفق

مفقود الخبر منکیتہ کی مخطوبہ کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی لڑکی کی عمرو کے لڑکے کے ساتھ منگنی ہو گئی تھی، منگنی کی کئی رات رواج کے مطابق لوگ جمع ہو گئے تھے کھانا وغیرہ تقسیم ہوا تھا، لیکن خطبہ نکاح نہیں پڑھا گیا تھا اب عمرو کا لڑکا بارہ سال سے لاپتہ ہے کافی کوششوں کے بعد بھی پتہ نہیں چل سکا اب زید کی بیٹی بالغہ ہو چکی ہے کیا وہ دوسرے شخص کے نکاح میں دی جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مسافر شاہ کتوزئی چارسدہ..... ۱۹۷۷ء/۸/۲۴

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ ”منگنی“ نکاح نہیں ہے لعدم الرکن والشرط ﴿۱﴾ ویدل علیہ مافی المرقاة ۶: ۲۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغير اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم ﴿۲﴾۔ پس صورت مسئلہ میں اس لڑکی کا دوسری جگہ عقد نکاح کرنا جائز اور نافذ ہے، اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں جب منکوحہ کیلئے تنسیخ نکاح کرنا جائز ہے تو خطبہ کیلئے (دوسری جگہ) نکاح کا اقدام بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول..... ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حريين عاقلين..... ان الشهادة شرط فی باب النکاح لقوله عليه السلام لانکاح الا بشهود. (هدایہ ۲: ۵، ۳۰۶، کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الاول)

صلح میں رشتہ دینے کی ایجاب و قبول اور خطبہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور سلمان قریبی رشتہ دار ہیں ان میں کچھ تنازعہ چلا آ رہا تھا اور ناراضگی نے شدت اختیار کی زید نے سلمان کے خاندان والوں سے کہا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی، چنانچہ زید ایک جرگہ حیات نور کی سربراہی میں لے گیا، زید نے اپنی لڑکی مسماہ گل مکئی جو کہ نابالغہ تھی اس کا وکیل و مختار حیات نور مقرر کیا، حیات نور نے کہا کہ اگر مجھے مختار بناتے ہو تو میں یہ رشتہ سلمان کے بھائی لقمان کیلئے لوں گا کیونکہ وہ آپ سے زیادہ ناراض ہے، زید نے کہا کہ میری طرف سے تجھے مکمل اختیار ہے چنانچہ زید نے تین دفعہ اختیار دے دیا یعنی یہ ایجاب و قبول تین دفعہ ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس تین دفعہ ایجاب و قبول سے اس لڑکی کا نکاح لقمان کے ساتھ ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی دوسری جگہ یہ رشتہ دیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالحی ثل ہزارہ..... ۱۲/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ تین دفعہ ایجاب و قبول تو کیل کیلئے ہوا ہے اس سے حیات نور کا وکیل ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جس ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے اس کا کوئی تذکرہ مسطور نہیں ہے لہذا یہ معاملہ خطبہ ہے نکاح نہیں ہے پس دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح باوجود کراہیت کے نافذ ہوگا، کما فی المرقاة ۲: ۱۱۱ لکن ان تزوج الثانی تلک المرأة بغير اذن الاول صح النکاح ولکن یأثم ﴿۱﴾. وهو الموفق

کیا رسم سورہ میں لڑکی دے کر نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء اور مشران قوم دشمنوں

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۲: ۱۱۱ باب اعلان النکاح الفصل الثانی)

کے درمیان صلح کرتے ہیں مثلاً کہیں قتل ہوا ہو خواہ عدا ہو یا خطاء، تو صلح میں قاتل کی بیٹی یا بہن خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ وہ مقتول کے گھر والوں میں سے ایک کو نکاح پردی جاتی ہے تاکہ رشتہ اری قائم ہو کر دلی صلح ہو جائے، اسے رسم سورہ کہاتا ہے اس رسم میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عدم پتہ..... ۳۰/ صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: لا ضیر فی هذا النوع من النکاح لان سد باب الفتنة مصلحة عظيمة ﴿۱﴾ و ليس هذا نکاح الشغار لوجود الامہار فیہ دون نکاح الشغار و لان نکاح الشغار منہی مادام کان شغار او الامر ان نکاح الشغار یلزم فیہ مہر المثل فینقلب الی النکاح الشرعی ﴿۲﴾. و هو الموفق

﴿۱﴾ رسم سورہ کی صورت میں دو باتیں عموماً پیش آتی ہے ایک وہ جو سوال میں ذکر ہے کہ پھر دلی محبت اور رشتہ داری قائم ہو کر دشمنی ختم ہو جاتی ہے اور اقارب و رشتہ داروں کی طرح رہتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہ بعض علاقوں میں سورہ کی آڑ میں انتقام اس مظلوم لڑکی سے لیا جاتا ہے اور اس سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا ہے پس جن علاقوں میں رسم سورہ سے مصلحت اور صلح و صفا فی حاصل ہو تو پھر یہ لایا س بہ ہے اور دوسری صورت میں کہ لڑکی کو دشمنی کے بھیٹ چڑھایا جائے اور لڑکی کو آگ میں دھکیل کر خود کو آرام سے بیٹھ جائے تو پھر یہ رسم سورہ ظلم کی ایک قسم ہوگی اور جائز نہ ہوگی اور نکاح کا جو معاملہ ہے پس اگر نکاح کے شرعی تقاضے پورے ہو جاتے ہیں تو دونوں صورتوں میں نکاح بہر حال جائز رہے گا، البتہ عاقلہ بالغہ پر جبر نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے۔..... (از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: و وجب مہر المثل فی الشغار ان یزوجہ بنتہ علی ان یزوجہ الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین و هو منہی عنہ لخلوہ عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغاراً.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۶۱ مطلب نکاح الشغار)

رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک خاص برادری شادی کے موقع پر اپنی بچیوں کا نکاح رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر پڑھاتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالرحمن خطیب کوٹ نجیب اللہ ہزارہ..... ۱۳/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: رخصتی کے بعد شوہر کے گھر پر نکاح پڑھنا خلاف سنت، خلاف تعامل سلف اور خلاف تعامل امت ہے، البتہ ممنوع یا حرام نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہئے بندہ کو اب یہ فکر لاحق ہوئی ہے کہ ابھی تک میں نے یہ کام نہیں کیا ہے لہذا مسئلہ کی وضاحت چاہئے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: امان اللہ

الجواب: تجدید نکاح کوئی ضروری امر نہیں ہے البتہ مستحب ہے، کما فی رد المحتار ۳۹: ۱ والاحتیاط ان یجدد الجاہل ایمانہ کل یوم ویجدد نکاح امرء تہ عند شاہدین فی کل شہر مرة او مرتین ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ یدل علیہ ما فی الدر المختار: ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۲۵ باب الولی)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۳۲ قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین)

ہر مہینہ تجدید نکاح اور عام آدمی سے تجدید کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عام شخص تجدید نکاح کیلئے شوہر بیوی سے ایجاب و قبول کراتا ہے کیا یہ درست ہے؟ نیز شریعت میں کتنے دنوں کے بعد تجدید نکاح کی گنجائش ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: صالح مسعود اسلام آباد سیکٹریٹ..... ۱۹/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: یہ تجدید درست اور موافق شریعت ہے اور تجدید نکاح ہر ماہ یا نصف ماہ میں جائز ہے، کما فی رد المحتار ۱: ۳۹ ویجدد نکاح امرء تہ عند شاہدین فی کل شهر مرة او مرتین اذا لخطاً وان لم یصدر من الرجل فہو من النساء کثیر ﴿۱﴾. وهو الموفق

معشوقہ سے شادی نہ ہونے کی صورت میں آخرت میں ملنے کی دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص چچا زاد بہن سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کا معشوقہ ہے لیکن باوجود کوششوں کے نکاح نہ ہو سکا اب اگر زید یہ دعا کرے کہ آخرت میں مجھے یہ چچا زاد بہن مل جائے تو اس دعا کے مانگنے پر وہ گنہگار ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرحمن نوشہرہ..... ۲۹/۱۲/۱۹۸۵

الجواب: یہ سوال نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، مسلمان کیلئے قطعاً یہ مناسب نہیں ہے کہ حالت نزع، عذاب قبر، عذاب حشر اور عذاب جہنم سے غافل ہو کر خواہش نفس کا متمنی ہو جائے ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱، ۳۲ قبل مطلب فی فرض الکفاۃ وفرض العین)

﴿۲﴾ قال للہ تبارک وتعالیٰ: من کان یرید حرث الآخرة نزلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نزلہ فی الآخرة من نصیب.

(سورة الشوری آیت: ۲۰ پارہ: ۲۵)

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کے نکاح مہر اور گواہوں کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح کس مقام میں کس نے کیا، اور گواہ کون بنے تھے اور مہر کیا مقرر ہوا تھا؟ بینوا تو جروا المستفتی: فریق اللہ صالح

الجواب: (۱) اس کے متعلق وحی (قرآن و حدیث) میں تفصیل نہیں ملتی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے اذن استمتاع ملا تھا جیسا کہ ہمیں روبرو گواہان ایجاب و قبول کرنے سے اذن ملتا ہے۔

(۲) مہر کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام پر درود شریف بھیجنا حق مہر قرار دیا

گیا تھا کما فی الصاوی ﴿۱﴾ وغیرہ ﴿۲﴾ فلیراجع. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الفقیر احمد الصاوی المالکی: وقد خلقت بعد دخول الجنة نام فلما استيقظ وجدها فاراد ان یمدیده اليها فقالت له الملائكة مه يا آدم حتى تؤدی مهرها، فقال وما مهرها فقالوا ثلاث صلوات او عشرون صلاة على سيدنا محمد ﷺ ولا يقال ان شرط الصداق عود منفعتہ للزوجة لاننا نقول ليس المقصود منه حقيقة المهر وانما هو ليظهر قدر محمد لآدم من اول قدم اذ لولاه ما تمتع بزوجة فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم.

(حاشية الصاوی على تفسير الجلالين ۱: ۶۲ تحت الآيت اسكن انت وزوجك الجنة)

﴿۲﴾ قال الشيخ محمد ابن احمد بن اياس الحنفی: فلما نزل آدم عن المنبر جلس بين الملائكة فلقى الله عليه النوم لان فيه راحة للبدن فلما نام رأى حواء فى منامه قبل ان تخلق فمال اليها حين نظرها ثم اخرجها من ضلعه الايسر فخلقت منه حواء على هيئته وان الله خلقها واعطاها حسن الف حورية فكانت احسن النساء اللآتى من بناتها الى يوم القيامة وكان لها سبع مائة صغيرة من الشعر فكانت على طول..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

(بقيه حاشيه) آدم والبسها الله من الجنة الحللى والحلل فكانت تشرق اشراقا ابهى من الشمس فانتبه آدم من منامه فوجدها بجانبه فاعجبته والقى الشهوة فى آدم فهم بها فقليل له لاتفعل حتى تؤدى صداقها فقال وما صداقها قال نهيتك عن شجرة الحنطة فلا تأكل منها فهو صداقها وقيل ان الله قال اعطها صداقا، قال وما صداقها قال الصلواة على نبي وحبىبي محمد، فقال آدم يارب وما يكون محمد، قال انه من اولادك وهو آخر الانبياء ولولاه ما خلقت خلقا..... ثم زوج الله تعالى آدم بحواء وكان ذلك يوم الجمعة بعد الزوال ولهذا سن عقد التزوج فى يوم الجمعة الخ.
(بدائع الزهور فى وقائع الدهور ٣٥، ٣٦ ذكر قصة آدم عليه السلام)





..... قال الله تعالى :

حرمت عليكم امهتكم وبناتكم
واخوتكم وعمتكم وخالتيكم وبنات الاخ
وبنت الاخت وامهتكم التي ارضعنكم واخواتكم
من الرضاعة وامهت نسائكم وربائبكم التي في حجوركم
من نسائكم التي دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن
فلا جناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من اصلا بكم
وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف،
ان الله كان غفورا رحيما.

..... (النساء: ٢٣)



شادی دیو بنیاد کھنڈان المعروف فاضل شادی افویہ بی بی علیہ السلام

باب ما یجوز
تزویر جمها و مالای جوز

باب مایجوز تزویجها و مالا یجوز (المحرّمات)

قانونی پابندی کے باوجود ہر شخص کو شرعاً چار بیویوں کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تقریباً آٹھ سال پہلے شادی کی ہے اولاد بھی موجود ہے اب اس شخص نے دوسری شادی کی، اگرچہ شریعت کی رو سے جائز اور درست ہے لیکن حکومتی قانون کی رو سے ناجائز ہے اور اس شخص نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حکومت سے بھی اجازت نہیں لی ہے اور نہ اپنی بیوی سے اجازت لی ہے کیا یہ دوسرا نکاح جائز ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مفقود العنوان

الجواب: ہر شخص کیلئے شریعت میں چار بیویوں کی اجازت ہے ﴿۱﴾ خواہ پہلی بیوی اجازت دے یا نہ دے، خواہ حکومت اجازت دے یا نہ دے، بشرطیکہ حق تلفی نہ کرے، قال للہ تعالیٰ: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة (الآیۃ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
﴿۱﴾ وفي الهندية: لا يحل للرجل ان يجمع بين اربع نسوة كذا في محيط
السرخسی. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ المحرمات بالجمع)
وقال العلامة الحصکفی: وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر.
(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۱۳ قہیل مطلب لو زوج المولیٰ امته)
﴿۲﴾ قال جلال الدین السيوطی: (فانکحوا) تزوجوا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پہلا نکاح شرعی رجسٹر میں درج نہ ہونے کے باوجود دوسری جگہ نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عائلی قوانین سے پہلے شادی کی تھی لیکن نکاح رجسٹر میں نکاح نہیں تھا، اب دوسرے آدمی نے اس عورت کو اغوا کر کے خود اس سے نکاح پڑھایا اور نکاح رجسٹر کے رجسٹر میں درج کروایا، پہلے شوہر نے مردوزن دونوں کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا، عدالت نے شہادتوں کے باوجود ساتھ اس کے کہ مولوی صاحب نے بھی شہادت دی کہ یہ نکاح میں نے پہلے پڑھوایا ہے لیکن عدالت نے عورت کے بیان اور رجسٹرڈ کو ترجیح دے کر مقدمے کا فیصلہ دوسرے شوہر کے حق میں دے دیا، کیا شرعیہ دوسرا نکاح درست ہے؟ اگر درست نہیں تو کیا یہ دوسرا شوہر واجب القتل ہے؟ یہ عورت اور اس نکاح میں معاونین وغیرہ واجب القتل ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد شفیع کیولری لاہور..... ۱۶/۴/۱۹۶۹ء

الجواب: شرعی لحاظ سے منکوحہ کا دوسرا نکاح حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: **والمحصنت من النساء (الآیة) ﴿۱﴾** اور یہ تمام کے تمام واجب التعزیر ہیں عوام کیلئے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات ختم کریں اور حاکم کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مناسب سزا دے دیں، وفی **الہندیہ (۲: ۱۸۷)** وينقسم الى ما هو حق الله وحق العبد والاول يجب على الامام **(بقیہ حاشیہ) (ما) بمعنى من (طاب لكم من النساء مثنی وثلاث ورباع) ای اثنين اثنين وثلاثا ثلاثا واربعاً اربعاً ولا تزيدوا على ذلك (فان خفتم ان لاتعدلوا) فيهن بالنفقة والقسم (لواحدة) انكحوها (او) اقتصروا على (ماملکت ایمانکم) من الاماء اذ ليس لهن من الحقوق ما للزوجات (ذلك) ای نکاح الاربع فقط او الواحدة او التسری (ادنی الا تعولوا) تجوروا. (التفسير الجلالين ۱: ۷۷ سورة النساء آیت ۳ پارہ: ۴)**

﴿۱﴾ (سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

ولا یحل له ترکہ..... قالوا لكل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصية واما بعد
المباشرة فلیس ذلک لغير الحاکم ﴿۱﴾ وقال رسول الله ﷺ من رءى منکم منکرا
فلیغیرہ بیدہ (الحديث) ﴿۲﴾ وهو الموفق

حمل کا حمل کے ساتھ نکاح نکاح شرعی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ افراد اکٹھے بیٹھے تھے پانچ افراد
نے زید کو چائے پلانے کا کہا زید نے کہا کہ چائے تو کسی معاملہ طے ہونے کے بعد پلائی جاتی ہے باتوں
باتوں میں زید نے کہا کہ طالب کی شادی ہوئی ہے شاید بیوی حاملہ ہوگی، طالب نے کہا کہ ہاں حاملہ ہے
زید نے کہا کہ میری بیوی بھی حاملہ ہے تو سودا یہ ہوگا کہ اگر ایک کی لڑکی اور دوسرے کا لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکی
لڑکے کی منکوحہ ہوگی، طالب نے بھی منظوری دے دی اور ہاں کر دیا، اس کے بعد زید نے اہل مجلس کو چائے
پلا دی اور دعا کے ساتھ مجلس ختم ہوئی، اب اللہ تعالیٰ کا کرنا تھا کہ زید کو لڑکا اور طالب کو لڑکی دی، زید نے کچھ
مدت کے بعد کسی عالم سے پوچھا، آپ نے کہا کہ نکاح ہوا ہے لیکن طالب نے ہنسی میں ٹال دیا، اس نکاح کا
کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: قاسم نائب قاصد ماتونگی لکی مروت..... ۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ نخل نکاح عورت ہے ﴿۳﴾ کما فی رد المحتار ۲: ۳۵۶ ﴿۴﴾ اور

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)

﴿۲﴾ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۴۳۶ باب الامر بالمعروف)

﴿۳﴾ وفی الہندیۃ: (ومن شروطها) المحل القابل وہی المرأة التي احلها الشرع بالنکاح

کذا فی النہایۃ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ قال العلامة الشامی: (قوله من امرأة) والمراد بها..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اضافت الی المستقبل نامنظور ہے اور کالعدم ہے کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۴: ۲۳۴ ﴿۱﴾، پس یہ مذکورہ وعدہ شرعی نکاح نہیں ہو سکتا، وقد کان من امر الجاهلیة ومضی. وهو الموفق

کسی عورت کا جن مرد سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ میں نے جن سے نکاح کیا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: سید رازق کوہالہ مری

الجواب: فقہاء نے انس کیلئے جن سے نکاح ناجائز کہا ہے اس سے زنا کا دروازہ کھل جائے گا، والتفصیل فی ردالمحتار فلیراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

مخطوبة الاب سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی عورت کو نکاح کا (بقیہ حاشیہ) المحققة انوثتها بقرینة الاحتراز عن الخنثی..... والاولی ان یقال ان محلته انشی محققة من بنات آدم لیست من المحرمات الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا اضافته الی المستقبل کتزویجتک غدا او بعد غد لم یصح. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۲۰ قہیل باب الولی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاشباه عن السراجیة لا تجوز المناکحة بین بنی آدم والجن والسان الماء لاختلاف الجنس ومفاد المفاعلة انه لا یجوز للجنی ان یتزوج السیة ایضا..... الاصح انه لا یصح نکاح آدمی جنیة کعکسہ لاختلاف الجنس فکانوا کبقیة الحيوانات. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۸۲ کتاب النکاح)

پیغام دیا لیکن نکاح نہیں ہوا، اب اس شخص کے فوت ہو جانے سے اس شخص کا بیٹا اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عدم پتہ..... ۱۹۸۵ء/۵/۲۵

الجواب: اگر باقاعدہ ایجاب وقبول نہیں ہوا ہو، تو اعراض یا وفات کے بعد بیٹا اس سے نکاح کر سکتا ہے، لان العقد یتتم حقيقة بالايجاب والقبول لا الخطبة ﴿۱﴾ ویدل علیہ ما فی الہندیۃ ۱: ۲۸۵ وثبت حرمة المصاهرة بالنکاح الصحیح دون الفاسد فلو تزوجها نکاحا فاسدا لا تحرم علیہ امها بمجرد العقد بل بالوط ﴿۲﴾. وهو الموفق

مقتول کی بیوی سے قاتل کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک شخص کو اسلئے

قتل کرتا ہے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کر لے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد خورشید گنڈھیری نوشہرہ

الجواب: قتل بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے لیکن اس سے نکاح کا حرمان نہیں آتا، البتہ میراث کا

حرمان آتا ہے ﴿۳﴾ اس قسم کا وقوع ہائیل اور قانیل کے متعلق منقول ہے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وينعقد النکاح ای ذلک العقد الخاص ینعقد بالايجاب

والقبول حتی یتتم حقيقة فی الوجود. (البحر الرائق ۳: ۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۴ القسم الثانی المحرمات بالصهریۃ)

﴿۳﴾ وفی الہندیۃ: القاتل بغير حق لا يرث من المقتول شیئا عندنا سواء قتله عمدا او خطأ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۲۵۴ الباب الخامس فی الموانع)

﴿۴﴾ قال العلامة عماد الدین ابن کثیر: کان لا یولد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شاگرد کیلئے پیر اور استاذ کی بیوی یا بہن جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیر یا استاد کی بیوی یا بہن شاگرد یا

مرید کیلئے نکاح میں لانا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ولی اللہ..... ۱۰/۲/۱۹۷۳

الجواب: اجماعاً جائز اور حلال ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

وکیل کا موکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کا اپنی موکلہ کی بیٹی سے

نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموماً اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہے از روئے شریعت کیا

حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: شفیع اللہ مغلیہ لاہور..... ۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

(بقیہ حاشیہ) لآدم مولود الاولد معه جاریۃ فکان یزوج غلام هذا البطن جاریۃ هذا البطن الآخر
ویزوج جاریۃ هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، حتی ولد له ابنان یقال لهما: ہابیل وقابیل
وکان قابیل صاحب زرع وکان ہابیل صاحب زرع وکان قابیل اکبرهما وکان له اخت
احسن من اخت ہابیل، وان ہابیل طلب ان ینکح اخت قابیل فابی علیہ، وقال ہی اختی ولدت
معی وہی احسن من اختک وانا احق ان اتزوج بها فامرہ ابوہ ان یزوجها ہابیل فابی وانہما
قربا قربانا الی اللہ عزوجل ایہما احق بالجاریۃ..... فلما انطلق آدم قربا قربانا، وکان قابیل یفخر
علیہ، فقال: انا احق بها منک ہی اختی وانا اکبر منک وانا وصی والدی..... فاکلت قربان
ہابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال: لاقتلنک حتی لا تنکح اختی فقال ہابیل انما یتقبل
اللہ من المتقین۔ رواہ ابن جریر۔ (تفسیر ابن کثیر ۵۹: ۲ سورة المائدة آیت: ۲۷)

﴿۱﴾ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم۔ (سورة النساء آیت: ۲۲ پارہ: ۵)

الجواب: وکیل کا اپنی موکلہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے کما فی کتب الفقہ ﴿۱﴾. وهو الموفق

دینی بھائی سے نکاح اور مہر میں شریک ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی بھائی (منہ بولا بھائی) سے نکاح جائز ہے یا نہیں اور یہ بھائی مہر میں حصہ دار ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد عارف ثوب ملیشا بلوچستان..... ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: وکیل نکاح خواہ اسے نکاح کا باپ کہا جائے یا بھائی اسی طرح دینی بھائی مہر کا نہ کلا اور نہ بعضاً مستحق ہوتا ہے اور نہ اس کے ساتھ نکاح حرام ہے اور نہ اس کے سامنے بے پردہ ہونا جائز ہے ونظیرہ کالمتبنی ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام اکمل الدین الباہر تی: (بیان المحرمات) لما کانت من بنات آدم من اخرجها اللہ عن محلیۃ النکاح بالنسبۃ الی بعض بنی آدم احتاج الی ذکرها فی فصل علی حدة واسباب حرمتھن تتنوع الی تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقديم الحرية علی الامة وقيام حق الغير من نکاح او عدة والشرك وملك اليمين والطلاق الثلاث وكل ذلك مذکور فی الكتاب.

(شرح العناية علی هامش فتح القدیر ۳: ۱۱۷ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۲﴾ قال اللہ تعالیٰ: وما جعل ازواجکم النی تطہرون منہن امہتکم وما جعل ادعیالکم ابناکم، ذلکم قولکم بالفواہکم واللہ یقول الحق وهو یہدی السبیل، ادعوہم لا بانہم ہو القسط عند اللہ فان لم تعلموا ابانہم فاخوانکم فی الدین وموالیکم.

(سورة الاحزاب پارہ: ۲۱ آیت: ۵، ۴)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دار کو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنادیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نعیم الرحمن ارباب روڈ پشاور..... ۲/ شعبان ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شخص اگر اس عورت کے محارم سے نہ ہو تو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ مضرات اور مفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دینی بھائی بہن بننا کبد شیطانی ہے اور دونوں میں نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عورت کو دینی بہن کہا ہے کیا میں اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہوں؟ بینواتو جروا

المستفتی: شبیر حسین کوہاٹ

الجواب: یہ عورت نہ آپ کی بہن ہے اور نہ اس سے بہن جیسا برتاؤ جائز ہے، یہ ایک کبد شیطانی ہے جو کہ ناجائز تعلقات پر پردہ ڈالنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، بہر حال ایسی عورت کا اس دینی بھائی سے نکاح باقاعدہ جائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال عبد الله النسفي: (ذلكم قولكم بافواحكم) اي ان قولكم للزوجة هي ام وللدعي هو ابن قول تقولونه بالسنتكم لا حقيقة له اذ الابن يكون بالولادة وكذا الام (والله يقول الحق) اي ما حق ظاهره وباطنه.

(التفسير النسفي ۲: ۳۳۴ سورة الاحزاب پارہ: ۲۱ آیت: ۵)

انشورنس کے کاروبار کرنے والے کی لڑکی سے رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک معتبر دیندار آدمی کے سامنے یہ الفاظ کہے کہ مولانا صاحب میں نے ایک سال تک سوچ بچار کے بعد انشورنس کا کاروبار شروع کیا ہے اور میں اسے عبادت سمجھ کر کرتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال سمجھے اور صرف سمجھتا ہی نہیں بلکہ عملاً اس کا کاروبار کرتا ہے ایسے آدمی کی بیٹی سے رشتہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: بشیر احمد جامعہ شرقیہ سرگودھا..... ۱۲/۷/۱۹۷۴

الجواب: چونکہ بظاہر بیٹی کا یہ عقیدہ رکھنا معلوم نہیں ہے لہذا اس رشتہ میں کوئی حرج نہ

ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مغویہ کا نکاح نہ مسلم ہونہ مبرہن تو دوسری جگہ نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک لڑکی اغوا کی جس کی رپورٹ تھانہ اسلام آباد میں درج ہے بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے مغویہ کو دو ماہ بعد برآمد کیا، لڑکی کا اقرار یہ ہے کہ اس شخص نے نکاح نہیں کیا تھا ملزم کے رشتہ دار بھی یہی اقرار کرتے ہیں جبکہ ملزم خود روپوش ہے کیا ہم اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد اصبر کوہستانی اسلام آباد..... ۹/۸/۱۹۷۸

الجواب: اگر اس اغوا کنندہ سے باقاعدہ نکاح کرنا ﴿۲﴾ نہ مسلم ہو اور نہ مبرہن ہو تو یہ مغویہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفي شرح الوهبانية للشرنبلالی ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳: ۳۲۸ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: النكاح هو عقد يفيد ملك..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نابالغ دیور کے ساتھ نکاح کے بعد دوسری جگہ نکاح باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے خاوند مرحوم کے چھوٹے بھائی کے ساتھ نکاح کرے جو کہ اس وقت نابالغ ہوٹا کی اپنی مرضی سے مہر مقرر کرے وکیل مقرر کرے، بوقت نکاح دو گواہ بھی موجود ہوں امام مسجد کو اپنی رضا سے عقد کرانے کی تحریر بھی دے پھر چھ ماہ بعد والدین کے کہنے پر ان کے گھر چلی جائے، اب والدین اس کو دوسری جگہ شادی کر کے دینا چاہتے ہوں کیا یہ نکاح بر نکاح جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: صوفی محمد اسماعیل سکوا رر وڈراولپنڈی

الجواب: اگر یہ عقد عدت گزارنے کے بعد (یعنی وضع حمل یا چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد) ہوا ہو ﴿۲﴾ نیز لڑکے کی طرف سے کوئی وکیل یا ولی موجود ہو اور اس کے ذریعہ سے ایجاب یا قبول کیا گیا ہو ﴿۳﴾ تو اس بیوہ کا دوسری جگہ نکاح حرام اور کالعدم ہے بقال للہ تعالیٰ: والمحصنت من (بقیہ حاشیہ) المتعة ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر..... والمحارم.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۱﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۲﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول في نکاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۳﴾ وفي الهندية: واما شروطه فمنها العقل والبلوغ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

النساء، ﴿۱﴾ وصرح به جمیع ارباب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا دام (خوش دامن کے علاوہ) اس شخص کی دوسری بیوی سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد خان نوشہرہ..... ۴/ صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: یہ محرمات سے نہیں ہے (ماخوذ از شامی ۲: ۳۹۰، ۳۹۱) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

بیٹے کی بیوی کا ساس کے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا زوج اول سے ایک بیٹا تھا اس عورت نے دوسری شادی کی، بیٹے نے بھی شادی کی اور مر گیا، اب بیٹے کی بیوی نے اس عورت (بقیہ حاشیہ) والحرية في العاقد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل والاخير ان شرط النفاذ فان نكاح الصبي العاقل يتوقف نفاذه على اجازة وليه. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۷ کتاب النکاح الباب الاول)

﴿۱﴾ (سورة النساء آیت: ۲۴ پارہ: ۵)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: وانتفاء محلية المرأة للنكاح شرعا باسباب تسعة..... السادس المحرمة لحق الغير كمنكوحه الغير ومعتدته الخ.
(البحر الرائق ۳: ۹۲ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنتها او امة ثم سيدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السيدة ذكرا لم يحرم بخلاف عكسه.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳۰۹ فصل في المحرمات)

کے زوج ثانی سے نکاح کیا، کیا اس عورت یعنی لڑکے کی ماں اور لڑکے کی بیوی ایک نکاح میں جمع ہو سکتے ہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ نیک محمد ہائی سکول شیخان پشاور..... ۶/ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ جمع جائز ہے، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۹۱ علی هامش

ردالمحتار: فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها او امرأة ابنها ﴿۱﴾. وهو الموفق

ماموں بھانجے کی مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی منکوحہ زبیدہ کو طلاق

دے دی، جبکہ زبیدہ کا زید سے ایک لڑکی بھی ہے عدت پوری ہونے کے بعد زید کا حقیقی ماموں زبیدہ سے

نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: سید حیات شاہ کریچی انڈسٹریز سٹیل ورکس نوشہرہ

الجواب: زید کے ماموں کیلئے زید کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل

لکم ما وراء ذلکم (الآیة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زید کی علاقائی بہن کا نکاح زید کے ماموں کے ساتھ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی علاقائی بہن فاطمہ ہے یعنی

باپ سے ہے اور ماں سے نہیں ہے، اس کا نکاح زید کے اپنے ماموں بکر سے صحیح ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی فضل غفار خیبر بوٹ ہاؤس منگورہ سوات

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، قال للہ تعالیٰ: واحل لکم..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: صورت مسئلہ میں بکر کا نکاح فاطمہ سے درست ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پچی اور ممانی کے ساتھ نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھتیجا اپنے چچا مرحوم کی بیوی اور بھانجا اپنے ماموں مرحوم کی بیوی کے ساتھ شادی کر سکتا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: منتظر شاہ پاک جرمین فارم ملتان..... ۱۷/۲/۱۹۷۲

الجواب: چچا اور ماموں کی بیویوں کے ساتھ نکاح جائز ہے، لعدم ورود النہی عنہ فی القرآن والحديث وکتب الفقہ ﴿۲﴾ وقال اللہ تعالیٰ: احل لکم ما وراء ذلکم ﴿۳﴾ ویدل علیہ مفہوم الدر المختار وزوجة اصلہ وفرعہ مطلقا ﴿۴﴾ فافہم۔ وهو الموفق
(بقیہ حاشیہ) ما وراء ذلکم ای سوی ما حرم علیکم من النساء۔

(تفسیر جلالین ۱: ۸۲ پارہ ۵: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۱﴾ اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم۔

(پارہ ۵: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاسانی: فالمحرمات بالقربة سبع فرق الامهات والبنات والاخوات، والعمات، والخالات، وبنات الاخ وبنات الاخت..... ثم اخبر سبحانه وتعالى انه احل ما وراء ذلك بقوله (واحل لکم ما وراء ذلکم) وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن فی المحرمات فکن مما وراء ذلک فکن محلات، وكذا عمومات النکاح لا توجب الفصل ثم خص عنها المحرمات المذكورات فی آية التحريم فبقى غيرهن تحت العموم الخ. (البدائع الصنائع ۲: ۵۲۹، ۵۳۱ کتاب النکاح المحرمات بالقربة)

﴿۳﴾ (سورة النساء پارہ ۵: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک سے لڑکا پیدا ہوا تھا، اب یہ شخص وفات پا گیا اور دوسری بیوی نے دوسری جگہ نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مفقود العوان ۲۲/۵/۱۹۷۲

الجواب: اس لڑکے کیلئے سوتیلی ماں کی وہ اولاد جو کہ اس کے والد سے پیدا نہیں ہے جائز ہے، لقولہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم ﴿۱﴾ وفي الدر المختار: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلّال (۳۸۳: ۲) ﴿۲﴾. وهو الموق

بیٹے کی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد نے یکے بعد دیگرے چار بیویاں کیں، زید کے والد کی پہلی بیوی کی ایک بہن تھی جس کا نکاح دوسری جگہ ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا بکر موجود ہے، اور بکر کی دو لڑکیاں ہیں بکر کی بڑی لڑکی کی شادی ہوئی لیکن بعد میں طلاق ہو گئی، اب وہ عدت پوری کر چکی ہے اب بکر کی چھوٹی لڑکی کا نکاح زید کے بڑے لڑکے اظہر سے ہو چکا ہے اب زید خود بکر کی بڑی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ دو بہن ایک گھر میں ایک باپ کے پاس اور ایک بیٹے کے پاس ہو؟ بینواتو جروا

المستفتی: عادل محمود قریشی ریاض سعودی عرب ۲۱/رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ (سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

الجواب: جب زید کیلئے اپنے والد کی بیوی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے جیسا کہ شرعی حکم یہی ہے ﴿۱﴾ تو اس بیٹیوں کس طرح محرمات ہوں گی، بہر حال یہ زید اس مطلقہ سے نکاح کر سکتا ہے، قال اللہ تبارک و تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اخیا فی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیکنہ بی بی نے اللہ وسایا سے شادی کر لی، اس سے ایک لڑکا غفران پیدا ہوا، غفران سے پھر ایک لڑکی شگفتہ پیدا ہوئی اب اللہ وسایا فوت ہو گیا، اس کے بعد سیکنہ بی بی نے اللہ دتہ سے شادی کر لی، اور اس شوہر سے ایک لڑکا مہربان پیدا ہوا، اب مہربان اور شگفتہ کے درمیان نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد نواز لغاری آئی ڈی اور مردان ۱۹۷۲ء/۲/۹

الجواب: چونکہ شگفتہ بی بی مہربان کی بھتیجی ہے لہذا ان دونوں کے درمیان نکاح حرام قطعی ہے، قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وبنات الاخ (الآیة) ﴿۳﴾ وفي الدر المختار: حرم علی المتزوج اصله وفروعه و بنت اخیه الخ ﴿۴﴾ والمسئلة واضحة ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلل.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۲)

﴿۳﴾ (سورة النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۳)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۵﴾ قال العلامة الکاسانی: وتحرم علیہ بنات الاخ وبنات الاخت بالنص وهو قوله تعالیٰ

(وبنات الاخ وبنات الاخت) وان سفلن بالاجماع.

(بدائع الصنائع ۲: ۵۳۰ المحرمات بالقراة)

بھانجے کی بیوی سے ماموں کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھانجے کی بیوی ماموں کیلئے جائز

ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: شیر زمین چارسدہ روڈ پشاور..... ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام ارباب فتاویٰ نے زوجہ اصل یا زوجہ فرع کو محرمات سے شمار کئے ہیں ﴿۱﴾ نہ

کہ زوجہ برادر یا عم وغیرہ کو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سوتیلے باپ کی بیوی اور بیٹی سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی عبداللہ اور شریف اللہ ہیں،

عبداللہ نے ایک عورت شریفہ سے نکاح کیا اور اس کا ایک بیٹا عابد پیدا ہوا عبداللہ فوت ہو کر شریفہ کو شریف اللہ

نے نکاح میں لے لیا، شریفہ بھی فوت ہو کر شریف اللہ نے زینب سے دوسرا نکاح کیا جس کی عابدہ بیٹی پیدا ہوئی،

پھر شریف اللہ بھی فوت ہوا، اب عابد کا نکاح زینب یا عابدہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ..... ۱۴ محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: چچا کی بیوی اور چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یہ دونوں محارم میں سے نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وزوجة اصله وفرعه مطلقا ولو بعيدا الخ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۲ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد اللہ بن مودود الموصلی: ان المحرمات بكتاب الله وسنة نبيه ﷺ

تسعة اقسام: بالقرابة وبالصهرية..... فالمحرمات بالقرابة سبعة انواع..... وما عداهن من

القرابات محللات بقوله تعالى واحل لكم ما وراء ذلكم (الآية).

(الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۱۱۲ فصل فی المحرمات)

ہیں ﴿۱﴾ ناکح کی والدہ کا ناکح کے چچا سے نکاح کرنا اس حلت کیلئے ضرر رسان نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بہن سے نکاح باطل اور بیوی کے نکاح کیلئے مضر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن کو اغوا کیا نکاح کیا ہے یا نہیں، شہادت فی الحال موجود نہیں، البتہ اگر شہادت دی جائے تو کیا پہلی بہن کا نکاح باطل ہو گا یا دوسری کا، اگر نکاح نہ ہوا ہو تو پہلی بہن کے نکاح پر اثر پڑنے کا کیا مسئلہ ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مولوی عبدالحق امام مسجد نیلان مانسہرہ

الجواب: بیوی کی بہن سے نکاح کرنا باطل اور کالعدم ہے ﴿۳﴾ (اگر بیوی مطلقہ یا فوت

شدہ نہ ہو) نیز اس دوسری بہن سے جماع کرنا حرام اور زنا ہے، البتہ بہر حال پہلی بہن (بیوی) کے نکاح
﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات فكن مما وراء ذلك فكن محلات، وكذا عمومات النكاح لا توجب الفصل، ثم خص عنها المحرمات المذكورات في آية التحريم فبقى غيرهن تحت العموم وقد ورد نص خاص في الباب. (البدائع الصنائع ۲: ۵۳۱ المحرمات بالقربة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلال.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳۰۲ فصل في المحرمات)

﴿۳﴾ قال العلامة الموصلي: ولا يجوز الجمع بين الاختين نكاحاً..... لقوله تعالى وان تجموا بين الاختين الا ما قد سلف، وقال عليه السلام: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه في رحم اختين..... ولو تزوج اختين في عقدتين ولا يدري ايتهمما اولى فرق بينه وبينهما لان نكاح احدهما باطل بيقين الخ.

(الاختيار لتعليل المختار ۲: ۱۱۴ فصل في المحرمات)

اور حلت پر اس دوسری کے نکاح یا جماع سے کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، يدل على الاول ما في الهندية (۱: ۲۹۵) وان تزوجهما في عقدتين فنكاح الاخيرة فاسد ﴿۱﴾ وفي شرح التنوير على هامش ردالمحتار ۲: ۳۸۶ وفي الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم عليه امرأته ﴿۲﴾. وهو الموفق

علاقی بھائی کیلئے اخپانی بہن سے نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، وہ شخص مر گیا اور دونوں بیویوں کی اس شخص سے اولاد بھی ہے، ان میں سے ایک بیوی نے دوسری شادی کی اور اولاد پیدا ہوئی اب اس دوسرے زوج اور زوجہ کی اولاد کا نکاح دوسری بیوی کی اولاد سے جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد نور عدم پتہ ۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: علاقی بھائی کی اخپانی بہن سے نکاح جائز ہے، کما فی شرح التنویر: وکذا نسبا بان یكون لاخته لابیہ اخت لام (ہامش ردالمحتار ۲: ۵۶۱) ﴿۳﴾. وهو الموفق

باپ بیوہ سے بیٹے بیوہ کی بیٹیوں سے نکاح کرے تو یہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ کی دو بیٹیاں تھیں، اسی طرح ایک شخص کے دو بیٹے تھے اس شخص نے اس بیوہ کے ساتھ نکاح کیا، کیا اب ان بیٹیوں اور بیٹوں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰۵ وحرم بالصهرية فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۴۴۳ باب الرضاع)

میں نکاح جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد خلیل اللہ تھانی لینڈ..... ۱۲/۸/۱۹۷۷ء

الجواب: اس شخص کا نکاح اس بیوہ کے ساتھ اور اس کے بیٹوں کا نکاح بیوہ کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، قرآن وحدیث اور فقہ میں جتنی محرمات مذکور ہیں ان میں یہ صورت داخل نہیں ہے ﴿۱﴾، وفی شرح التنویر: واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال، هامش ردالمحتار ۲: ۳۸۳، وفی ردالمحتار ولا ام زوجة الابن ﴿۲﴾. وهو الموفق

سالی کی بیٹی کو نکاح میں لینے کی مختلف صورتیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

- (۱) بیوی کی حیات میں سالی حرام ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟
- (۲) بیوی کے انتقال کے بعد سالی نامحرم ہے لیکن سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟
- (۳) بیوی کی حیات میں سالی کا اگر انتقال ہو جائے تو سالی کی بیٹی کا کیا حکم ہے؟
- (۴) بیوی کی زندگی میں سالی کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟.....

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدين الزيلعي: ان المحرمات انواع الاول المحرمات بالنسب وهن انواع فروعها واصوله وفروع ابويه وان نزلوا وفروع اجداده وجداته اذا انفصلوا بهطن واحد، والنوع الثاني المحرمات بالمصاهرة وهن انواع اربعة..... والنوع الثالث المحرمات بالرضاع والنوعين كالنسب والنوع الرابع حرمة الجمع..... والنوع الخامس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير ومعتدته والحامل بثابت النسب والنوع السادس المحرمة لعدم دين سماوى..... والنوع السابع المحرمة للنفاسي كنكاح السيدة مملوكها.

(تبين الحقائق شرح كنز الدقائق ۲: ۱۰۱ فصل في المحرمات)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۲، ۳۰۳ فصل في المحرمات)

(۵) بیوی کی موت کے بعد سالی کی بیٹی محرم ہے یا غیر محرم؟ بینواتو جروا

المستفتی: راشد محمود ملتان..... یکم صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) سالی (بیوی کی بہن) اور سالی کی بیٹی کا یکساں حکم ہے جو حرام ہے (شامی)۔

(۲) دونوں حلال ہیں لان الممنوع هو الجمع (شامی)۔

(۳) بیوی کی زندگی میں سالی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے خواہ سالی زندہ ہو یا وفات پا

گئی ہو (شامی)۔

(۴) حرام ہے عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع حرام ہے (شامی)۔

(۵) حلال ہے (شامی) ﴿۱﴾ - وهو الموفق

پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے اور ہدایہ کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قولہ: ولا علی ابن اخیھا

الخ ذکر النہی من الجانبین للمبالغة فی التحريم او لازالة الاشکال ، فریما یظن ان نکاح

ابنة الاخ علی العمۃ لا یجوز ونکاح العمۃ علی بنت الاخ یجوز لفضل العمۃ کما لا یجوز

نکاح الامۃ علی الحرۃ ویجوز نکاح الحرۃ علی الامۃ کذا فی الکافی ، کیا اس حکم کے تحت

بھتیجی کے ہوتے ہوئے عورت کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے؟ یا کیا پھوپھی کو طلاق دے کر بھتیجی کے ساتھ نکاح

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا

وعدة ولو من طلاق بائن وحرم الجمع وطأ بملک یمین بین امرأتین ایتھما فرضت

ذکر الم تحل للاخری ابدا لحديث مسلم لا تنکح المرأة علی عمتها وهو مشهور

یصلح مخصصا للکتاب الخ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۹ فصل فی المحرمات)

کر سکتا ہے اور پھر دوبارہ بھتیجی کی موجودگی میں اس کی اسی پھوپھی سے نکاح کر سکتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مولوی عبدالحق کوہالہ راولپنڈی..... ۱۹/۹/۱۹۷۰

الجواب: عمہ اور بنت الاخ کے درمیان جمع کرنا حرام ہے، خواہ پہلے بنت الاخ سے نکاح ہوا ہو یا عمہ کے ساتھ، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها، (متفق علیہ) ﴿۱﴾
نہی رسول اللہ ﷺ ان تنکح المرأة علی عمتها او العمة علی بنت اخیها، (رواہ الترمذی ﴿۲﴾ و ابوداؤد) ﴿۳﴾، و صرح بہ فی الہندیۃ (۱: ۲۹۵) ﴿۴﴾ و غیر واحد من کتب الفروع، اور جو عبارات آپ نے نقل کی ہے اس کا مقصد جواز نہیں ہے بلکہ صاحب ہدایہ کی عبارت کا سر اور حکمت ذکر کرنا ہے۔ و هو الموفق

لڑکی کے ساتھ عمہ یا خالہ ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الف ایک مرد ہے جس کا منکوحہ باوجود ہے، باکی بہن جیم ہے جیم کا ایک بیٹا دال ہے دال کی بیٹی ہا ہے، کیا باکی موجودگی میں الف یعنی شوہر ﴿۱﴾ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها. (رواہ البخاری ۱۵/۷ و مسلم ۳۳: ۳)
﴿۲﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۳۴ باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها)
﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۸۹ باب ما یکرہ ان یجمع بینہن من النساء)
﴿۴﴾ وفی الہندیۃ: ولا یجوز الجمع بین امرأتین کل منہما عمة للآخری ولا بین امرأتین کل منہما خالة للآخری وصورة ذلک ان یتزوج کل من رجلین ام الآخر ویولدها بنتا فیکون کل واحدة من البنتين عمة للآخری ولو تزوج کل من رجلین بنت الآخر واولدها کانت بنت کل واحد منہما خالة للآخری کذا فی الہدایۃ.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۹ قبیل القسم الخامس الاماء المنکوحۃ الخ)

ہا کو نکاح میں لاسکتا ہے یعنی با اور ہا کو ایک نکاح میں جمع کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا سراج الدین ملازئی ڈی آئی خان

الجواب: باء اور ہاء کے درمیان نکاح جمع کرنا حرام ہے، قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا بین المرأة وخالتها (متفق علیہ) ﴿۱﴾ قلت استنبط منه الفقهاء، لا یجمع بین امرأتین لو كانت احدهما رجلا لم یجز له ان یتزوج باخری (هدایة ۲۸۹) ﴿۲﴾ وهو الموفق

خالہ بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ خالہ اعمیانیہ ہوں یا غیر اعمیانیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی لڑکی کا نکاح اس آدمی سے کیا جس کے نکاح میں اس آدمی کی لڑکی کی لڑکی موجود ہے، یہ دونوں عورتیں آپس میں خالہ بھانجی بنتی ہیں جبکہ مذکورہ بالا آدمی کے نکاح میں دو بیویاں ہیں، اسلئے بعض جہال کہتے ہیں کہ چونکہ مائیں جدا جدا ہیں اسلئے یہ نکاح صحیح ہے، اور حقیقت میں یہ رشتہ سورہ میں دیا گیا ہے، اور وہ اس پر بضد ہیں اب ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں؟ اور اس نکاح خواں اور گواہوں وغیرہ سے کیا سلوک کرنا چاہئے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا محمد عثمان مدرسہ قاسم العلوم ضلع سکھر..... ۱۹۷۲ء/۱۲/۷

الجواب: اس لڑکی کا (یعنی بیوی کی خالہ کا) نکاح باطل ہے خواہ اعمیانی خالہ ہو یا غیر اعمیانی ﴿۳﴾ تمام مسلمانوں اور خصوصاً حکام پر ضروری ہے کہ اس آخری عورت کو اس آدمی سے

﴿۱﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۷۳ باب المحرمات الفصل الاول)

﴿۲﴾ (هدایة ۲: ۳۰۹ فصل فی بیان المحرمات)

﴿۳﴾ وفی الہندیة: فلا یجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها کذلک.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

جدا کریں، لما روی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی ان تنکح المرأة علی عمتها والعمة علی بنت اخيها والمرأة علی خالتها او الخالة علی بنت اختها (رواه الترمذی) ﴿۱﴾ یہ شخص واجب القتل ہے ﴿۲﴾ (لو کان مستحلاً، سیف) لیکن قتل کرنا چونکہ ہماری طاقت میں نہیں ہے ﴿۳﴾ لہذا کم از کم اس کے ساتھ ترک موالات کرنا تو طاقت سے خارج نہیں ہے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ۱: ۱۳۴ باب لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها)
 ﴿۲﴾ وعن البراء بن عازب قال مر بی خالی ابو بردۃ بن نیار ومعه لواء فقلت این تذهب قال بعثنی النبی ﷺ الی رجل تزوج امرأة ابیه آتیہ برأسه، رواه الترمذی و ابو داؤد وفی رواية له وللنسائی وابن ماجه والدارمی ان اضرب عنقه واخذماله، ذهب اکثر اهل العلم الی ان المتزوج کان مستحلاً له علی ما یعتقدہ اهل الجاهلیة فصار بذلك مرتداً محارباً للہ ولرسوله فلذلك امر بقتله واخذماله وکان ذلک الرجل یعتقد حل هذا النکاح فمن اعتقد حل شیئ محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحريم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحريمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بينهما وعزر هذا اذا لم یجربینهما دخول والا فان علم تحريمها فهو زان..... وان قال علمت انها علی حرام ولكن یجب المهر ویعاقب عقوبة هی اشد ما یکون من التعزیر سیاسة لاحدا مقدرا شرعاً..... قالوا والشافعی ومالك واحمد یجب حده اذا کان عالماً قال ابن الهمام وفی مسئلة المحارم رواية عن جابر انه یضرب عنقه الخ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۶: ۲۲۷، ۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)
 ﴿۳﴾ وفی الہندیۃ: ینقسم الی ما هو حق اللہ وحق العبد والاول یجب علی الامام..... قالوا لكل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس ذلک لغير الحاکم الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۱۶۷ فصل فی التعزیر)
 ﴿۴﴾ قال الحافظ ابن حجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصی) اراد بهذه الترجمة بیان الهجران الجائز لان عموم النهی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خالہ اور بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگرچہ علاقائی ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیبہ اور صائمہ علاقائی بہنیں ہیں یعنی والد ایک ہے اور مائیں جدا جدا ہیں، اب حبیبہ کا شوہر چاہتا ہے کہ صائمہ کی لڑکی زینبہ کے ساتھ نکاح کرے اب اعیانی کی صورت میں تو مطلقاً ناجائز ہے، لیکن علاقائی ہونے اور اخیانی ہونے میں کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: میر شہزادہ خارڈاگئی ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: خالہ اور بنت الاخت کے درمیان نکاح میں جمع کرنا مطلقاً ناجائز ہے کسی نے تخصیص پر قول نہیں کیا ہے، فی الہدایۃ: لا یجمع بین المرأة وعمتها او خالتها او ابنة اخيها او ابنة اختها، لقوله عليه السلام لا تنكح المرأة الحديث (۲: ۵) ﴿۱﴾ وفي الہندیۃ: فلا یجوز الجمع بین امرأة وعمتها نسبا او رضاعا وخالتها كذلك الخ (۱: ۲۹۵) ﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی اور اس کی بھانجی کو نکاحاً جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی یعنی منکوحہ کی (بقیہ حاشیہ) مخصوص بمن لم یکن لہجرة سبب مشروع فتبین ہنا السبب المسوغ للہجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها..... قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ان یبین صفة الہجران الجائز وانه یتنوع بقدر الجرم..... الہجران علی مرتبتین الہجران بالقلب والہجران باللسان فہجران الکافر بالقلب وبتروک التودد والتعاون والتناصر لا سیما اذا کان حربیا الخ. (فتح الباری شرح البخاری ۱۳: ۵۹۷ باب مایجوز من الہجران لمن عصی)

﴿۱﴾ (ہدایۃ ۲: ۳۰۸ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع ای الجمع بین ذوات الارحام)

بھانجی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا ان دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مفقود الخبر ۱۱/۱۱/۱۹۷۶ء

الجواب: بیوی اور اس کی بھانجی کے درمیان جمع حرام ہے البتہ افراد اجائز ہے یعنی منکوحہ کو طلاق دینے کے بعد اس کی بھانجی سے نکاح کرنا یا صرف بیوی کو بر حال آباد کرنا، لان المحرم هو الجمع دون غیرہ ﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم ﴿۲﴾. وهو الموفق

ماں بیٹی دو بھائیوں کے نکاح میں ہوان کی اولاد کے درمیان نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو سگے بھائی ہیں انہیں میں سے ایک بھائی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دوسرے بھائی نے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کیا، اب دونوں سے اولاد پیدا ہوگئی پھر ان اولاد کی اولاد پیدا ہوگئی اب اس بیٹی کے بیٹیوں کے بیٹیوں کا نکاح ماں کے لڑکوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مرزا جان ٹیکسلا

الجواب: یہ لڑکیاں اور لڑکیوں کی لڑکیاں ان لڑکوں کے بھانجیاں اور بھانجیوں کی بیٹیاں ہیں

﴿۱﴾ وفي الهندية: وان اراد ان يتزوج احدهما بعد التفريق فله ذلك ان كان التفريق قبل الدخول وان كان بعد الدخول فليس له ذلك حتى تنقضي عدتهما وان انقضت عدة احدهما دون الاخرى فله ان يتزوج المعتدة دون الاخرى مالم تنقض عدتها وان دخل باحدهما فله ان يتزوجها دون الاخرى مالم تنقض عدتها.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۸ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

﴿۲﴾ (سورة النساء پارہ: ۴ آیت: ۲۳)

جو کہ محرمات میں سے ہیں ﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ و بنات الاخت ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

ایک بیوی سے بیٹی اور دوسری بیوی سے نو اسی ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علم کے مطابق تو یہ صورت جائز نہیں لیکن آپ کے علم کے مطابق رائے معلوم کرنے کا حصول بھی لازمی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں اور ہر ایک بیوی سے ایک ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹی کی ایک بیٹی ہے ان میں سے ایک بیٹی کا نکاح کسی شخص کے ساتھ کیا گیا، کچھ عرصہ بعد اس دوسری لڑکی کی لڑکی یعنی نو اسی کا نکاح بھی اس شخص کے ساتھ کیا گیا، اس صورت میں اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی ولی محمد بابر مدرسہ شمس المدارس ثوب شہر..... ۳/۹/۱۹۹۰

الجواب: صورت مسئلہ میں پہلا نکاح (بیٹی کے ساتھ) درست اور دوسرا نکاح کالعدم اور حرام قطعی ہے، للاصل الشہیر: حرم الجمع بین المحارم نکاحا ووطاً بملک یمین بین امرأتین ایتھما فرضت ذکر الم تحل للاخری ابدأ ﴿۳﴾ پس اس شوہر پر ضروری ہے کہ دوسری عورت سے قبضہ اٹھائے، علماء اور تمام قوم اور تمام اہل اسلام پر ضروری ہے کہ اگر یہ شوہر مصر (مستحل) ہو تو اس مرتد سے مقابلہ کریں ﴿۴﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الشحنة: ويحرم على الرجل نكاح اصوله..... وفروعه..... وفروع
اصوله ای الاخوة والاختوات واولادهم واولاد اولادهم وان نزلوا.

(لسان الحکام یلی معین الحکام ۱: ۳۱۷ الفصل الثالث عشر فی النکاح)

﴿۲﴾ (سورة النساء پارہ: ۴ آیت: ۲۳)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۸ فصل فی المحرمات)

﴿۴﴾ قال العلامة علی بن سلطان محمد: ذهب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علاقائی دادی اور پوتی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادا کی علاقائی بہن ہے اور ایک آدمی کے نکاح میں ہے، اب وہ آدمی دادا کی پوتی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے کیا ان دونوں کا جمع کرنا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: سراج الدین کانگرہ چارسدہ

الجواب: ان دونوں کے درمیان جمع ناجائز ہے، وفي الهندية: والاصل ان كل امرأتين لو صورنا احدهما من اى جانب ذكر لم يجز النكاح بينهما برضاع او نسب لم يجز الجمع بينهما (۱: ۲۹۵) ﴿۱﴾. وهو الموفق

عدت کے دوران میں نکاح کا عدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے شوہر کے بھائی نے اس عورت کے ساتھ عدت گزرنے سے پہلے نکاح کیا، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد قدیر سواتی ۱۲/۳/۱۹۷۴

(بقیہ حاشیہ) اکثر اهل العلم الى ان المتزوج كان مستحلا له على ما يعتقده اهل الجاهلية فصار بذلك مرتدا محاربا لله ولرسوله فلذلك امر بقتله واخذ ماله وكان ذلك الرجل يعتقد حل هذا النكاح فمن اعتقد حل شيء محرم كفر وجاز قتله واخذ ماله ومن جهل تحريم نكاح واحدة من محارمه فتزوجها لم يكفروا من علم تحريمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بينهما وعزر هذا اذا لم يجز بينهما دخول الخ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۶: ۲۲۸ باب المحرمات الفصل الثانی)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۷ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: معتدہ کا نکاح ناجائز اور کالعدم ہے، لما فی الہندیۃ ۱: ۲۹۸ لایجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و كذلك المعتدة کذا فی السراج الوہاج سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول فی نکاح فاسد ﴿۱﴾. وهو الموفق

عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت سے نکاح کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص عدت وفات گزارنے والی حاملہ ثابت النسب عورت سے نکاح کرے، کیا یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس کے حلال سمجھنے والے کا کیا حکم ہے اور وہ جانتا بھی ہو کہ یہ حاملہ ہے اگر وہ اس نکاح کی وجہ سے وطی کرے تو کیا اس پر حد جاری کیا جائے گا یعنی تعزیری دی جائے گی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ضیاء المرسلین دارالعلوم ربانیہ ہری پور ہزارہ..... ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: خروج عدت سے قبل یہ نکاح حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تعزموا عقدة النکاح حتی يبلغ الكتاب اجله (الآیۃ) ﴿۲﴾ وقال تعالیٰ: واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن (الآیۃ) ﴿۳﴾ فالناکح ان کان جاہلا فلا یکفر وان کان عالما بالحرمة فعند الاستحلال یکفر والافیسق ﴿۴﴾ ولا سبیل لنا الی الجزم. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغير)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ: ۲ آیت: ۲۳۵)

﴿۳﴾ (سورة الطلاق پارہ: ۲۸ آیت: ۴)

﴿۴﴾ قال الملا علی بن سلطان محمد: فمن اعتقد حل شیء محرم کفر وجاز قتله واخذماله ومن جهل تحريم نکاح واحدة من محارمه فتزوجها لم یکفر ومن علم تحريمها واعتقد الحرمة فسق وفرق بينهما وعزر هذا اذا لم یجر بينهما دخول.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۶: ۲۲۸ التعزیر علی النکاح بالمحارم)

دوران عدت نکاح کرنے والے کا طلاق ثلاثہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران عدت ایک شخص نے بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی، طلاق کے وقت حمل کا پتہ نہیں تھا، ظاہری عدت کے بعد دوسرے آدمی نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اس عورت کا زوج اول سے حمل ہے، وضع حمل کے بعد دوسرے شوہر نے بھی طلاق ثلاثہ دیدی اب یہ دوسرا شوہر پھر چاہتا ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے کیا یہ نکاح درست ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: تقدیر اللہ جہانگیرہ نوشہرہ..... ۲۱/۲/۱۹۸۴

الجواب: اس دوسرے آدمی سے نکاح کا عدم تھا ﴿۱﴾ اور اس کا طلاق ثلاثہ دینا بھی کا عدم تھا ﴿۲﴾ پس یہ دوسرا شوہر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ اس نے وضع حمل کے بعد جماع کیا ہو ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق او وفاة او دخول في نكاح فاسد الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

﴿۲﴾ وقال العلامة النظام: واما شرط (الطلاق) فشیان احدهما قيام القيد في المرأة نكاح او علة والثاني قيام حل محل النكاح حتى لو حرمت بالمصاهرة بعد الدخول بها حتى وجبت العدة فطلقها في العدة الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۲۸ کتاب الطلاق الباب الاول)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم انها منكوحة الغير فوطئها تجب العدة وان كان يعلم انها منكوحة الغير لا تجب حتى لا يحرم على الزوج وطؤها ويجوز لصاحب العدة ان يتزوجها كذا في المحيط للسرخسي.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۰ القسم السادس المحرمات لحق الغير)

مطلقہ مغالطہ باقاعدہ نکاح و جماع و طلاق کے بعد اول شوہر سے نکاح کر سکتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں جو کہ آٹھ بچوں کی ماں ہے عدت ختم ہونے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص کے ساتھ نکاح شرعی کیا اور خلوت صحیحہ بھی ہو گئی مہر بھی دیا گیا، اس دوسرے شوہر نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس عورت کو تین طلاق دیں اور عدت گزاری، اب اس عورت کا نکاح سابقہ شوہر سے ہو سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد اسحاق عرشی مسجد راو پنڈی..... ۳/۶/۱۹۷۵

الجواب: اگر اس دوسرے شوہر نے ایک دفعہ جماع اس عورت کے ساتھ کیا ہو تو یہ عورت زوج اول کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے، لوجود التحلیل هو وطی الزوج الثانی ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات . وهو الموفق

شوہر کیلئے عدت وفات نہیں ہے بیوی کی بہن سے ایک دو دن بعد نکاح کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی بیوی فوت ہو جائے تو کیا شوہر کیلئے یہ جائز ہے کہ ایک یا دو دن کے بعد بیوی کی بہن سے نکاح کرے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد شاہد لونڈ خور..... ۲۹/۸/۱۹۸۵

﴿۱﴾ وفي الهندية: واذا كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الامه لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا في الهداية. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۷۳ فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به)

الجواب: خاوند پر نہ سوگ منانا ہے نہ عدت گزارنا ہے اس لئے بیوی کی وفات کے بعد ہر وقت نکاح کر سکتا ہے ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ ۱: ۲۷۹ ویجوز لزواج المرتدة اذا لحقت بدار الحرب تزوج اختها قبل انقضاء عدتها كما اذا ماتت ﴿۲﴾. وهو الموفق

حرام زادہ کا نکاح اور بعض دیگر احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

- (۱) حرام زادہ اور حلال زادہ بچوں بچیوں کے مراتب میں قیامت کے دن کچھ فرق ہوگا یا نہیں جبکہ دونوں کے نیکیاں برابر ہوں؟
 - (۲) حرام زادی بچی کے ساتھ حلال زادہ کا نکاح درست ہے؟ اسی طرح حرام زادہ کے ساتھ حلال زادی کا نکاح درست ہے؟
 - (۳) کیا حرام زادوں پر شرعی لحاظ سے حقیقی والدین کی طرح حقوق ہوں گے؟ جبکہ ان حرام کار والدین نے ان کو پالے ہوں تعلیم دلائی ہوں وغیرہ۔
 - (۴) حرام زادہ والد کا کتنے عرصہ تک فرمانبردار رہے اور والدہ کا کتنا عرصہ تک؟
 - (۵) اگر یہ حرام زادہ بعد از بلوغ والدین سے علیحدگی اختیار کرے تو اس کا حشر میں کیا ہوگا؟
- المستفتی: زرولی خان تربیلا ڈیم

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ماتت امراته له التزوج باختها بعد يوم من موتها كما في الخلاصة..... واما ما عزی الى الننف من وجوب العدة فلا يعتمد عليه.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۰۸ فصل فی المحرمات وحریم الجمع نکاحا)
﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۷۹ القسم الرابع المحرمات بالجمع)

الجواب: (۱) حلالی اور حرامی کا فرق دنیا تک محدود ہے ﴿۱﴾ آخرت میں دار مدار ایمان اور عمل پر ہوگا۔

(۲) ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح درست ہے ﴿۲﴾۔

(۳) والدہ کا حق اور احترام بلا شک و شبہ ثابت ہے، البتہ والد درحقیقت والد نہیں ہے اس کا کوئی پدرانہ حق نہیں ہے البتہ تربیت کا حق رکھتا ہے۔

(۴) جائز امور میں والدہ کا ہمیشہ کیلئے فرمانبردار رہے گا اور زانی والد کیلئے خاص فرمان برداری نہیں ہے۔

(۵) بلوغ کے بعد جدا ہونے میں ہر حلالی و حرامی معاف شرعی ہے۔ وهو الموفق

ولد الزنا مسلمان لڑکے لڑکی سے نکاح صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خارو نے نے دلبر کی بیوی اغوا کر کے دور دراز مقامات میں لے گیا اور مدت دراز تک بیوی کی حیثیت سے رکھا، عورت مذکورہ نے خارو نے سے کئی اولاد کو جنما، اب وہ لڑکے لڑکیاں جوان ہو چکے ہیں کیا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے جبکہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والولد له ان جاءت بعد النكاح لسته اشهر فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب ولا يرث منه الا ان يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنا، والظاهر ان هذا من حيث القضاء اما من حيث الديانة فلا يجوز له ان يدعيه لان الشرع قطع نسبه منه فلا يحل له استلحاقه به ولذا لو صرح بانه من الزنا لا يثبت قضاء ايضا وانما يثبت لو لم يصرح لاحتمال كونه بعقد سابق الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فيما لو زوج المولى امته)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثى مشكل والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۲۸۰ كتاب النكاح)

عورت مذکورہ کے دونوں شوہر بقید حیات ہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد کمال اتمان زئی چارسدہ..... ۹/۳/۱۹۶۹

الجواب: چونکہ یہ لڑکے اور لڑکیاں انسان اور مسلمان ہیں لہذا ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، کیونکہ فقہاء نے مسلمان کا نکاح غیر انسان اور غیر مسلم (علی التفصیل المشہور) سے ناجائز کہا ہے، فلیراجع الی الہندیۃ ﴿۱﴾ والدر المختار ﴿۲﴾. وهو الموفق

مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ شخص نے ایک بیوہ عورت کے ساتھ خفیہ طور پر مہر مقرر کر کے ایک دوسرے کو تن و جود بخش دیا اور اس کے بعد دونوں ہمبستری بھی کرتے رہے، عرصہ دو ماہ بعد وہ شخص اس بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح جائز ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حکم دار خان کوہ مری راولپنڈی..... ۵/۳/۱۹۷۳

الجواب: مزنیہ کے ساتھ زانی کا نکاح جائز ہے اور نکاح کے بعد جماع بھی جائز ہے، فی الدر المختار ولونکحہا الزانی حل لہ وطوھا اتفاقا (ہامش رد المحتار ۲: ۴۰۱) ﴿۳﴾. ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: ومن شروطہا المحل القابل وہی المرأة التي احلها الشرع بالنکاح کذا فی النہایۃ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۶۷ کتاب النکاح الباب الاول) ﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: النکاح عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نکاحها مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل والثنیۃ لجواز ذکورتہ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس. (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح) ﴿۳﴾ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۲: ۳۱۷ قبیل مطلب فیما لو زوج المولی امته)

مزنیہ کی بیٹی سے زانی کا نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید پر ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات کی تہمت لگائی گئی، اور حمل بھی ٹہر گیا، لیکن زید انکار کر رہا ہے بعد میں زید نے اسی عورت کی لڑکی سے نکاح بھی کیا، کیا یہ نکاح درست ہے؟ نکاح خواں گنہگار ہے؟ اور جو لوگ اس مجلس میں بیٹھے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ادریس مسجد مانسرہ کیمپور..... ۵/۴/۱۹۷۲

الجواب: اگر اقرار یا شہادت سے زنا ثابت ہو جائے تو زید کیلئے اس عورت کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور اس میں تعاون بھی حرام ہے اور ثبوت سے قبل نہ حرمت نکاح موجود ہے اور نہ حرمت تعاون، وفي الهندية: فمن زنى بامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت. (۱: ۲۹۱) ﴿۱﴾. وقال الله تعالى: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (المائدة) ﴿۲﴾. وهو الموفق

زانی کے بھائی کا مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک عورت جو شادی شدہ ہے سے زنا کیا، اب اس مزنیہ کی بیٹی زانی کے بھائی کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسئلہ میں اختلاف مذاہب ہیں یا نہیں پوری تفصیلات سے آگاہی پر بندہ شکر گزار رہے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد یوسف شریک دورہ حدیث..... ۳۱/۵/۱۹۷۲

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۲ القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

﴿۲﴾ (سورة المائدة پارہ: ۶ آیت: ۲)

الجواب: جس طرح زانی کے بھائی کیلئے زانی کی بیوی کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو جائز ہے، اسی طرح مزنیہ کی بیٹی بھی جائز ہے، لان حکم الحلال والحرام واحد من الحدیث ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها، (ردالمحتار ۲: ۳۸۴) ﴿۱﴾ قلت فالجواز للاخوة یكون باولی. وهو الموفق

زانی مزنیہ کے بیٹے بیٹی کا آپس میں نکاح کا مسئلہ

سوال: محترم المقام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دارالعلوم حقانیہ! السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کیا، پھر منکوحہ زانیہ کی لڑکی پیدا ہوئی جبکہ زانی کا لڑکا پیدا ہوا، اب زانی کہتا ہے کہ یہ لڑکی مجھ سے ہے، اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مضطرب الذہن ہوں ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے یہی استفتاء مولانا رسول خان صاحب کو لکھا، مولانا رسول خان صاحب نے یہ جواب لکھا ہے ”الولد من النکاح لامن السفاح (شرح وقایہ باب النسب ۱۵۰) جبکہ فتاویٰ عبدالحی باب ثبوت النسب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرے نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں ”ثابت نہیں ہوگا عالمگیری میں ہے: قال انه منی من الزنا لا یثبت نسبه ولا یرث منه کذا فی الینایع، اگر کہا کہ یہ میرے زنا کے نطفے سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور وارث نہ ہوگا جیسا کہ ینایع میں ہے۔“

اب مسئلہ یہ ہے کہ بالا ینایع کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا نسب ثابت نہ ہو تو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما الوط الحلال ویحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

اس زانی کو مزنیہ کی لڑکی کو خود بھی نکاح کر سکتا ہے اور اپنے بیٹے کیلئے بھی کر سکتا ہے کیونکہ یہ لڑکی زانی کا کچھ بھی نہیں لگتی، اب اگر مسئلہ اسی طرح ہے تو فقہ احناف میں فقہاء جو لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی عورت کو چوم لیا یعنی قبلہا تو اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اگر کسی نے عورت کے فرج داخل کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا یا زنا کیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور مزنیہ کی اولاد سے نکاح کرنا حرام اور ناجائز ٹھہرتا ہے اور ان دونوں کی اولاد میں بھی نکاح جائز نہیں اب ان عبارات میں تناقض معلوم ہوتا ہے مسئلہ کی صحیح صورت واضح فرما کر خلیجان کو دور فرمائیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی حفظ الرحمن خدہ بانڈہ تخت نصرتی کرک ۲۳/۳/۱۹۶۹ء

الجواب: اس زانی کا بیٹا اور زانیہ کی بیٹی باہم نکاح کر سکتے ہیں اگرچہ احتیاط نہ کرنے میں ہے کیونکہ فقہاء کرام نے اگرچہ یہ لکھا ہے، حرم اصلہ وفروعہ و بنت اخیہ و اختہ و بنتھا ولو من زنا (درمختار) لیکن صورت مسئلہ میں یہ متعین نہیں کہ یہ لڑکی زانی سے پیدا ہوئی ہے ممکن ہے کہ اس عورت نے دوسرے شخص سے بھی زنا کیا ہو اور اس سے حاملہ ہوئی ہو، قال العلامة الشامی: ۲: ۳۸۱ (قوله ولو من الزنا) بان یزنی الزانی ببکر ویمسکھا حتی تلد بنتا بحر عن الفتح، قال الحانوتی ولا یتصور کونها ابنته من الزنا الا بذلك ﴿۱﴾ پس اگر زانی نے ایسا طریقہ کیا ہو جیسا کہ شامی نے ذکر کیا ہے پھر حرمت نکاح بلا شک و شبہ ثابت ہے، ورنہ احتیاط یہ ہے کہ نکاح نہ کرے، لوجود الشبهة فلیراجع الی حدیث ابن زمعة ﴿۲﴾ یہاں حرمت مصاہرت کی وجہ سے حرمت متصور

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۳۰۱ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ عن عائشة قالت کان عتبة بن ابی وقاص عهد الی اخیہ سعد بن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه الیک فلما کان عام الفتح اخذه سعد فقال انه ابن اخی وقال عبد بن زمعة اخی فتساوقا الی رسول اللہ ﷺ فقال سعد یا رسول اللہ ان اخی کان عهد الی فیہ وقال عبد بن زمعة اخی وابن ولیدة ابی ولد علی فراشه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہیں کیونکہ زانی کے فروع کیلئے مزنہ کے فروع حرام نہیں ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

..... (محمد فرید عفی عنہ)

حبلی من الزنا سے نکاح صحیح اور غیر زانی کی صورت میں وضع حمل تک جماع حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواری لڑکی سے ایک غیر مرد نے ہم بستری کی جس کی وجہ سے اسے حمل ہو گیا، والدین نے غیرت بچانے کی خاطر کسی آدمی سے اس لڑکی کا نکاح کروادیا، چار ماہ بعد بچہ پیدا ہوا اور کچھ دیر بعد مر گیا، کیا اس حبلی من الزنا کے ساتھ یہ نکاح جائز تھا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد آفتاب بٹالین..... ۱۸/۷/۱۹۷۴

الجواب: اس لڑکی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح درست ہے لیکن وضع حمل سے پہلے جو جماع کیا ہے وہ حرام ہے، بشرطیکہ یہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، کما فی الدر المختار: وصح نکاح حبلی من زناً لا من غیره وان حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع لئلا یسقی مائه زرع غیره (فروع) لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً (بحذف یسیر) (ہامش رد المحتار ۲: ۴۰۱ قبیل الولی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فقال رسول الله ﷺ هو لك يا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة بنت زمعة احتجی منه لما رأى من شبهة بعثة فما راها حتى لقی الله، وفي رواية قال هو اخوك يا عبد بن زمعة من اجل انه ولد على فراش ابیه، متفق علیه.

(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۲۸۷ باب اللعان الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال العلامة الافندی: وبحل لاصول الزانی وفروعه اصول المزنی بها وفروعها.

(رد المحتار ہامش الدر المختار ۲: ۳۰۳ فصل فی المحرمات)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۲: ۳۱۶ قبیل مطلب فیما لو زوج المولی امته)

مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک رشتہ دار کنواری عورت سے زنا کرتا رہا، تین سال تک ان کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات قائم رہے، بالآخر حمل ہو کر ساقط کر دیا گیا، اور بے خبری میں اس مزنیہ کی پھوپھی سے نکاح پڑھایا گیا، جب یہ راز افشا ہوا تو اس لڑکی کے اقرباء نے اس بات کا بے حد برامانا، کہ ایسے گنہگار کو ہم ہرگز لڑکی دینے کو تیار نہیں، اور پھر سورۃ النور کی اس تشریحی حکم کہ ”حرام ہے اہل ایمان کیلئے کہ وہ جانتے بوجھتے اپنی لڑکیاں ایسے فاجروں (عام زانیوں) کو دیں“ کا بھی ان پر اطلاق ہوتا ہے اور ”الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک و حرم ذلک علی المؤمنین“، ویسے بھی زانی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا مطلب امام احمد رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ سرے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اب اسلامی قوانین کے مطابق کیا اس مظلومہ منکوحہ کا نکاح اس شخص سے ختم نہیں ہو جاتا؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد بشیر حلیم کیمپور

الجواب: یہ دوسرا نکاح درست ہے کیونکہ مزنیہ کی پھوپھی محرمات میں سے نہیں ہے، قال اللہ تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذلکم (الآیۃ) ﴿۱﴾، واما قوله تعالى: الزانی لا ینکح (الآیۃ) فقیل منسوخ وقیل المقصود نفی اللیاقۃ الایہ فالہم ﴿۲﴾. وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق ﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۴)

﴿۲﴾ قال العلامة علاؤ الدین علی بن محمد: وقال سعید بن المسیب وجماعة ان حکم الایۃ منسوخ وکان نکاح الزانیۃ حراما بهذه الایۃ ثم نسخت بقوله تعالى (والکھوا الایہامی منکم) فدخلت الزانیۃ فی هذا العموم واحتج من جوز نکاح الزانیۃ بما روى عن جابر..... وقیل فی معنی الایۃ ان الفاجر الخبیث لا یرغب فی نکاح الصالحۃ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاملہ مزنیہ سے نکاح اور اس شخص پر جرمانہ عائد کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نو جوان عاقل بالغ لڑکی بقائمی ہوش و حواس رضا مندی ایک جوان العمر شخص کے ساتھ شادی کرنے کی غرض سے عدالت میں بیان قلم بند کر کے اس سے شادی کرے، گاؤں میں پارٹی بازی ہے اور ہمارا امام صاحب جو مستند عالم نہیں ہے، بلکہ ریٹائرڈ فوجی ہے اور اب امام بن گیا ہے مسمیٰ مذکورہ کے خلاف شرعاً حکم صادر کیا، جبکہ امام خود بھی ۴۵ سال ہونے کے باوجود غیر شادی شدہ ہے، امام صاحب کو کہا گیا ہے کہ لڑکی حاملہ ہے لیکن حاملہ ہونے کا کوئی ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے، امام صاحب نے اسی بنیاد پر شادی کرنے والے شخص پر ایک سو بیس آدمی کی روٹی بطور ڈنٹ عائد کی اور اس کے ساتھ سلام و کلام کو بند کیا، سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ نیز شادی کرنے والے پر ڈنٹ عائد ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نور الحق کوہالہ مری براستہ آزاد کشمیر

الجواب: اگر یہ لڑکی حاملہ ہو تو تب بھی نکاح صحیح ہے لیکن وضع حمل سے پہلے اس کے ساتھ جماع نہیں کیا جاوے گا، جبکہ حمل اس لڑکے سے نہ ہو، اور اگر حمل اس لڑکے سے ٹہرا ہو تو جماع بھی جائز ہے، فی الدر المختار: وصح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤها حتی تضع (فروع) لونکحھا (بقیہ حاشیہ) من النساء وانما یرغب فی نکاح فاجرة خبیثة مثله او مشرکة والفاسقة الخبیثة لا ترغب فی نکاح الصلحاء من الرجال وانما ترغب فی نکاح فاسق خبیث مثلھا او مشرک وحریم ذلک علی المؤمنین ای صرف الرغبة بالکلیة الی نکاح الزوانی وترک الرغبة فی الصالحات العفاف محرم علی المؤمنین ولا یلزم من حرمة هذا حرمۃ التزوج بالزانیة.

(تفسیر خازن ۳: ۲۸۰ سورة النور آیت: ۲)

الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له انتهى باختصار یسیر ﴿۱﴾.

ملاحظہ:..... غیر کفو کے ساتھ نکاح نا منظور ہے ﴿۲﴾ اور ڈنٹ رسم جاہلیت ہے۔ وهو الموفق

مسلمان عورت کا غیر مسلم سے نکاح کا عدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت مسلمان ہوگئی اور دادا

نے جبراً ایک غیر مسلم کو نکاح پردے دی کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عصمت بیگم زیدہ مردان..... ۱۴/ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کے درمیان عقد نکاح نا منظور اور کالعدم ہے، خواہ یہ نکاح

طوعاً ہو یا کرہاً ہو، اور خواہ یہ غیر مسلم اہل کتاب ہو یا غیر اہل کتاب، کما فی البدائع (۲: ۲۷۱) ومنها اسلام

الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز النكاح المؤمنة الكافر لقوله تعالى: ولا تنكحوا

المشركين حتى يؤمنوا (الآية)..... والنص وان ورد في المشركين لكن العلة وهي الدعاء الى

النار يعم الكفرة اجمع فيتعمم الحكم بعموم العلة فلا يجوز انكاح المسلمة الكتابي كما لا

يجوز انكاحها الوثني والمجوسي لان الشرع قطع ولاية الكافرين عن المؤمنين بقوله تعالى:

ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا (الآية) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۱۶، ۳۱۷ قبیل مطلب فی مالوزوج المولیٰ امتہ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: نفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضا ولی..... وله ای للولی اذا كان

عصبة..... الاعتراض فی غیر الکف فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح مالم تلد منه

ویفتی فی غیر الکف بعدم جوازه اصلاً وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۲۲ باب الولی)

﴿۳﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ من شروط صحة النکاح ان لا تكون مشرکة)

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائیہ عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے کہ وہ اپنے مذہب پر ہو، اگر ایک مسلمان عیسائیہ عورت سے اس امید پر نکاح کرے کہ وہ مسلمان بننا ظاہر کرے کہ نکاح کی وجہ سے مسلمان ہو جائے گی تو اس صورت میں اس عیسائیہ سے نکاح کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سید رحیم اللہ شاہ اضاحیل بالانوشہرہ..... ۱۴۰۲ھ

الجواب: موجودہ دور کے عیسائی مسئلہ نبوت، قیامت، اور جنت و دوزخ سے منکر ہوئے ہیں لہذا ان سے نکاح جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ اگر ان میں سے کوئی عورت ان امور پر قائل ہو تو اس سے نکاح ﴿۱﴾ قال الشاہ اشرف علی التہانوی: لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں ایسوں کیلئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۲: ۲۱۳ کتاب النکاح وتفسیر بیان القرآن ۳: ۹)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(فتاویٰ دارالعلوم قدیم ۲۰۱: ۱۶۰)

وقال العلامة شبیر احمد عثمانی: ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا..... موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسانا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔

(فوائد عثمانیہ علی تفسیر عثمانی ۹۶: ۷ سورة المائدة پارہ: ۶)

درست ہے، لیکن بہتر نہیں ہے، کما فی الہندیۃ ۱: ۲۸۱ ویجوز للمسلم نکاح الکتابیۃ الحربیۃ..... والاولیٰ ان لا یفعل ﴿۱﴾۔ اور بسا اوقات ایک غیر افضل کام عوارض خارجیہ کی وجہ سے افضل ہو جاتا ہے، پس اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن یا مظنون ہو تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے، لیکن واقعات یہ ہے کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے اور شوہر کا اور شوہر کی اولاد کا خلاف اسلام امور سے مالوف ہونا مظنون ہوتا ہے پس یہ حیلہ اور بہانہ سودمند نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

عیسائی عورت سے نکاح اور ماں باپ کے ساتھ معاملات کے متفرق احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ ایک مسلمان نوجوان عرصہ سات سال سے اعلیٰ تعلیم کیلئے ایک عیسائی ملک چلا گیا ہے اس وطن کے قوانین کے مطابق وہاں سکونت اختیار کرنے کیلئے عیسائی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت والدین مندرجہ ذیل امور میں رہنمائی چاہتے ہیں:

(۱) کیا موجودہ زمانہ کے عیسائی کتاب و سنت میں مذکور عیسائیوں جیسے اہل کتاب سمجھے جاتے ہیں؟

(۲) جن کو اہل کتاب سمجھا جاتا ہے ان میں تثلیث پرست شامل ہیں یا نہیں؟.....

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرك)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: الحنفیۃ قالوا یحرم تزوج الکتابیۃ اذا کانت فی دار الحرب غیر خاضعة لاحکام المسلمین لان ذلک فتح لباب الفتنة فقد ترغمه علی التخلق باخلاقها التي یا باها الاسلام ویعرض ابنه للتدین بدین غیر دینہ ویزج بنفسه فیما لا قبل له به من ضیاع سلطته التي یحفظ بها عرضها وغیر ذلک من المفساد فالعقد وان کان یصح الا ان الاقدام علیہ مکروه تحریم لما یترتب علیہ من المفساد اما اذا کانت ذمیۃ ویمكن اخضاعها للقوانین الاسلامیۃ فانه یکره نکاحها تنزیهاً.

(الفقه علی المذاهب الاربعۃ ۴: ۷۴ مبحث المحرمات لاختلاف الدین)

(۳) اور لڑکی عیسائی رہے کیا ان کا نکاح جائز ہوگا؟

(۴) نکاح کرنے سے پہلے یا بعد یہ لڑکی سر کے ساتھ خط و کتابت شروع کرے کیا اس کا

جواب دینا چاہئے؟

(۵) شادی کے بعد وہ بہو ہر مسلم و غیر مسلم سوسائٹی میں شوہر کے ہمراہ یا اس کے بغیر نقل و حرکت

کرتی ہے اس صورت میں خواہ بہو عیسائی رہے یا مسلمان ہو جائے تو سر بہو سے خط و کتابت اور لڑکی کے پاس آ جا سکتا ہے؟.....

(۶) بیٹا عیسائی مذہب اختیار کر لے تو اس صورت میں عیسائی بیٹے اور بہو سے کون سی تعلقات کی

ممانعت ہوگی؟

نوٹ:..... لڑکے نے والدین کو اس طرح کا ایک خط لکھا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

”میں لڑکی کو ایک انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہوں اس کی ذات پات، اس کے رنگ، مذہب اور

ملکیت وغیرہ کو نہیں پرکھتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق ہے جو باتیں پاکستان میں ضروری سمجھی جاتی ہیں ان کا یہاں شمار نہیں ہوتا مشرق اور مغرب کا ملاپ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکے گا، شادی کے بعد بھی میری طرف سے آپ سے وہی رشتہ رہے گا۔“

المستفتی: غلام نبی مدرسہ عربیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ..... ۱۶/۳/۱۹۷۲ء

الجواب: (۱) چونکہ موجودہ زمانہ کے عیسائی اکثر طور دہری بن چکے ہیں لہذا ان پر بلا تحقیق

اہل کتاب کے احکام جاری نہیں کئے جائیں گے، ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا نبوت اور

ارسال کتب سے منکر ہیں یا قیامت اور جنت و دوزخ سے منکر ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہوں گے۔ ﴿۱﴾.....

﴿۱﴾ قال الشيخ العلامة الحافظ محمد ادریس الکاندھلوی: اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں

جو کہ مذہباً اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا..... (بقیہ حاشے اگلے صفحہ پر)

- (۲) اعتقاد تثلیث اور بنوت عیسیٰ (عیسیٰ ابن اللہ) اہل کتاب ہونے میں مخل نہیں ہے، لانہم کانوا یعتقدون بہما فی زمنہ ﷺ وهو ظاهر المذہب ﴿۱﴾۔
- (۳) اگر یہ لڑکی اہل کتاب ہو یعنی پیغمبر اور کتاب منزل کو مانتی ہو تو نکاح جائز ہے۔
- (۴) خط و کتابت میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- (۵) نقل و حرکت میں مسلمہ وغیر مسلمہ کا خاص فرق نہیں ہے، خط و کتابت اور آنا جانا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

(۶) اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ:..... یہ زندقہ کے الفاظ ہیں۔ وهو الموفق

شیعہ سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سنی عورت کا شیعہ

(بقیہ حاشیہ) نصرانی ہوں خواہ عقیدۂ وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا لہذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سانہ ہوگا۔

(تفسیر معارف القرآن ۲: ۴۴۶ سورة المائدة آیت: ۵ پارہ: ۶)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في البحر وحاصله ان المذهب الاطلاق لما ذكره شمس الانمة في المبسوط من ان ذبيحة النصراني حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة او لا لاطلاق الكتاب هنا والدليل ورجحه في فتح القدير بان القائل بذلك طائفتان من اليهود والنصارى انقرضوا لا كلهم مع ان مطلق لفظ الشرك اذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف الى اهل الكتاب الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۱۴ قوله وصح نکاح کتابیة باب المحرمات)

آدمی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکی کی مرضی نہ ہو اور اس کے والدین نے پیسوں کی خاطر نکاح کر کے دے دیا ہو پھر یہ لڑکی اس سے بھاگ کے آگئی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، کیا یہ دوسرا نکاح بھی جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ محمد اکرم مین بازار سرگودھا..... ۲۵/۴/۱۹۷۲

الجواب: اگر والدین نے اس لڑکی کو بغیر اس کی مرضی کے نکاح سے دیا ہو تو یہ نکاح نا منظور اور کالعدم ہے بشرطیکہ لڑکی بالغہ ہو اور اطلاع نکاح پاتے ہی رد کر دیا ہو، (فی الہندیۃ ۱: ۳۰۵) لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنها ﴿۱﴾ اور اگر نکاح حالت عدم بلوغ میں ہوا ہو اور یہ شیعہ کافر ہو یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کا قائل ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قاذف ہو وھکذا، تو یہ نکاح کالعدم اور نا منظور ہے اور دوسرا نکاح (سنی مسلمان) کے ساتھ درست ہے، لانہ کافر صرح بہ فی رد المحتار ۳: ۲۲۸ ﴿۲﴾ ونکاح المسلمۃ من الکافر لا یصح اجماعاً ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۷ الباب الرابع فی الاولیاء)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا شک فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقد اللوہیۃ فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

(رد المحتار ہامش الدر المختار ۳: ۳۲۱ مطلب فی حکم سب الشیخین)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزیری: ولا یحل للمسلمۃ ان تتزوج الکتابی، کما لا یحل لھا ان تتزوج غیرہ (ای غیر الکتابی من الکافر) فالشرط فی صحۃ نکاح المسلمۃ ان یکون الزوج مسلماً ودلیل ذلک قوله تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکۃ حتی یؤمن، (البقرۃ) وقوله مخاطباً للرجال: ولا تنکحوا المشرکین حتی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ عورت یا مرد سے سنی کا نکاح جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات سے نکاح کا کیا حکم ہے، کیا عدم جواز اس صورت میں ہے کہ عورت شیعہ ہو اور مرد سنی ہو یا عورت سنی اور مرد شیعہ ہو، تفصیل سے مطلع فرمائیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد سردار کوہاٹ..... ۵/۱۰/۱۹۷۸

الجواب: پاکستانی اور ایرانی شیعہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ یہ لوگ ضروریات دین سے منکر ہیں، کما یدل علیہ مافی رد المحتار ۳: ۲۲۸ و کذا قال فی شرح منیة المصلی ان سبب الشیخین ومنکر خلافتہما ممن بناہ علی شبهة له لا یکفر بخلاف من ادعی ان علیا الہ وان جبرئیل غلط (الی ان قال الشامی) و کذا یکفر قاذف عائشة ومنکر صحبة ابیہا لان ذلک تکذیب صریح القرآن کما مر فی الباب السابق ﴿۱﴾. لہذا شیعہ عورت یا مرد سے نکاح ان کی کفر کی وجہ سے جائز نہیں ﴿۲﴾ ای لکفر ہم بعد ادعاء اسلامہم وهو ارتداد (بقیہ حاشیہ) يؤمنوا، (البقرة) فہاتان الآيتان تدلان علی انه لا یحل للرجل ان ینکح المشرکة علی ای حال کما لا یحل للمرأة ان تنکح المشرک علی ای حال الا بعد ایمانہم ودخولہم فی المسلمین. (الفقه علی المذاهب الاربعة ۴: ۷۳ مبحث المحرمات لاختلاف الدین) ﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۳: ۳۳۹ قبیل مطلب الامام یصیر اماما بالمبایعة) ﴿۲﴾ قال العلامة علاء الدین السمرقندی: لا یحل وطء المشرکات بنکاح ولا بملک یمین لقولہ تعالیٰ: ولا تنکحوا المشرکات حتی يؤمن، (الآیة)..... واما المرتدة فلا یجوز لمسلم ولا لکافر ولا لمرتد نکاحها لانه لاملة لها للحال لانها ترکت ملة الاسلام فلا تقر علی ما صارت الیہ من الملة.

(تحفة الفقهاء ۲: ۱۹۲، ۱۹۳ بحث التحريم بسبب الشرك)

فی الحقیقة ﴿۱﴾. فافهم، وهو الموفق

رافضی اور شیعہ سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا اہل سنت والجماعت قریشی ہاشمی فرقہ حنفیہ سے تعلق رکھتا ہے بدقسمتی سے میرے بڑے چچا نے نو دس سال گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران میں بسر کر کے جب واپس پاکستان آئے تو کٹر قسم کے رافضی اور شیعہ بن کر آئے اور آج تک اس مسلک پر قائم ہے، بدقسمتی سے میرے چھوٹے چچا نے اپنے بھتیجے کو اپنی لڑکی دینے کا ابھی تک صرف وعدہ ہی کر رکھا ہے جبکہ وہ داماد بھی اپنے والد کے مسلک پر مضبوطی سے قائم ہے ہم سب خاندان نے ان سے قطع تعلق کر لیا ہے اب اس رشتہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نور محمد قریشی راولپنڈی..... ۷/ رمضان ۱۳۹۵ھ

الجواب: واضح رہے کہ ایران اور پاکستان کے روافض اسلام سے خارج ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح باطل اور کالعدم ہے، اما خروجهم عن الاسلام فلانهم معتقدون بتحریف القرآن سرأ ویتهمون بالافک علی الصدیقة وینکرون صحبة ابیہا، وفی ردالمحتار ۳۹۸: ۲ وبهذا ظهر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهیة فی علی (رضی اللہ عنہ) او ان جبرئیل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: (المرتد) شرعا الراجع عن دین الاسلام ورنہا اجراء کلمة الکفر علی اللسان بعد الایمان، قال ابن عابدین: هذا بالنسبة الی الظاهر الذی یحکم به المحاکم والا فقد تكون بدونه کما لو عرض له اعتقاد باطل او نوى ان یکفر بعد حین. (الدر المختار مع ردالمحتار ۳: ۳۰۹ باب المرتد)

فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة ﴿١﴾، انتهى بقدر الضرورة. واما عدم صحة النكاح فلقوله تعالى: فان علمتموهن مؤمنات (الآية) (ممتحنة) ﴿٢﴾ قلت: انهم ادعوا الاسلام اجمالا في بدء الامر ثم خرجوا منه في العاقبة فيكونون مرتدين ولا يكونون مثل اهل الكتاب لانهم يدعوا الاسلام فافهم، فانه من مزال الاقدام ﴿٣﴾ اورا گریہ ثابت ہو جائے کہ یہ رافضی (ناکح) اسلام سے خارج نہیں ہے ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہے ﴿٤﴾ تو اس میں عدم کفایت کے احکام جاری ہوں گے ﴿٥﴾ پس بہر حال اس نکاح سے اجتناب ضروری ہے۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)

﴿٢﴾ (سورة الممتحنة پارہ: ۲۸ آیت: ۱۰)

﴿٣﴾ قال العلامة محمد امين افندی: ويجب اكفار الروافض بقولهم برجة الاموات الى الدنيا وتناسخ الارواح وانتقال روح الاله الى الائمة وان الائمة آلهة وبقولهم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنهي الى ان يخرج وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط في الوحي الى محمد ﷺ دون علي كرم الله وجهه واحكام هؤلاء احكام المرتدين..... اعلم ان المفهوم من هذه النقول المنقولة عن علماء مذهبنا وغيرهم ان المحكوم عليه بالكفر في هذه المسائل حكمه حكم المرتد.

(رسائل ابن عابدين ۱: ۳۵۹ تنبيه الولاة والحكام على احكام شاتم خير الانام)

﴿٤﴾ قال العلامة الآفندی: واما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكتهم لان الحق عدم تكفير اهل القبلة وان وقع الزام في المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين. (فتاوى الشامية ۲: ۳۱۴ تحت قوله وصح نكاح كتابية فصل فی المحرمات)

﴿٥﴾ وفي الهندية: تعتبر الكفاءة في الديانة..... فلا يكون الفاسق كفأ للصالحة سواء كان معن الفسق اولم يكن. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۲۹۱ الباب الخامس فی الکفاءة)

شیعہ سنی کے نکاح میں اہل سنت مولوی کے بیٹھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نکاح منعقد ہوا جس میں لڑکی کا والد شیعہ تھا اس مجلس میں ایک مولوی صاحب بھی بیٹھا ہوا تھا جو اہل سنت سے تھا، ان کے متعلق اب بعض حضرات پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ نکاح اگرچہ اہل سنت کا تھا مگر لڑکی کا والد شیعہ تھا اسلئے اس مجلس میں یہ مولوی صاحب جو بیٹھا تھا یہ مجرم ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: انسپکٹر غلام رسول..... ۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: ایسی مجلس میں شامل ہونے کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے البتہ نکاح محرم میں شمولیت کرنا محرم ہے، لکونہ تعاوناً علی المعصیۃ ﴿۱﴾ و تقریراً للمنکر ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سنی شیعہ نکاح کرنے والوں اور اس مجلس میں شرکت کرنے والوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی المذہب ہے اور صالح شیعہ غالی ہے اب زید نے اپنی سنی لڑکی کا نکاح صالح کے لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ باپ جیسا غالی شیعہ ہے، اس مجلس نکاح میں عام مسلمانوں نے بھی شرکت کی، اب دریافت طلب یہ ہے کہ ان شرکاء عقد کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ان مذکورہ شرکاء کو نماز عید، جمعہ، جنازہ وغیرہ میں شریک ہونے دیا جائے یا

﴿۱﴾ قال الله تعالى: ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (الآیۃ).

(سورة المائدة بارہ: ۶ آیت: ۲)

﴿۲﴾ عن جریر بن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدر ان يغيروا عليه ولا يغيروا الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان يموتوا، رواه ابو داود وابن ماجه.

(شکوۃ المصابیح ۲: ۴۳۷ باب الامر بالمعروف الفصل الثانی)

نہیں؟ اور لڑکی کا نکاح بغیر طلاق کے کسی اور جگہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی عطاء اللہ چکڑالوی میانوالی..... ۵/۲/۱۹۷۶

الجواب: یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے، لکون الزوج کافراً کما فی ردالمحتار

۳۹۸:۲ وبهذا ظهر ان الرافضی ان كان ممن يعتقد الألوهية فی علی او ان جبرئیل غلط فی الوحی او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومه من الدين بالضرورة ﴿۱﴾ یہ لڑکی بغیر طلاق حاصل کرنے کے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور یہ ناکح اور گواہ اور نکاح خوان اگر مستحل ہوں تو ان پر توبہ ﴿۲﴾ اور تجدید نکاح ضروری ہے ﴿۳﴾ ورنہ ضروری نہیں ہے اور نماز و عبادت سے ان کا روکنا حرام ہے۔ وهو الموفق

قادیانی سے نکاح باطل اور کالعدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال قبل ایک

عورت کا نکاح ایک آدمی سے ہو گیا تھا ابھی معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس کے دو بچے بھی ہو گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: اختر..... ۳۰/۱۰/۱۹۷۷

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات کتاب النکاح)
 ﴿۲﴾ قال الملا علی قاری: اذا اعتقد الحرام حلالاً فان كان حرمة لعينه وقد ثبت بدليل قطعی یكفر والا فلا بان تكون حرمة لغيره او ثبت بدليل ظنی، وبعضهم لم یفرق بین الحرام لعينه ولغيره فقال من استحل حراماً وقد علم فی دین النبی ﷺ تحريمه كنكاح ذوی المحارم او شرب الخمر او اكل ميتة او دم او لحم یخرب من غیر ضرورة کافر.
 (شرح فقه الاکبر ۱۵۲ ومنها استحلال المعصية)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ما يكون کفراً اتفاقاً..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: چونکہ قادیانی ضروریات دین سے انکار اور زندیقیت کی وجہ سے کافر ہیں ﴿۱﴾ لہذا اس کا یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے اور عورت کو جلدی جدا ہونا چاہئے ﴿۲﴾ اور اہل اسلام پر اس کی معاؤنت ضروری ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) یبطل العمل والنکاح.

(الدرا المختار علی هامش ردالمحتار ۳: ۳۲۸ باب المرتد)

﴿۱﴾ قال العلامة مفتی کفایت اللہ الدہلوی: مرزا قادیانی نے اپنی تالیفات میں نبوت، مجددیت، محدثیت، مسیحیت، مہددیت کا اتنی صراحت اور اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے، ملت اسلامیہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کیلئے قطعاً تیار نہیں خواہ وہ نبوت ظلیہ بروز یہ جزئیہ کی تاویلات رکیکہ کی پناہ لے یا کھلم کھلا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہو مرزا قادیانی کے کفر کی اور بھی وجوہ ہیں مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی توہین، معجزات قرآنیہ کا انکار اور ناقابل اعتبار تاویلات سے ان کو رد کرنا یا استہزاء کرنا، اور چونکہ یہ امور مرزا صاحب کی تالیفات میں آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہیں اسلئے لاہوری جماعت کا انکار اور تاویلیں بھی لاہوری جماعت کو کفر سے نہیں بچا سکتیں، اگرچہ یہ دونوں جماعتیں اسلام کی مدعی ہیں لیکن عالم اسلام کے معتمد علیہ علماء ان دونوں کو ملت اسلامیہ سے خارج قرار دے چکے ہیں۔

(کفایۃ المفتی ۱: ۳۲۳ فصل چہارم فرقہ قادیانی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وحرّم نکاح الوثنیة) ویدخل فی عبد الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده قلت وشمل ذلك الدروز والنصيرية والتمانة فلا تحل مناكتهم الخ.

(ردالمحتار هامش الدرا المختار ۲: ۳۱۴ فصل فی المحرمات)

﴿۳﴾ قال الله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى.

(سورة المائدة پارہ ۶: آیت ۲)

مرزائیوں کے نکاح میں رجسٹرار کے تعاؤن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی شخص نے اپنی لڑکی کی مرزائی شخص سے شادی کر دی، جس کا عقد نکاح مرزائی نکاح خواں سے کرایا گیا، اور نکاح نامہ کی چار فہرستیں ٹائپ کر کے متعلقہ وارڈ نکاح رجسٹرار کو روانہ کیں، یعنی دفتر ٹاؤن کمیٹی میں فارم بھیج دیئے، نکاح رجسٹرار نے ان فارموں کو پڑھے بھی نہیں ہیں اب صرف فارم بوساطت نکاح رجسٹرار ٹاؤن کمیٹی کو روانہ کرنے ہیں کیا اس روانہ کرنے پر شرعی گرفت ہوگی؟ کیونکہ یہ تو مالا یطاق ترک موالات کی صورت ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: فضل کریم کہوٹہ راولپنڈی

الجواب: اگرچہ اس میں حرج نہیں ہے لیکن آپ کیلئے ضروری ہے کہ ایسے عمل سے بھی بچنے کی کوئی تدبیر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

قادیانی عورت مسلمان ہو کر دوبارہ قادیانی کے حوالے کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شادی شدہ جو مرزائی عقیدہ رکھتی تھی، قادیانی شوہر اور اس کے درمیان بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اختلاف پیدا ہو گیا، ذہنی تضاد کے باعث شوہر سے قانونی طور پر علیحدگی اختیار کر لی، اور آٹھ ماہ تک ایک سنی العقیدہ شخص کی کفالت میں رہی، اسی دوران میں اس کا شوہر مباشرت کرنے اور نان نفقہ دینے میں ناکام رہا، عورت نے دو مسلمان گواہوں کے روبرو عدالت میں پیش ہو کر مرزا غلام احمد کی نبوت سے انکار کر دیا اور ایک ممتاز عالم دین کے دست مبارک پر ﴿۱﴾ قال العلامة عمادا لدین ابن کثیر: یا مراء لله تعالیٰ عبادہ المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر، وترک المنکرات وهو التقویٰ وینہاہم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم۔

(تفسیر ابن کثیر ۲: ۱۰ سورہ المائدہ آیت: ۲)

اسلام قبول کیا، علماء دین نے فتویٰ صادر کیا کہ اگر عدت کے دوران میں شوہر نے بھی اسلام قبول کر لیا، تو صحیح ورنہ بعد از عدت یہ اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گی، لیکن حکام نے اس فتویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے ملکی عائلی قوانین کے تحت اسے قادیانی کی بیوی قرار دے کر اس کے ساتھ جانے کا حکم دے دیا، کیا شرعاً یہ اس قادیانی کی بیوی ہو سکتی ہے؟ نیز ہم مذکورہ حکام کے خلاف دعویٰ دائر کرنے کے مستحق ہیں کہ ایک مسلمان عورت کو مرزائی کی زوجیت میں دے کر زنا کاری پر مجبور کر کے اسلام کی توہین کی جا رہی ہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: محمد عجائب گوندل تھرپارکر، ۹/۱۰/۱۹۶۹ء

الجواب: اگر اس عورت نے مرزا غلام احمد کی نبوت اور مجددیت دونوں سے انکار کیا ہو اور مرزائیوں کے تمام عقائد سے بیزار ہوئی ہو تو اس عورت کو قادیانی کے حوالہ کرنا حرام ہے ﴿۱﴾ اور ہمیشہ کیلئے زنا پر مجبور کرنا ہے جو کہ مسلمان حاکم اور محکوم تمام کیلئے بدنام داغ ہے۔ وهو الموفق

قادیانی سے نکاح کا عدم اور حرام ہے اور اولاد صرف والدہ سے ثابت النسب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان لڑکی کا نکاح قادیانی (لاہوری) سے کیا گیا، اور اولاد بھی پیدا ہوئی، پھر پوتے پوتیاں اب جبکہ وہ غیر مسلم قرار دئے گئے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملازم حسین راولپنڈی..... ۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: یہ نکاح حرام اور کالعدم ہے اور اولاد کا نسب صرف والدہ سے ثابت ہے اور اسی مرزائی سے ثابت نہیں، کما فی الدر المختار ۳: ۵۵۵ وفی مجمع الفتاویٰ نکح کافر مسلمة ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واذا اسلم احد الزوجین ... عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فبها والا بان ابی او سکت فرق بینهما۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۴۲۲ باب نکاح الکافر)

فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل ﴿۱﴾. وهو الموفق

لا علمی کی وجہ سے قادیانیہ کے ساتھ نکاح کرنے اور کرانے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گجرات کارہائشی ہوں میں نے جنوری ۱۹۷۵ء میں شہبازیہ نوشہرہ صدر سے اسلامی فقہ کے مطابق نکاح کیا نکاح مولانا..... خطیب مسجد درزیان نے پڑھایا، اس دوران میں لڑکی نے خود کو مسلمان خفی مذہب ظاہر کیا، ساڑھے تین سال جدہ میں میرے پاس آباد رہی، میں نے مسمی مذکورہ کو فریضہ حج کی ادائیگی کا کہا تو اس نے نازیبا الفاظ استعمال کئے اور کہا کہ میرا حج اکبر دسمبر میں ربوہ میں ہوتا ہے میں نے اس کو اسلام کی دعوت دی لیکن انکار کے بعد میں نے طلاق ثلاثہ دے کر پاکستان رخصت کیا، پوچھنا یہ ہے:

- (۱) کہ بوجہ لا علمی اس نکاح کے دوران میں جماع کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً کوئی تعزیر ہے؟
- (۲) بعد میں سول جج باختیارات فیملی جج گجرات نے نکاح کو غیر شرعی قرار دے دیا ان کی قادیانیت ثابت ہوگئی، تاہم اس نکاح کے کرنے والے مولوی پر کوئی گناہ ہوگا؟ یا گواہان گنہگار ہوں گے؟
- (۳) بوقت نکاح حق مہر پانچ ہزار معجل اور پانچ ہزار مؤجل رکھا تھا وہ نکاح کے دوسرے دن دے دیا تھا اب انکاری بھی ہے، اور عدالت سے رجوع کیا ہے اس مہر کا کیا حکم ہے؟.....
- (۴) اپنے سامان کے علاوہ تقریباً پچیس ہزار کا میرا سامان بھی لے گئی ہے اس کو واپس کر سکتا ہوں یا وہ اس کا ہوگا؟

(۵) ربوہ کا عقیدہ اور غلام احمد کو نبی کہنے والے اگر مسلمان کے ساتھ دھوکہ یا مذہبی توہین کا ارتکاب کریں تو حاکم وقت ان کا محاسبہ کرے گا یا نہیں؟ نیز حکومت نے ان کو غیر مسلم قرار دیئے ہیں، مگر یہ لوگ شناختی

کارڈ، پاسپورٹ اور مسلم فیملی لاء ۱۹۶۸ء کی عدالتوں کو دھوکہ دینے کیلئے اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں کیا یہ لوگ مسلم فیملی لاء ۱۹۶۹ء کے تحت مسلمان کے خلاف دعویٰ کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: محمد اورنگزیب خان لودھی کنجاہ گجرات ۱۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: (۱) قادیانیہ عورت مرتدہ ہے اور مرتدہ سے نکاح ناجائز اور کالعدم ہوتا ہے (شامی) ﴿۱﴾ بحر ﴿۲﴾ اور لاعلمی کی وجہ سے اس خاوند پر کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے، خصوصاً جبکہ شبہ عقد موجود ہے (شامی) ﴿۳﴾۔

(۲) چونکہ ناکح، خطیب (نکاح خوان) اور گواہان نے لاعلمی کی وجہ سے متعلقہ کارروائی کا ارتکاب کیا ہے لہذا ان میں سے کوئی بھی مجرم اور گنہگار نہیں ہوگا، لحدیث ورد بذلک ﴿۴﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویطل من النکاح والذبیحة والصيد والشهادة والارث، قال ابن عابدین: النکاح ای ولو لمرتدة مثله.

(الدر المختار مع رد المحتار ۳: ۳۳۰ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: فلا یتزوج المرتد مسلمة ولا کتابیة ولا مرتدة ولا یتزوج المرتدة مسلم ولا کافر ولا مرتد.

(البحر الرائق ۳: ۲۰۹ باب نکاح الکافر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا حد ایضا بشبهة العقد ای عقد النکاح، قال ابن عابدین: ای ما وجد فيه العقد صورة لاحقیقة..... او لكون اختها مثلاً فی نکاحه او هی مجوسیة او مرتدة فلا حد علیه وان علم الحرمة.

(الدر المختار مع رد المحتار ۳: ۲۸۱ مطلب فی بیان شبهة العقد کتاب الحدود)

﴿۴﴾ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال ان الله تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه رواه ابن ماجه والبیہقی وفي الجامع رواه ابن ماجه عن ابی ذر والطبرانی والحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباس وفي..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) صورت مسئلہ میں شبہ عقد کی وجہ سے حد ساقط ہے اور جماع کی وجہ سے مہر لازم ہے (شامی) ﴿۱﴾

(۴) آپ اپنے سامان یا اس کی قیمت لینے کے مجاز ہیں۔

(۵) مرتد لوگ اس دعویٰ کے مجاز نہ ہوں گے بلکہ فراڈ کرنے وغیرہ جرائم کی سزا ملنے کے مستحق

ہیں۔ وہوالموفق

مشرکہ عورت سے دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کا نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ متشرع

دیوبندی مسلک رکھنے والے مسلمان نوجوان مرد کا نکاح ایک بریلوی عقیدہ عورت جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے، عالم الغیب حاضر و ناظر اور کارساز بھی ہے بشریت سے منکر ہے، نیز تمام انبیاء عظام اور اولیاء کرام حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہیں وغیرہ، سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سیف الدین اٹک شہر..... ۱۹۸۳ء/۸/۷

(بقیہ حاشیہ) روایۃ للطبرانی عن ثوبان. (مرقاۃ المفاتیح ۱: ۱۱۷ باب ثواب هذه الامة) وفي انجاح الحاجة هامش ابن ماجة: ان الله تعالى رفع عن امتي الخ (ابن ماجة ۱: ۶۵) وقال العلامة ابن عابدين: (رفع عن امتي الخطأ) قال في الفتح ولم يوجد بهذا اللفظ في شيء من كتب الحديث بل الموجود فيها ان الله وضع عن امتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه رواه ابن ماجة وابن حبان والحاكم وقال صحيح على شرطهما.

(ردالمحتار ۱: ۴۵۴ مطلب في الفرق بين السهو والنسيان)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي مسألة النسيان اذ الحكم في تزويجهما معا البطلان وعدم وجوب المهر الا بالوطء كما في عامة الكتب الخ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲: ۳۱۰ باب المحرمات)

الجواب: ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں ہے، ایسی عورت مرتدہ ہے اور اہل کتاب سے بھی بدتر ہے ﴿۱﴾ لقوله تعالى: ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن (الآية) ﴿۲﴾. وهو الموفق

قبر پرست اور غیر اللہ کے نام نذر و نیاز کرنے والے کے ساتھ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پرست، پیر پرست غیر اللہ کے نام نذر و نیاز دینے والے اور دوسرے شرکیہ عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: صوفی محمد شریف کیمپور..... ۱۰/۲/۱۹۷۵

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے شخص کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح درست نہیں ہے، کما فی الہندیۃ ۱: ۲۹۹ ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسناها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدير ﴿۳﴾. وهو الموفق

پرچمی و خلتی پارٹی والوں سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ افغانستان میں پرچمی اور ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: لا یجوز نکاح المجوسیات ولا الوثنیات ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسناها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده كذا فی فتح القدير.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرك)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ: ۲ آیت: ۲۲۱)

﴿۳﴾ (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۲۸۱ القسم السابع المحرمات بالشرك)

خلقی ہیں اور مجاہدین کے مقابلہ میں لڑتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے اور ان کے نکاح ختم ہو چکے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمود حقانی ۱۳/۲/۱۹۸۷

الجواب: ہر اس شخص جس کا عقیدہ کمیونزم ہو اور کمیونزم کو موجب ترقی اور اسلام کو موجب تنزل کہتا ہو وہ مرتد ہے ﴿۱﴾ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں، اور ان کی زوجات کے ساتھ بعد از عدت نکاح کیا جاسکتا ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

فسخ نکاح کیلئے ارتداد موجب فسخ اور مجوز نکاح ثانی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جو کسی آدمی کا منکوحہ ہو اور صرف اسی ارادے پر کہ میرا نکاح ختم ہو جائے ارتداد اختیار کرے اور دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح ﴿۱﴾ قال العلامة الافندی: ذکر فی المسایرة ان ما ینفی الاستسلام او یوجب التکذیب فهو کفر، وقال الحصکفی: من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فهو ککفر العناد والكفر شرعا تکذیبه صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

وفی الہندیة: وبتحسین امر الکفار اتفاقا. (فتاویٰ عالمگیری ۲: ۲۷۷ کتاب الارتداد)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: لم تبین حتی تحيض ثلاثا او تمضی ثلاثة اشهر قبل اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب، قال ابن عابدین: وهل تجب العدة بعد مضی هذه المدة فان كانت المرأة حربية فلا لانه لا عدة علی الحربية وان كانت هی المسلمة فخرجت الينا فتمت الحیض هنا فکذلک عند ابی حنیفة خلافا لهما لان المهاجرة لا عدة علیها عنده خلافا لهما کما سیأتی بدائع وهدایة وجزم الطحاوی بوجوبها قال البحر وینبغی حملة علی اختیار قولهما.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۴۲۴ باب نکاح الکافر)

کرے تو کیا یہ پہلا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور جب اسلام قبول کرے تو یہ دوسرا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ..... ۱۴۰۲ھ/۴/۲

الجواب: عورت کی ارتداد جب خاوند سے جدائی کیلئے ہو تو موجب فسخ نکاح نہیں ہے اور دوسرے خاوند کیلئے مجوز نکاح نہیں ہے، والتفصیل فی رد المحتار ۲: ۵۴۰ ﴿۱﴾. وهو الموفق

شیعہ بن جانے سے سابقہ نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ایک لڑکی سے چھوٹی عمر میں نکاح ہوا ہے نکاح کے وقت دونوں مسلمان تھے بعد میں مرد نے شیعہ عورت کے ساتھ نکاح کیا، واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آدمی بھی شیعہ ہو چکا ہے لیکن آدمی خود انکاری ہے کہ میں شیعہ نہیں ہوں اس صورت میں اس شخص کا پہلی عورت کے ساتھ نکاح باقی ہے یا ختم ہوا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد الحمید ٹانک ڈی آئی خان..... ۱۹۶۹ء/۱/۱۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: لو ارتدت لمجى الفرقه منها..... تجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرا لها بمهر يسير كدينار وعليه الفتوى ولو الجية وافتى مشايخ بلخ بعدم الفرقه بردتها زجرا وتيسيرا لا سيما التي تقع في المكفر ثم تنكر قال في النهر والافتاء بهذا اولى من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما يقع منهن من موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر قال ابن عابدين: (قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصورا على ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منه بل قالوا ذلك سدا لهذا الباب من اصله سواء تعمدت الحيلة ام لا كي لا تجعل ذلك حيلة..... ولا يخفى ان الافتاء بما اختاره بعض ائمة بلخ اولى من الافتاء بما في النوادر الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۲۲۶ باب نكاح الكافر)

الجواب: تا وقتیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ یہ شخص شیعہ کے اس طائفہ میں داخل ہوا ہے جو کافر ہیں اس وقت تک پہلا نکاح باقی رہے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مہر معجل کی عدم ادائیگی سے نکاح کو نقصان نہیں پہنچتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے لڑکے بکر کے رشتہ کے واسطے خالد کے گھر جرگہ لے جاتا ہے خالد انکار کرتا ہے لیکن زید اور خالد کے سسرال خالد کو مجبور کرتے ہیں بالآخر خالد نے ایک شرط لگائی کہ زید بکر کی طرف سے لڑکی کو دس ہزار روپیہ نقد یا اس مالیت کی زمین مہر میں دے، اس شرط کو مانتے ہوئے سسرال یعنی زینب کا جد فاسد نکاح کر دیتا ہے جبکہ زینب اس وقت نابالغ تھی، بالغ ہونے پر زینب نے انکار کیا خالد نے متعدد دفعہ بکر سے بذریعہ جرگہ کہا کہ شرط پوری کر دو تو رشتہ اٹھا لو ورنہ رشتہ نہیں دوں گا، اس بات پر زینب کا جد فاسد اپنی جائیداد بکر کے نام بیع کر دیتا ہے کہ تم شرط پوری کرو، بکر انتقال درج کراتا ہے اور بوقت تصدیق انتقال بکر اس شرط و فاء کو فسخ کر کے روپوش ہو جاتا ہے اور درج شدہ انتقال کا غذات محکمہ مال سے خارج ہو جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اگر بکر اس شرط کو پورا کرے تو زینب کا نکاح جو جد فاسد نے کیا ہے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ شرط پورا نہ کرے تو بھی یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور زینب اس صورت حال میں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عظیم اللہ خان چٹہ بٹہ ہزارہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وبهذا ظهر ان الرافضی ان كان ممن يعتقد الألوهية في علی او ان جبریل غلط في الوحی او كان ينكر صحبة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضل علیا او يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۱۴ فصل في المحرمات قوله وصح نکاح کتابیہ)

الجواب: نسب خالہ کی بیٹی کا نکاح بکر کے ساتھ تا حال موجود ہے لہذا دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہے کیونکہ مہر معجل کے غیر ادا ہونے سے نکاح کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، نیز خیار بلوغ کی صورت میں بغیر قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہیں ہوتا، لان الحکم عند عدم قبض المعجل المنع الوطی وغیرہ فی الدر المختار: ولها منعه من الوطی ودواعیه لاخذ ما بین تعجیلہ انتہی مختصراً، قال العلامة الشامی ۲: ۳۶۷ وکذا لولی الصغیرۃ المنع المذكور ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ ۱: ۳۰۴ ویشرط فیہ القضاء بخلاف خیار العتق کذا فی الہدایۃ فان اختار الصغیر او الصغیرۃ الفرقة بعد البلوغ فلم یفرق القاضی بینہما حتی مات احدهما توارثا ویحل للزوج ان یطأھا ما لم یفرق القاضی بینہما ﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی کو بلا تحقیق خنثی کہا کہ کر باپ کے گھر بٹھانا ظلم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو سن بلوغ پہنچ جانے پر حیض آتا رہتا ہے پستان عورتوں کی طرح ہیں اس کے علاوہ دایہ بھی اس کی عورت ہونے کا اعتراف کرتی ہے، اس عورت کی شادی ہو گئی اور تین ماہ تک شوہر کے پاس خلوت میں رہی، اب شوہر نے بیوی سے کہا کہ اپنے باپ کے گھر بیٹھ جا کیونکہ میرے پاس آپ کا رہنا گناہ ہے، تو عورت نہیں ہے خنثی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ بیسواتو جروا

المستفتی: محمد عمر متعلم حقانیہ..... ۱۶/۱/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر عقد نکاح ان علامات کے ظہور کے بعد ہوا ہو تو یہ عقد لازم ہے اور یہ عورت

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۳۸۸، ۳۸۹ مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۸۵ الباب الرابع فی الاولیاء)

منکوحہ ہے ﴿۱﴾ بغیر طلاق کے آزاد نہیں ہو سکتی اور یہ شوہر اس اقدام میں ظالم ہے، یدل علی اصل المسئلة ما فی الہندیة ۶: ۴۶۳ ولو ظهر له ثدی کشدی المرأة اونزل له لبن فی ثدیہ او حاض فهو امرأة ﴿۲﴾ وهو الموفق

لڑکی کے نکاح میں فریقین کا دعویٰ اور صورت فیصلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی مطلقہ کا نکاح تیرہ جون کو زید کے ساتھ اجلاس عام میں کیا گیا بعد میں اکرم نے اسے اغوا کیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے ۲۳/ مئی کو اس کے ساتھ نکاح کیا ہے جبکہ اکرم اس تاریخ کو جیل میں پابند سلاسل تھا، اس کے چچا کا بیان ہے کہ میں نے اس سے جیل میں وکالت لی تھی اور لڑکی کا ماموں کہتا ہے کہ میں نے لڑکی سے وکالت لی تھی، اور یہ دونوں گواہ بھی پیش کرتے ہیں اور زید دعویٰ کرتا ہے کہ ۱۳/ جون کے نکاح کے علاوہ ۲۶/ اپریل پر بندہ نے اس کے ساتھ گندم کی کٹائی کے دوران میں دو گواہوں کے سامنے نکاح کیا ہے اب متواتر دو جرگوں نے لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ثابت کیا ہے، علاوہ ازیں امام صاحب مسجد کا بیان ہے کہ میں تیرہ جون سے ایک ہفتہ قبل اس لڑکی کو اپنے بھتیجے کے نکاح میں لانے کیلئے اس کے گھر گیا لیکن مہر میں راضی نہ ہونے کی وجہ سے واپس آیا، اب اس لڑکی کا نکاح کس کے ساتھ صحیح ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی نور حسین شاہ ڈم کھ کرک ۲/۱/۱۹۶۹

﴿۱﴾ قال العلامة الافندی: لو زوجہ ابوہ او مولاہ امرأة او رجلا لا یحکم بصحتہ حتی یتبین حالہ انہ رجل او امرأة فاذا ظهر انہ خلاف ما زوج بہ تبین ان العقد کان صحیحا والافباطل لعدم مصادفة المحل.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۸۱ کتاب النکاح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۶: ۴۵۷ الباب التاسع فی میراث الخنثی)

الجواب: اگر زید نے ۲۶/ اپریل کے عقد نکاح کے گواہ حکم یا حاکم کے سامنے پیش کئے تو سبقت تاریخ کی وجہ سے اس کا دعویٰ ثابت ہوگا، اور فریقین کیلئے شہادت پیش کرنے سے قبل عورت اس کی ہوگی، جس کیلئے عورت اقرار کرتی ہو، صرح بہ فی جمیع معتبرات الفقہ، قال صاحب الہدایۃ ۳: ۲۱۶ ویرجع الی تصدیق المرأة لاحدهما وهذا اذا لم یوقت البینتان فاما اذا وقتا فصاحب الوقت الاول اولی (یعنی اذا لم یکن الدعوی بعد الطلاق) وان اقرت لاحدهما قبل اقامة البینة فہی امرأته لتصادقہما وان اقام الآخر البینة قضی بہا لان البینة اقوی من الاقرار انتہی باختصار یسیر ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کنیز کے ساتھ جماع کرنے اور نکاح نہ کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ایک مسلمان چار عدد بیویاں رکھنے کے باوجود بے شمار کنیز بھی رکھ سکتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ جس کتاب کو میں مطالعہ کر رہا تھا اس میں لونڈیوں سے نکاح نہ کرنے کا لکھا تھا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: قاضی غلام نبی مردان..... ۱۹/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: مسلمان لونڈی سے مالک بغیر نکاح کے جماع کر سکتا ہے، لقولہ تعالیٰ: الا علی ازواجہم او ماملکت ایمانہم ﴿۲﴾ لیکن بشرطیکہ یہ کنیز مسلمان یا اہل کتاب ہو لان محل الجماع ہو هذا کما فی رد المحتار ﴿۳﴾.....

﴿۱﴾ (ہدایۃ ۳: ۲۱۸ باب مایدعیہ الرجلان)

﴿۲﴾ (سورۃ المؤمنون آیت: ۶ پارہ: ۱۸) (سورۃ المعارج آیت: ۳۰ پارہ: ۲۹)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وحرم نکاح المولیٰ امتہ والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ..... وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع قال ابن عابدین:..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

..... والبدائع ﴿١﴾ اپنی کنیر سے نکاح نہیں کیا جائے گا، لانہ کاستیجار مملوکہ ﴿٢﴾ وایضا

لقوله تعالى: كما امر. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وافاد بحرمة النکاح حرمة الوط بملک الیمین کما یأتی..... قوله کتابیہ اطلقہ فشمّل الحریۃ والذمیۃ والحرۃ والامۃ الخ.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۳۱۴ قبیل مطلب فیما لو زوج المولیٰ امته)

﴿١﴾ قال العلامة الكاسانی: والاصل ان لا يحل وطء كافرة بنکاح ولا بملک یمین الا کتابیات خاصۃ.

(البدائع الصنائع ۲: ۵۵۴ مبحث عدم نکاح المشرکۃ)

﴿٢﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا يتزوج المولیٰ امته ولا المرأة عبدها لان النکاح ما شرع الاثمرات بثمرات مشترکۃ بین المتناکحین والمملوکۃ تنافی المالکیۃ فیمتنع وقوع الثمرۃ علی الشرکۃ. (هدایۃ ۲: ۳۱۰ فصل فی بیان المحرمات)





.....: قال الله تعالى:

وانزل من السماء ماء،

فاخرجنا به ازواجنا من

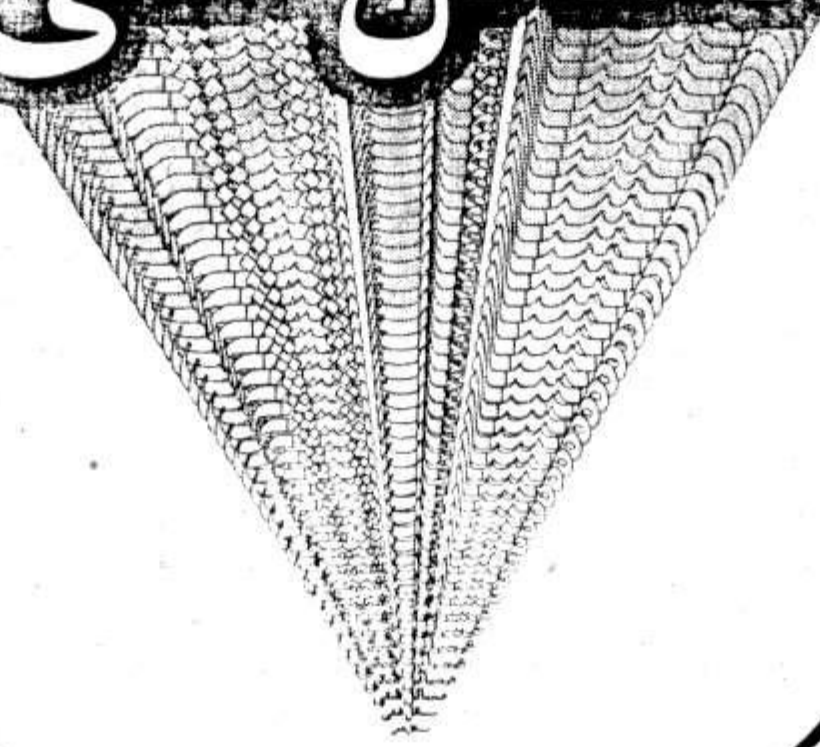
نبات شتى.

.....﴿طه: ٥٣﴾.....



نشان دین و دنیا نشان سعادت و نجات است

مسائل نشی



مسائل شتی

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے بیماری کی حالت میں لکھے اور سہ ماہی الفرید میں دارالافتاء کے عنوان سے شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد: ۷ شماره: ۱ سے جلد: ۸ شماره: ۴ تک کے ان مسائل کو جمع کر کے مسائل شتی کے عنوان سے برائے افادہ عام شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔..... (از مرتب)

سلام کے الفاظ میں اضافی کلمات کی مقدار

سوال: اگر کوئی شخص السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ کہدے تو جواب دینے والا اس پر اضافی کلمات کہیں گے یا نہیں؟ مثلاً ومغفرته وغیرہ؟

الجواب: افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والا اور مجیب دونوں ”وبرکاتہ“ تک الفاظ کہیں، کما فی الہندیۃ ۵: ۳۲۵ والافضل للمسلم ان یقول السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ والمجیب کذلک یرد، ولا ینبغی ان یزاد علی البرکات شیئ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لكل شیئ منتهی ومنتهی السلام البرکات کذا فی المحيط ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۵ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

البته ابو داؤد ۳۵۹:۲ باب کیف السلام میں ومغفرته کالفظ آیا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زلزلہ کے وقت مکان سے باہر نکلنا مستحب ہے

سوال: زلزلہ کے وقت مکان سے باہر فضا میں نکلنا جائز ہے یا مکروہ؟

الجواب: زلزلہ کے وقت چونکہ مکان اور چھت گرنے کا خطرہ ہوتا ہے اسلئے فضا میں نکلنا

مستحب ہے، كما فى الهندية ۵: ۳۷۹ رجل كان فى البيت اخذته الزلزلة لا يكره له الفرار الى الفضاء بل يستحب لما روى عن النبى ﷺ انه مر بحائط مائل فاسرع فى المشى فقليل له أتفر من قضاء الله قال أفر من قضاء الله الى قضاء الله الخ ﴿۲﴾ وهكذا فى البزازية على هامش الهندية ۶: ۳۷۱ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن سهل بن معاذ بن انس عن ابيه عن النبى ﷺ بمعناه زاد ثم اتى آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته فقال اربعون قال هكذا تكون الفضائل.
(سنن ابى داؤد ۳۵۹:۲ باب كيف السلام)

وقال الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى: وفى الدر المختار لا يستحب ان يزيد على وبركاته وقد ورد فى ذلك روايات مرفوعة فى مجمع الزوائد وفى جمع الفوائد عن ابن عباس ان السلام قد انتهى الى البركة وكذا عن ابن عمر انه كره الزيادة وفى الدر المنثور حكى الانتهاء الى البركة عن عروة بن الزبير وهكذا فى العالمگیریة عن على وابن عباس واورد الحافظ الآثار فى ذلك فى الفتح.

(التعليق على بذل المجهود فى حل ابى داؤد ۵: ۳۲۲ باب كيف السلام)

وقال فى اوجز المسالك بعد ما نقل كلام الحافظ: فغاية ما يثبت به الجواز والسنة ما عليها الروايات المعروفة. (هامش عمل اليوم والليلة للدينورى ۱۹۳ باب ثواب السلام)
﴿۲﴾ (فتاوى عالمگیریہ ۵: ۳۷۹ الباب الثلاثون فى المتفرقات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن البزاز الكردى: واذا تزلزلت (بقية حاشیه اگلے صفحہ پر)

حدیث ”من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة“ ثابت نہیں ہے

سوال: کیا یہ حدیث ثابت ہے ”من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة“۔

الجواب: ملا علی قاری نے کہا ہے، لا اصل له کما فی الموضوعات الكبرى صفحه: ۲۲۵ ﴿۱﴾، وفی الہندیۃ ص ۵: ۳۸۰ اما ما یقولون فی حق صفر فذلک شیء کانت العرب یقولونہ (واما الخبر المذكورة) فهو کذب محض کذا فی جواهر الفتاویٰ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

گردوغبار ختم کرنے کیلئے راستوں میں بقدر حاجت پانی چھڑکنا

سوال: بارش وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے گردوغبار ختم کرنے کیلئے سڑکوں اور راستوں پر پانی ڈالنا جائز ہے؟ بینواتوجروا

الجواب: بقدر حاجت جائز ہے، کما فی الملتقط (۲۱) لا بأس برش الماء فی الطريق لتسکین الغبار فالزيادة علی الحاجة لا تحل ﴿۳﴾، وهکذا فی (بقیہ حاشیہ) الارض وهو فی بیتہ له الفرار الی الصحراء لقوله تعالى ولا تلقوا بأيديکم الی التهلكة وفيه قيل الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین۔

(فتاویٰ بزازیۃ علی هامش الہندیۃ ۶: ۳۷۱ کتاب الکراہیۃ التاسع فی المتفرقات) ﴿۱﴾ قال العلامة نور الدین ملا علی قاری الہروی: حدیث ”من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة“ لا اصل له، وعلى هامشه ذكره تذكرة الموضوعات ۱۱۶ و كشف الخفاء ۲: ۳۲۷۔ (الموضوعات الكبرى للقاری ۲۲۵ رقم حدیث: ۸۸۶)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۸۰ الباب الثلاثون فی المتفرقات)

﴿۳﴾ (الملتقط فی الفتاویٰ الحنفیۃ ۲۱ کتاب الطہارات)

الہندیۃ ۵: ۳۸۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

نوافل میں آیت واحدہ کی تکرار مکروہ نہیں

سوال: بعض کتابوں نے نماز حاجت کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔ مثلاً پہلی رکعت میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل سو بار دوسری میں وافوض امری الی اللہ سو بار یا سورۃ اخلاص کو اتنی بار وغیرہ، کیا تکرار آیات ایک رکعت میں جائز ہے؟

الجواب: نفلی نماز میں یہ تکرار مکروہ نہیں اور فرض نماز میں بغیر کسی عذر اور نسیان کے مکروہ ہے، کما فی الہندیۃ ۱: ۱۰۷ او اذا کرر آية واحدة مراراً فان كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلك غير مكروه، وان كان في الصلوة المفروضة فهو مكروه في حالة الاختيار واما في حالة العذر والنسيان فلا بأس هكذا في المحيط ﴿۲﴾. وهو الموفق

روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسروں کا سلام پہنچانا جائز ہے

سوال: بعض لوگ روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر دوسرے لوگوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ وہاں پر بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں۔

الجواب: یہ سلام پہنچانا جائز ہے، کما فی الہندیۃ ۱: ۲۶۵ ویبلغہ سلام من اوصیاءہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یتشفع بک الی ربک فاشفع لہ ولجميع المسلمين ﴿۳﴾، اور یہ سلف صالحین کا معمول رہا ہے، کما فی الملتقط ۹۴

﴿۱﴾ وفي الہندیۃ: لا بأس برش الماء في الطريق لتسكين الغبار والزيادة على الحاجة لا تحل. (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۸۱ قبیل کتاب التحری)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۰۷ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاة وما لا یکرہ)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶۵ خاتمة فی زیارة قبر النبی ﷺ)

قال عمر بن عبد العزيز لرجل اذا قدمت المدينة واتيت قبر النبي ﷺ فاقرأه مني السلام ﴿١﴾، سوائے نجدی لوگوں کے کسی نے اس پر نکیر نہیں کیا ہے۔

نابالغ یا کافر نے آیت سجدہ پڑھ لیا تو مکلف سامع پر سجدہ واجب ہے

سوال: کسی کافر یا نابالغ نے آیت سجدہ تلاوت کی یہ دونوں چونکہ اہل نہیں ہیں تو ان سے سننے پر سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب: نابالغ اور کافر پر سجدہ نہیں البتہ سننے والا اگر اہل اور مکلف ہے تو اس پر واجب ہے،
كما في الملتقط ٥٢ الصبي اذا تلا آية السجدة لا يجب عليه السجدة وتجب على من
سمع ذلك وكذلك الكافر والحائض ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ (الملتقط في الفتاوى الحنفية ٩٢ مطلب في الحاج عن الغير)
وقال الشاه اشرف على التهانوي: حضرت عمر بن عبد العزيز (جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں) سے
ثابت ہے کہ روضہ اقدس پر سلام پہنچانے کیلئے قصداً قاصداً کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں تو یہ ایک قسم کا اجماع
ہو گیا اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کیلئے سفر جائز ہے لانه اقرب الى الضرورة لكونه عملاً لنفسه، اور
وہ روایت یہ ہے: فی خلاصة الوفاء ٢٧٤ للسمهودی المتوفی ١٠١١ھ وقد استفاض عن عمر
بن عبد العزيز انه كان يردد البريد من الشام يقول سلم لي على رسول الله ﷺ، وقال الامام
ابوبكر بن عمر بن ابي عاصم النبيل من المتقدمين في مناسك له التزم فيها الثبوت (لعل
المراد انه لا يروى فيها الا الروايات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وكان عمر بن عبد العزيز
يبعث بالرسول قاصداً من الشام الى المدينة ليقري النبي ﷺ السلام ثم يرجع. (كذا كتب
الى المولوى محمد شفيع من الديوبند).

(بوادر النوادر ٢٠٣ تحقيق اعراس وزيارت روضه مقدسه)

﴿٢﴾ (الملتقط في الفتاوى الحنفية ٥٢ مطلب في زيارة القبور)

کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا

سوال: کیا کھانا کھانے کے بعد ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرنا جائز ہے۔ کیا یہ کاغذ کی بے حرمتی

نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب: کھانا کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ صاف کرنا مکروہ ہے، کما فی الہندیۃ

۵: ۳۲۲ حکى الحاكم عن الامام انه كان يكره استعمال الكواغذ فى ولیمۃ لیمسح بها

الاصابع و كان يشدد فيه و يزجر عنه زجراً بليغاً كذا فى المحيط ﴿۱﴾، البتہ یہ مخصوص قسم کا

کاغذ جو صفائی کیلئے بنایا گیا ہے مکروہ نہیں، لانہ لا قيمة له بعد القطع و كذا ليس هذا للكتابة

فافهم ﴿۲﴾، البتہ انگلیوں کو صاف کرنے سے پہلے چائنا سنت ہے، کما فی الہندیۃ ۵: ۳۳۷ و من

السنة لعق الاصابع قبل المسح بالمندیل كذا فى الوجیز للکردری ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

سوال: امام مالک رحمہ اللہ تابعی ہے یا تبع تابعی؟

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۲ الباب الخامس فى اداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: واذا كانت العلة فى الابيض كونه آلة للكتابة كما ذكرناه يؤخذ

منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها اذا كان قالعا للنجاسة غير متقوم كما قدمناه من جوازه بالخرق

البوالى وهل اذا كان متقوماً ثم قطع منه قطعة لا قيمة لها بعد القطع يكره الاستنجاء بها ام لا

الظاهر الثانى لانه لم يستنج بمتقوم نعم قطعه لذلك الظاهر كراهته لو بلا عذر بان وجد غيره لان

نفس القطع اتلاف.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۵۰ فصل فى الاستنجاء)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۳۷ الفصل الحادى عشر فى الكراهة فى الاكل وما يتصل به)

الجواب: تبع تابعی ہونے میں کوئی شک نہیں، البتہ آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص کی صحابیت اور امام مالک کا ان سے روایت کرنا ثابت ہے، ذکرہ فی المرقاة ۸: ۱ وقیل من التابعین اذروی انه روی عن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص وصحبته ثابتة ﴿۱﴾. وهو الموفق

موبائل میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا ذکر اللہ کی آواز بھر دینا

سوال: موبائل سیٹوں میں گھنٹی کی بجائے آیات قرآن یا کسی دوسرے ذکر وغیرہ کی آواز بھر دی جاتی ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا

الجواب: چونکہ اس سے مقصود اخبار اور اعلام ہوتا ہے اور فقہاء نے ذکر وغیرہ کو آلہ اعلام و اخبار بنانا مکروہ کہا ہے۔ کما فی الدر المختار: وقد کرهوا والله اعلم ونحوه لإعلام ختم الدرس حين یقرر، وقال الشامی: فإنه استعمله آله للإعلام ونحوه إذا قال الداخل یا الله مثلاً لیعلم الجلاس بمجيئه لیهیئوا له محلاً ویوقروه. (۵: ۶۰۶ قبیل کتاب احیاء الموات) ﴿۲﴾ البتہ اس میں ساز و سرود نصب کرنا بھی جائز نہیں۔ عام گھنٹی جو بغیر ساز کی ہو نصب کرنے کی اجازت ہے۔ وهو الموفق

مخصوص قسم کے کتوں کے ذریعے قاتل و چور کا کھوج لگانا

سوال: فوجی لوگ مخصوص قسم کے بیرونی ممالک سے کتے لاکر ان کے ذریعے قاتل، چور وغیرہ کا کھوج لگاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۸: ۱ تذکرۃ الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۵: ۶۰۶ قبیل کتاب احیاء الموات کتاب الحظر والاباحۃ)

الجواب: یہ یقینی نہیں بلکہ ظنی امر ہے، اور تجربہ سے یہ غلط بھی ثابت ہوا ہے، لہذا پاک شخص کے متہم ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے یہ عمل جائز نہ ہوگا ﴿۱﴾ اور اگر اتباع قرآن میں معتبر مانا جائے تو آیت قرآن کو مد نظر رکھنا چاہئے، قال اللہ تعالیٰ: ولا تقف مایس لک به علم (الایة) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ کسی بھی ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کیلئے شریعت مقدسہ نے ظاہر پر بنا کیا ہے کہ یا شہادت شرعیہ موجود ہو جائے یا اقرار سے ثابت ہو جائے تب کوئی ملزم مجرم ثابت ہو سکتا ہے، قال العلامة عبد اللہ الموصلی: وثبت السرقة بما ثبت به القذف یعنی بالاقرار مرة وبشهادة شاهدين كسائر الحقوق..... وينبغي ان يلحق المنقر الرجوع احتیالا للدرء فقد روى: انه عليه الصلاة والسلام اتى بسارق فقال له: اسرقت؟ ما اخاله سرق؟..... ويسأل الشهود عن کیفیتها وزمانها ومكانها وما هيتها..... ولا بد من حضور المسروق منه عند الاقرار والشهادة والقطع الخ (الاختیار لتعلیل المختار ۲: ۳۵۷ کتاب السرقة)

اس کے علاوہ کتوں کے ذریعہ معلوم کرنا یا عملیات کے ذریعہ کسی چور وغیرہ یا سحر کرنے والا معلوم کرنا مفید شبہ ہو سکتا ہے لیکن مفید ظن غالب اور یقین ہرگز نہیں ہے، اور شبہات یا ظنیات کی بنا پر کسی کو مجرم ٹھہرانا ہرگز شریعت میں جائز نہیں اور کتوں کے بارے میں تو عام قومی اخبارات میں بھی یہ بیان آیا تھا کہ ضلع کرک میں کتوں کے ذریعے ایک قاتل کا کھوج لگایا گیا تھا پھر مہینہ بعد وہ غلط نکلا اور اصل قاتل کوئی اور تھا، اور امام ولی اللہ دہلوی نے برائے شناختن دزد القول الجمیل میں ایک عمل لکھا ہے اور اس کے بعد خود فرمایا ہے: قلت ويجب على من اطلع على السارق بامثال هذه ان لا يجزم بسرقة ولا يشيع فاحشته بل يتبع القرائن فانما هي طريق اتباع القرائن قال الله تعالى ولا تقف مایس لک به علم (القول الجمیل ۱۷۲)۔

اور حضرت شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ میں حضرت شاہ صاحب کے اس عمل کے بارے میں استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں کہ جس کا اس طرح سے پتہ لگے اس کا تفحص بطریق شرعی کریں لیکن عوام اس حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر اس سوال کے جواب میں کہ یہ عمل کیسا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک بالکل ناجائز اس لئے کہ عوام حد تفحص سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۴: ۸۸ تعویذات و اعمال)..... (از مرتب)

﴿۳﴾ (سورة بنی اسرائیل پارہ: ۱۵ آیت ۳۶)

مردوں کیلئے سرخ کپڑے پہننا جائز نہیں

سوال: بعض لوگ قومی یا طبقاتی تعصب میں سرخ کپڑے پہنتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: مردوں کیلئے سرخ لباس پہننا جائز نہیں ہے کما فی رد المحتار ﴿۱﴾ وایضاً

رجح الحرمة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ﴿۲﴾، قلت ویؤید الحرمة الروایات الحدیثیة ایضاً ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فافادانها تحريمية الخ) هذا مسلم لو لم يعارضه تصريح غيره بخلافه ففي جامع الفتاوى قال ابو حنيفة والشافعي ومالك يجوز لبس المعصفر وقال جماعة من العلماء مكروه بکراهة التنزیه وفي منتخب الفتاوى قال صاحب الروضة يجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمر والاخضر بلا کراهة وفي الحاوی الزاهدی یکره للرجال لبس المعصفر والمزعفر والمورس والمحمر ای الاحمر حریرا کان او غيره اذا کان فی صبغه دم والا فلا ونقله عن عدة كتب وفي مجمع الفتاوى لبس الاحمر مکروه اقول ولكن جل الكتب على الکراهة كالسراج والمحیط والاختیار والمنتقى والذخيرة وغيرها وبه افتی العلامة قاسم. (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۵۲ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: وما فی المجتبى وشرح النقاية لابی المکارم الحنفی لا بأس بلبس الثوب الاحمر يفيد کراهة التنزیه لكن صرح صاحب تحفة الملوك بالحرمة فافادان المراد کراهة التحريم وهو المحمل عند الاطلاق ومثله فی معین المفتی وفي الاختیار شرح المختار ويکره الاحمر والمعصفر لانه عليه السلام نهى عن لبس المعصفر، وفي المحیط ويکره لبس الثوب الاحمر والمعصفر قال عليه الصلاة والسلام اياکم والحرمة فانها زی الشیطان ولا نهى کسوة النساء ويکره التشبيه بهن وللعلامة قاسم فتوى مفصلة طويلة فی حرمة لبس الاحمر کما فی فتاویٰ الکازرونی الخ.

(تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۲: ۳۵۵ تحریر مسئلة لبس الاحمر)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن عمر وقال مر رجل وعليه ثوبان احمران (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خراب انڈا خریدنے کے بعد دکاندار کو واپس کرنے کا مسئلہ

سوال: کسی نے انڈے خریدے، توڑنے پر معلوم ہوا کہ وہ گندے اور بے کار ہیں، کیا دکاندار کو واپس کر کے وہ رقم واپس لے سکتا ہے؟

الجواب: دکاندار کو واپس کر کے رقم (قیمت) واپس لے سکتا ہے، کما فی الہدایۃ من اشتری بیضاً او بطیخاً او قثاءً او خیاراً او جوزاً فکسرہ فوجدہ فاسداً فان لم ینتفع بہ رجع بالثمن (باب خیار العیب ۳: ۲۷) ﴿۱﴾. وهو الموفق

منگنی ہونے کے بعد ایک دوسرے کے گھر عیدی وغیرہ بھیجنا

سوال: یہاں جب منگنی ہو جاتی ہے تو جانبین ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی وغیرہ بھیجتے ہیں شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے۔

لا وارث میت کے حقوق مالی کی ادائیگی کا طریقہ

سوال: ایک شخص کی میرے پاس کچھ رقم تھی، میں انکار کر رہا تھا، اب اس کا کوئی وارث نہیں ہے، اس کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کروں؟

الجواب: اس لا وارث میت کی جانب سے اس کا وہ مال صدقہ کرے، فی شرح فقہ الاکبر:

(بقیہ حاشیہ) فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیہ رواہ الترمذی و ابو داؤد، وعن عمران بن حصین ان نبی اللہ ﷺ قال لا یرکب الارجوان الخ رواہ ابو داؤد.
(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۳۷۵ کتاب اللباس)

﴿۱﴾ (ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۶: ۱۸ باب خیار العیب)

رجل له حق على خصم فمات ولا وارث له تصدق عن صاحب الحق بقدر ماله عليه
ليكون وديعة عند الله، يوصلها الى خصمائه يوم القيامة (۱۵۸) ﴿۱﴾. وهو الموفق

وضو میں گردن کا مسح مشروع اور ثابت ہے

سوال: یہاں ایک مولوی صاحب لاؤڈ سپیکر پر ترجمہ کر رہا ہے کہتا ہے کہ مسح عنق حدیث سے ثابت نہیں ہے، لہذا یہ بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: مسح عنق مشروع اور مستحب ہے۔ عندنا وعند احمد وعند الشافعی فی روایۃ، اور روایات سے ثابت ہے، رواہ ابو عبیدہ والدیلمی وتاریخ اصفہان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقى الغل يوم القيمة، وكذا ما رواه ابو داؤد مرفوعاً يمسح رأسه حتى بلغ القذال وهو اول القفا وجه الدلالة ان بلوغ منتهى اليد الى القذال يستلزم مسح العنق، وقال مسدد مسح رأسه من مقدمته الى مؤخره حتى اخرج يديه تحت اذنيه وهو واضح الدلالة ﴿۲﴾. وهو الموفق ﴿۱﴾ (شرح فقہ الاکبر للقاری ۱۵۸ بحث التوبۃ)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: اعلم ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد وقال به الامام الشافعی فی روایۃ، والحجة على مشروعيته ما رواه ابو عبیدہ والدیلمی وتاریخ اصفہان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقى الغل يوم القيامة وكذا ما رواه ابو داؤد مرفوعاً يمسح رأسه حتى بلغ القذال وهو اول القفا، وجه الدلالة ان بلوغ منتهى اليد الى القذال يستلزم مسح العنق، وقال مسدد مسح رأسه من مقدمته الى مؤخره حتى اخرج يديه تحت اذنيه وهو واضح الدلالة، واعلم انه لم يرو ان العنق من الرأس وكذا لم يثبت اخذ الماء الجديد له فالانسب ان يمسح ببلة ظهور الكفين بعد الاذنين.

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اجتماعی ختم خواجگان پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہے

سوال: بعض لوگ اجتماعی ختم خواجگان پڑھتے ہیں کیا اس کا ہمیشہ پڑھنا بدعت نہیں؟

الجواب: منکرات (مثلاً یا شیخ عبد القادر جیلانی شینا اللہ) سے خالی ختم خواجگان

(بقیہ حاشیہ) (منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۱: ۲۸۸ باب ان الاذنین من الرأس) وقال العلامة عبد الحی اللکھنوی: ما روی ابو داؤد و احمد من حدیث طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأیت رسول الله ﷺ یمسح رأسه مرة واحدة حتی بلغ القذال، ووقع فی سنن ابی داؤد هو اول القفا..... ومنها ما روی الطحاوی فی شرح معانی الآثار..... عن طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده قال رأیت رسول الله ﷺ مسح مقدم رأسه حتی بلغ القذال من مقدم عنقه ومنها ما ذکره ابن السکن فی کتاب الحروف من حدیث مصرف بن عمر..... قال رأیت رسول الله ﷺ توضأ فمسح لحيته وقفاه..... ومنها ما رواه ابونعیم فی تاریخ اصبهان من حدیث ابن عمر ان النبی ﷺ قال من توضأ ومسح عنقه وقی الغل يوم القيامة ومنها ما رواه الديلمی فی مسند الفردوس من حدیث ابن عمر مسح الرقبة امان من الغل يوم القيامة..... ومنها ما رواه ابو عبيد فی کتاب الطهور عن عبد الرحمن بن مهدی عن المسعودی عن القاسم بن عبد الرحمن عن موسى بن طلحة انه قال من مسح قفاه مع رأسه وقی الغل يوم القيامة قال العینی فی شرح الهدایة هذا وان كان موقوفا لکن له حکم الرفع لانه لا مجال للرأی فيه، ومنها ما حکاه ابن الهمام من حدیث وائل فی صفة وضوء رسول الله ﷺ ثم مسح علی رأسه ثلاثا وظاهر اذنيه ثلاثا وظاهر رقبته واطنه قال ظاهر لحيته ثم غسل قدمه الیمنى الحدیث رواه الترمذی ثم قال ابن الهمام فيه دلیل علی ان مسح الرقبة ادب الخ.

(مجموعۃ سبع رسائل ۵، ۶، ۷ تحفة الطلبة فی تحقیق مسح الرقبة)

حصول برکت کیلئے مشائخ کا مجرب عمل ہے ﴿۱﴾، اور کسی بھی امر مندوب اور مستحسن پر دوام مندوب اور التزام مکروہ ہوتا ہے، والمعروف هو الدوام لا الالتزام فافهم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾.....☆ قال الشيخ العالم الفاضل محمد مراد القراني: واما هذه الختمات فالمرور منها من قدماء اكابر النقشبندية هو ختم خواجكان و كانوا يستعملونه عند ظهور حادثة و وقوع بلية برعاية شروطه من عدم الزيادة على الاعداد المعينة والنقص عنها و يصرفون هممتهم لدفعها لا انهم كانوا يستعملونه في جميع الاوقات و انما كان استعماله و استعمال غيره من الختمات على سبيل الدوام عند مشائخنا المتأخرين و يمكن اختيارهم ذلك على الدوام لامرین احدهما كثرة الحوادث و البلية في زماننا بحيث لا يخلو منها وقت كما يحكم به المشاهدة و الثاني ان لكل مقام مقالا و لكل ميدان رجالا فانهم لما رأوا عدم تأثر بعض الطالبين من طريق الخفية و احتفاظهم به اختاروا المداومة على تلك الختمات من اجلهم و ذلك جائز بل مطلوب الخ.

(هامش رشحات عين الحياة ۲۳۲ بیان الطريقة النقشبندية)

☆ قال الاستاذ الكامل السيد محمد حقی النازلی: اعلم ان الامام جعفر الصادق و ابويزيد البسطامي و ابو الحسن الخرقاني و من دونهم الى شاه النقشبندية قدس الله اسرارهم انهم اتفقوا في قضاء الحاجات و حصول المرادات و دفع البلاء و قهر الاعداء و الحساد و رفع الدرجات و وصول القربات و ظهور التجليات قد استعملوا هذه الفائدة الجليلة و الاسرار العریبة و هي الاستغفار مائة مرة و الفاتحة سبع مرات الخ.

(خزينة الاسرار الكبرى للحقی ۲۲۰ باب خواص ختم خواجكان)

﴿۲﴾ التزام ما ایلزم یعنی کسی شے کا اپنی حیثیت سے مافوق اہتمام کرنا بدعت ہوتا ہے التزام دو قسم کا ہے ایک التزام حقیقی کہ ایک شے ازم اور واجب نہ ہو اور اس کے لزوم اور وجوب کا اعتقاد کیا جائے تو یہ نذر کی صورت میں جائز ہے اور نذر سے ماہ مکروہ اور بدعت ہے۔ اور دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی چیز کو لازم اور واجب نہیں سمجھتا لیکن پھر اس سے یہ کام کرنا، وجیسا کہ عبد اللہ ابن سلام کا اقتداء..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روٹی کے اوپر سلا د کے پتے یا نمک رکھنا مکروہ نہیں

سوال: بعض علماء نے لکھا ہے کہ روٹی کے اوپر کاسہ وغیرہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن عام طور پر سلا د اور

نمکدان اس پر رکھے جاتے ہیں کیا یہ بھی مکروہ ہے؟

(بقیہ حاشیہ) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی (یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان (البقرة)) اور اسی طرح انصار کی ابتلاء میں یہ آیت نازل ہوئی (لیس البر بان تأتوا البیوت من ظهورها) اور اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار کیا، اسی طرح عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ان پر جو نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازمی سمجھ رہے تھے، حیث قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاته یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ (بخاری ۱: ۱۱۸) اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۲: ۵۳)

البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے کسی مستحب کا التزام ممنوع ہے اور اس پر دوام مطلوب ہے، قال رسول اللہ ﷺ خیر العمل ما دیم علیہ وقال رسول اللہ ﷺ احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل، (رواہ البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللہ عنہا) پس امر مندوب و مستحسن پر دوام مندوب ہے، الا ترى الی مداومة المحقق البغدادی علی تلاوة سورة الملك کل لیلۃ حیث حمد اللہ بذلك مع ان تلاوة سورة الملك من المستحسانات لا من الواجبات وكذا اهتمام بلال رضی اللہ عنہ لتحیة الوضوء واهتمام الصلحاء للقیام للتهجد وغیر ذلك من المستحبات.

التزام اور دوام کے درمیان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے پس جو شخص کسی مستحب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے اور التزام کے ساتھ کرتا ہے وہ دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا، اور جو شخص کسی مستحب کو کبھی کبھی کرتا ہے البتہ التزام کے اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں کیا، اور جو شخص کسی مستحب و مندوب امر کو ہمیشہ کیلئے کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم سمجھتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ مکروہ نہیں ہے، فی الہندیۃ (۵: ۳۴۱) ویجوز وضع کاغذ فیہا ملح علی الخبز ووضع البقول علیہ قال شمس الائمة الحلوانی کل ذلک جائز ﴿۱﴾۔

سنن قبلیہ نہیں پڑھے اور امامت کرے

سوال: جو امام ظہر کے پہلے چار سنن نہ پڑھے اور امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصل اربعاً قبل الظهر صلاہن بعدھا (ترمذی ۱: ۵۷) قلت ظاہر هذا الحديث يدل علی جواز امامة الذی لم یصل الراتبة ﴿۲﴾۔ فافہم

دو آدمی اکٹھا ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے

سوال: کوئی شخص ذبح کر رہا ہو لیکن اس میں پوری قوت نہیں ہے، لہذا دوسرا شخص اس کے ساتھ چھری پکڑ کر ذبح کر رہا ہے، تو ان میں سے کس پر تسمیہ پڑھنا واجب ہے؟

الجواب: دونوں پر پڑھنا واجب ہے، فی الدر المختار: وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوباً فلو ترکھا احدهما او ظن ان تسمیة احدهما تکفی حرمت (۵: ۲۳۵ کتاب الاضحیۃ) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نے دوام کیا اور التزام نہیں کیا اور بدعت سے بچ گیا، ہمارے حضرت (مفتی) صاحب کے ایک مرید نے آپ سے کہا کہ ہمیں ختم خواجگان کی اجازت دیجئے تو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اسے فرمایا کہ یہ کوئی لازمی چیز نہیں البتہ مجرب اور مستحسن ہے اور پھر اجازت دیکر فرمایا کہ کبھی کبھی چھوڑ دیا کریں اور طریقے کے اسباق کی پابندی کیا کریں (ماخوذ از مقالات فریدیہ وغیرہ)۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۱ الباب الحادی عشر فی الکراہۃ فی الاکل)

﴿۲﴾ (منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۲: ۲۹۴ باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظهر)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش الدر المختار ۵: ۲۳۵ قبیل کتاب الحظر والاباحۃ)

پہلے سلام کرے یا اجازت طلب کرے؟

سوال: کوئی شخص مکان کے اندر یا کمرہ میں بیٹھا ہو اور دوسرا شخص آجائے تو پہلے سلام کرے گا یا اجازت طلب کرے گا؟

الجواب: پہلے اجازت مانگے گا پھر سلام کرے گا، بخلاف الفضاء کہ پہلے سلام کرے گا پھر کلام کرے گا، كما في الهندية (۵: ۳۲۴) اذا اتى الرجل باب دار انسان يجب ان يستأذن قبل السلام ثم اذا دخل يسلم اولاً ثم يتكلم وان كان في الفضاء يسلم اولاً ثم يتكلم ﴿۱﴾. وهو الموفق

کیک اور ڈبل روٹی چھری کے ساتھ کاٹنا جائز ہے

سوال: بعض لوگ چھری یا چاقو کے ساتھ ڈبل روٹی اور کیک کاٹتے ہیں کیا یہ بے ادبی نہیں؟

الجواب: جائز ہے بے ادبی نہیں ہے، وفي الهندية (۵: ۳۴۱) وسئل عن (قطع الخبز بالسكين) على بن احمد فقال ينظر ان كان خبز مكة معجوناً بالحليب فلا يكره ولا بأس واما اذا لم يكن كذلك فهو من اخلاق الاعاجم كذا في التارخانية ﴿۲﴾.

حدیث ”کل قرض جر نفعاً فهو ربا“ کا ثبوت

سوال: کیا حدیث ”کل قرض جر نفعاً فهو ربا“ ثابت ہے؟

الجواب: ثابت ہے۔ عن علی قال: قال رسول الله ﷺ کل قرض جر منفعة فهو ربا، قال العسقلانی: رواه الحارث بن ابی اسامة واسنادہ ساقط وله شاهد ضعيف

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۲۴ الباب السابع فی السلام وتشمیت العاطس)

﴿۲﴾ (الفتاویٰ الهندیة ۵: ۳۴۱ قبیل الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات)

عن فضالة بن عبيد عند البيهقي وآخر موقوف عن عبد الله بن سلام عند البخاري، (بلوغ المرام لابن حجر ۲۸۲ باب الربا) ﴿۱﴾ قلت وله شواهد كثيرة تثبت صحته ومعناه، مثل ما رواه ابن ماجه (۱۷۷) باب القرض، عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اذا اقرض احدكم قرضا فاهدي له او حمله على الدابة فلا يركبها ولا يقبله الا ان يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك ﴿۲﴾، وهكذا رواه البيهقي في شعب الايمان كما في المشكوة (۱: ۲۴۶) الربا، وهكذا عن انس عن النبي ﷺ قال اذا اقرض الرجل الرجل فلا ياخذ هدية رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقى (مشكوة) ﴿۳﴾. وهو الموفق

زندہ آدمی کا اپنے لئے قبر تیار کرنے کا مسئلہ

سوال: بعض صوفی قسم کے لوگ اپنے لئے پہلے سے قبر تیار کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ فقہاء نے لا باس بہ کہا ہے، كما في الشامية:

﴿۱﴾ (بلوغ المرام من ادلة الاحكام ۲۸۲ قبيل باب التفليس والحجر)

﴿۲﴾ سنن ابن ماجه ۱۷۷ باب القرض)

﴿۳﴾ (مشكوة المصابيح ۱: ۲۴۶ باب الربوا الفصل الثالث)

وفي المنهاج: قال النبي ﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا اخرجه الحارث بن ابي اسامة عن علي امير المؤمنين وله شواهد كثيرة روى ابن ماجه عن انس مرفوعا بمعناه وروى عن ابي بن كعب وابن عباس وابن مسعود وفضالة بن عبيد وغيرهم موقوفا او هو محمول على اختلاف الانواع كما قال الطبري.

(منهاج السنن شرح ترمذی ۵: ۲۴ باب ماجاء في الصرف)

ویحفر قبراً لنفسه ای ولا بأس به وفي التارخانية لا بأس به ويؤجر عليه هكذا عمل عمر بن عبد العزيز والربيع بن خيثم وغيرهما (ردالمحتار كتاب الجنائز ۱: ۲۰۶) ﴿۱﴾
وهو الموفق

نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنا

سوال: بعض لوگ درود شریف وغیرہ پڑھتے وقت نام مبارک نبی ﷺ کے ساتھ لفظ سیدنا پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: یہ بدعت نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے مارواہ مسلم (۲: ۲۴۵) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد آدم يوم القيامة، اور رسول اللہ ﷺ دنیا و آخرت میں سید ہیں، قال النووی: قوله ﷺ يوم القيامة مع انه سيدهم في الدنيا والآخرة فسبب التقييد ان في يوم القيامة يظهر سودده لكل احد ولا يبقى منازع ولا معاند ونحوه بخلاف الدنيا الخ، (نووی علی مسلم ۲: ۲۴۵) ﴿۲﴾

مدارس دینیہ میں دستار بندی کی شرعی حیثیت

سوال: مدارس دینیہ میں دستار بندی کی جو رسم جاری ہے کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: دورہ حدیث کے طلباء کی دستار بندی تبرک اور اظہار اعتماد کیلئے کی جاتی ہے اس کیلئے اصل موجود ہے، اما التعمیم للتبرک فیدل علیہ ما رواہ ابو داؤد عن عبد الرحمن بن عوف وفي اسنادہ شیخ مجہول و کذا يدل علیہ ما رواہ ابو نعیم ان رسول اللہ ﷺ عمم علی بن ابی طالب فی غدیر خم، وما رواہ عن عمار بن یاسر ان

﴿۱﴾ ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۶۷ بعید مطلب فی اهداء ثواب القراءة للنبي ﷺ

﴿۲﴾ (شرح الكامل للنووی علی مسلم ۲: ۲۴۵ کتاب الفضائل)

رسول اللہ ﷺ عمو علیا حین بعثہ الی خیبر، و کذا التعمیم لظہار الاعتماد جائز
ایضا يدل عليه ما رواه البخاری ان النبی ﷺ عند اول الهجرة لم ينكر على
تعميمهم عبد الله بن ابي، والتفصيل في منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی
۵: ۲۱۲ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ذبح کے وقت تسمیہ کس وقت کہنا چاہئے؟

سوال: ذبح کے وقت تسمیہ پہلے سے شروع کرنا چاہئے یا چھری رکھ کر پڑھنا چاہئے؟

الجواب: یہ دونوں ساتھ ساتھ کرنا چاہئے اگر کچھ سیکنڈ تقدیم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، وفي
الهنديہ: واما وقت التسمية فوقتها على الذكاة الاختيارية وقت الذبح لا يجوز تقديمها
عليه الا بزمان قليل لا يمكن التحرز عنه واما وقت الاضطرارية فوقتها وقت الرمي
والارسال ص: ۲۸۶: ۵ ﴿۲﴾. وهو الموفق

حکومت کے خرچ پر حج کرنے سے فریضہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: حکومت اپنے ملازمین کو مختلف سکیموں کے ذریعے حج کراتے ہیں کیا اس طرح حج فرض
شمار ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب: اس سے حج فرض ادا ہو کر اس کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یہ حج کرنا اور رقم دینا بطور
تعاون ہے نہ کہ حج بدل، فی رد المحتار: بخلاف ما لو خرج ليحج عن نفسه وهو فقير فانه
﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ۵: ۲۱۱، ۲۱۲ باب سدل العمامة بين الكتفين)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۲۸۶ کتاب الذبائح الباب الاول)

وصولہ الی المیقات صار قادرا بقدرۃ نفسه ص ۴۶۰: ۲ کتاب الحج ﴿۱﴾.

عورت کیلئے پاکستان سے جدہ تک جہاز میں بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: اگر کوئی عورت صرف جہاز میں محرم کے بغیر سفر کرے پشاور ایئر پورٹ تک محرم ساتھ ہو

پھر جدہ میں بھی ہوائی اڈے پر محرم کھڑا ہو، اور پھر اپنے بیٹے کے ساتھ افعال حج ادا کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: پشاور سے جدہ تک یہ بلا محرم سفر جائز نہیں ہے، کما فی الصحیحین: لا یحل

لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخرۃ تسافر مسیرۃ یوم وليلة الا مع ذی محرم علیہا ﴿۲﴾،

اور حج ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ ضرور ہے، فی الدر المختار ولو حجت بلا محرم جاز مع

الکراہۃ ص ۴۶۵: ۲ کتاب الحج ﴿۳﴾. وهو الموفق

صاحب استطاعت کیلئے تبلیغ پر حج مقدم ہے

سوال: ایک شخص پر استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہو گیا ہے جبکہ وہ تبلیغ میں سال لگانے کا بھی

ارادہ رکھتا ہے اب کوئی عبادت مقدم کرے؟

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۲ مطلب العمل علی القیاس دون الاستحسان)

﴿۲﴾ قال ابن الہمام: ما فی الصحیحین عن قزعة عن ابی سعید الخدری مرفوعا لا تسافر

المرأة یومین الا ومعها زوجها او ذو محرم منها واخرجنا عن ابی ہریرۃ مرفوعا لا یحل لامرأة

تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم وليلة الا مع ذی محرم علیہا وفی لفظ لمسلم

مسیرۃ ليلة وفی لفظ یوم وفی لفظ لابن داؤد برید او هو عند ابن حبان فی صحیحہ والحاکم

وقال صحیح علی شرط مسلم وللطبرانی فی معجمہ ثلاثة امیال فقیل له ان الناس یقولون

ثلاثة ايام فقال وهموا. (فتح القدیر ۲: ۳۳۱ کتاب الحج)

﴿۳﴾ (الدر المختار هامش علی ردالمحتار ۲: ۵۸۱ قبیل مطلب فی فروع الحج وواجباتہ)

الجواب: جب حج فرض ہو چکا ہے تو تمام چیزوں پر حج کو مقدم رکھے، تبلیغ میں جانا عذر شرعی نہیں، اگر ایک سفر میں دونوں ہو سکتے ہوں تو بہت اچھا ہے۔

حالت فقر میں حج کے بعد دوبارہ حج لازمی نہیں

سوال: بعض فقیر لوگ عمرہ پر جا کر وہاں حج کیلئے ٹہرتے ہیں حالانکہ ان پر حج فرض نہیں ہوتا یہ شخص غنی ہو کر دوبارہ حج کرے گا یا اس سے فریضہ ساقط ہوا ہے؟

الجواب: فرضی حج کی ادائیگی کیلئے غنا شرط نہیں بلوغ کے بعد حج ادا کرنے سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، قال ابن عابدین: الفقیر الافاقی اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي..... وليفيد انه يتعين عليه ان لا ينوي نفلا على زعم انه لا يجب عليه لفقره لانه ما كان واجبا وهو آفاقى فلما صار كالمكي وجب عليه ﴿١﴾، ردالمحتار ص ۴۶۰: ۲ مطلب فی من حج بمال حرام. وهو الموفق

خطبہ نکاح کا سننا واجب اور اس دوران باتیں وغیرہ کرنا جائز نہیں

سوال: خطبہ جمعہ کے دوران میں لوگ آرام سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، کیا خطبہ نکاح میں بھی یہ احکام لاگو ہوں گے؟

الجواب: ہر خطبہ خواہ عیدین و جمعہ ہو یا نکاح اس کا سننا واجب اور اس دوران میں باتیں کرنا اور دوسرے امور میں مشغول رہنا وغیرہ ناجائز ہیں، کما فی الدر المختار: وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب كخطبة نکاح وخطبة عید وختم علی المعتمد ص: ۶۹: ۲ ﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵۵ کتاب الحج)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۰۶ مطلب فی حکم المرقی بین الخ باب الجمعة)

مکانات پر ہذا من فضل ربی لکھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ نئے مکانات بنا کر اس پر ہذا من فضل ربی کا بورڈ لگاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

الجواب: اگر یہ مکان حرام مال سے بنایا گیا ہو تو اس پر یہ لکھنا جائز نہیں ہے۔

افطاری کے وقت دعائیں ”وبک امنت“ کہنے کا حکم

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعائے افطاری میں وبک امنت کہنا بدعت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتو جروا

الجواب: یہ الفاظ معنی صحیح ہیں البتہ ماثور نہیں، قال الملا علی قاری : وبک امنت لا اصل لها وان كان معناها صحيحا وكذا زيادة عليك توكلت ولصوم غد نويت بل النية باللسان من البدعة الحسنة ، مرقاة شرح مشکواة ص ۲۶۸ : ۴ قبیل تنزیہ الصوم ﴿۱﴾ . وهو الموفق

آب زمزم کی خرید و فروخت کا مسئلہ

سوال: حج سے واپسی پر بعض حاجی جدہ اور کراچی میں آب زمزم خرید کر لاتے ہیں کیا آب زمزم کی خرید و فروخت جائز ہے؟ بینواتو جروا

﴿۱﴾ (مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ۲۶۸ : ۴ قبیل تنزیہ الصوم) وقال الشيخ محمد زكريا الكاندهلوی: وفي روضة المحتاجين ما اشتهر على الالسنه من زيادة (وبك امنت) كذا زيادة (وعليك توكلت) لا اصل لها وان كان معناها صحيحا. ويظهر منه ان الزيادة ثابتة في رواية اخرى قلت وزاد في الاذكار للنووي على رواية ابي داود من رواية ابن عباس فتقبل منا انك انت السميع العليم. (هامش بذل المجهود ۳ : ۳۵۰ كتاب الصوم باب القول عند الافطار)

الجواب: آب محرز میں تقوم اور ملک صحیح ہے کما صرحوا بہ ﴿۱﴾ پس اس کی خرید و فروخت میں کوئی امر مانع نہیں ہے، واما کونہ تبر کا فایضا لیس بمانع کبیع المصحف وغیرہ۔ وهو الموفق متعدد اموات کو ایک چیز کا ایصال ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے

سوال: ایصال ثواب مثلاً ختم قرآن یا صدقہ وغیرہ متعدد لوگوں کو متجزی ہو کر پہنچتا ہے یا بلا تجزی پورا پورا ملتا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب: بلا تجزی ہر ایک کو پورا پورا ملتا ہے، صرح بہ الفقهاء وقال الحافظ ابن حجر المکی: وهو اللائق بسعة الفضل (رد المحتار) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا يصح وقيل ان تعارفه صح..... نعم لو كان محرزاً باناء فانه يملك.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوی لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شیء..... قلت لكن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم او يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً فاجاب بانه افی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۶۶ مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له)

﴿۳﴾ قال الشاه اشرف على التهانوی: فی رد المحتار ویوضحه انه لو اهدى الى اربعة يحصل لكل منهم ربعة فكذا لو اهدى الربع لواحد وابقى الباقي لنفسه ملخصاً قلت لكن سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ..... مگر کسی نے دلیل میں کوئی نص ذکر نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قیاسی ہے نہیں، اس لئے بدون نص اس پر کوئی حکم نہیں کیا جاسکتا، البتہ حدیث طبرانی (عن ابی عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ اذا تصدق احدکم صدقة تطوعا فليجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرها ولا ينقص من اجره شيئاً) کو ظاہر الفاظ سے عدم تجزی پر دال کہا جاسکتا ہے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنارہ کیلئے کئے گئے تیمم پر فرض نماز پڑھنے کا مسئلہ

سوال: جنارہ کیلئے تیمم کیا، کیا اس تیمم سے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب: پڑھی جاسکتی ہے، كما في الهندية ۱: ۲۶ لو تیمم لصلاة الجنابة او لسجدة التلاوة اجزأه ان یصلی به المكتوبة بلا خلاف کذا فی المحيط ﴿۱﴾۔
وهو الموفق

کفار کے شکار کئے ہوئے مچھلیوں کا حکم

سوال: عرب ممالک بلکہ اب پاکستان میں بھی کفار ممالک سے بندوبستوں میں مچھلیاں آتی ہیں جو کفار کے شکار کئے ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: کفار کے شکار کئے ہوئی مچھلی بشرطیکہ طافی نہ ہو ﴿۲﴾ کھانا جائز ہے ﴿۳﴾.....

(بقیہ حاشیہ) کیونکہ اجرہا کا مرجع صدقہ ہے جس کا حقیقی مفہوم کل الصدقة ہے نہ کہ جزو الصدقة اور لہما سے متبادر اور شائع اطلاق کے وقت کل واحد ہوتا ہے اور مجموعہ مراد ہونا محتاج قرینہ ہوتا ہے اور قرینہ کا فقدان ظاہر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ دونوں میں سے ہر واحد کو پورے صدقہ کا اجر ملے گا۔

(بوادر النوادر ۳۵۴ اسی ویں حکمت)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۶ الباب الرابع فی تیمم)

﴿۲﴾ وفي الهندية: السمک والجراد یؤکلان غیر ان الجراد یوکل مات بعلہ او بغير علة والسمک اذا مات بغير علة لا یؤکل کذا فی الظہیریۃ۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۲۲۸ الباب السادس فی صید السمک)

﴿۳﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: محمد بن موسیٰ دیمیری رحمہ اللہ حیاء الحيوان میں امام حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ستر صحابی کو مجوسی کا شکار کھاتے ہوئے دیکھا ہے اور ابوالکارم رحمہ اللہ شرح نقایہ میں لکھتے ہیں: وفي المحيط لا بأس باکل سمكة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لأنها تحل بدون التسمية والذبح ﴿١﴾. وهو الموفق

چاند پر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ اب چاند پر لوگ آتے جاتے ہیں وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھ کر ادا ہوتا ہے؟

الجواب: چاند پر نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی محذور شرعی نہیں اور تحری سے سمت قبلہ معلوم

کیا کریں ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اصطادھا المجوسی لأنها تحل بدون التسمية فالمجوسی وغيره فيه سواء، مچھلی جسے مجوسی نے شکار کیا ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مچھلی بغیر خدا کا نام لئے ہوئے بھی حلال ہے پس مجوسی اور دوسرے لوگ سب اس معاملے میں مساوی ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ۲: ۳۰۶ کتاب الاکل والشرب)

﴿١﴾ قال العلامة شمس الدين السرخسی: ذكاة السمک والجراد اخذه ومراده بيان ان الذكاة ليست بشرط فيهما بل يثبت الحل فيهما بالاخذ من غير ذكاة الا ترى انه لا تثبت الحرمة بكون الآخذ مجوسيا او وثنيا وما يشترط فيه الذكاة يشترط فيه الاهلية للمذكى وحيث لم يشترط فى السمک والجراد.

(کتاب المبسوط للسرخسی ۱۱: ۲۲۹ کتاب الصيد)

﴿٢﴾ وفى المنهاج: فان قيل ان السجدة لا بد ان تكون على الارض او على ما قام مقام الارض والمعلق فى الجو والفضاء ليس هكذا قلنا: كما ان الماء جسم فاصل بين السفينة والارض لا يعتد بفصله فكذلك الريح جسم فاصل بين الطيارة والارض لا يعتد بفصلها وكما ان السماء جسم ليس بارض ولا قام مقامها وتصح الصلوة فيها لقوله تعالى: واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حيا، ولا استقرار الجبهة عليها، فكذلك يقال فى الصلوة فى القمر والمريخ وغيرهما. (منهاج السنن شرح ترمذی ۲: ۲۳۴ باب الصلوة على الدابة)

صوفیاء کے اشغال واذکار کا حکم

سوال: صوفیاء کرام کے اشغال واذکار مثلاً جس دم وغیرہ جو احادیث سے ثابت نہیں بدعت ہیں یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب: احسان اور اخلاص عند اللہ محبوب اور بندہ سے مطلوب ہے، ان مدارج اور ان کے مبادی کا نظیر علم قرآن کے حصول جیسا ہے، پس جس طرح لسان عربی کے مبادی میں مشغول رہنا عبادت ہے بدعت نہیں ہے اسی طرح حصول احسان کے مبادی میں مشغول ہونا اور مجاہدات کرنا عبادت ہے بدعت نہیں ﴿۱﴾ اور مبادی میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نص صریح سے ثابت ہوں البتہ یہ ضروری ہے کہ نص سے متصادم نہ ہوں کما اشیر الیہ فی حدیث مسلم اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

تالی سوار ہے اور سامع پیادہ جارہا ہے سجدہ تلاوت کے تکرار کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک آدمی سوار ہے اور اس کے پیچھے دوسرا آدمی پا پیادہ جارہا ہے جبکہ سوار آدمی نے آیت سجدہ کئی بار تلاوت کیا اب ایک سجدہ کافی ہے یا سب سجدے؟ بینواتو جروا

الجواب: اتحاد مجلس کی وجہ سے تلاوت کرنے والے پر ایک سجدہ واجب ہے اور سامع پر سب ﴿۱﴾ قال الفقیہ العلامة رشید احمد الجنجوهی: اشغال صوفیا بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے جیسا اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگرچہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں، ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ۱۹۴ کتاب الاخلاق والتصوف)

﴿۲﴾ (صحیح مسلم ۲: ۲۲۴ قبیل باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة)

واجب ہیں، لا اختلاف المجلس (قاضی خان) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

وساوس اور رغبت معصیت دور کرنے کا وظیفہ

سوال: وسوسوں اور گناہوں میں رغبت زیادہ ہے اور دل کی صفائی نہیں ہوتی اس کیلئے کونسا وظیفہ

بہتر ہے؟ بینواتوجروا

الجواب: اعوذ بالله من الشیطن الرجیم لاحول ولا قوة الا بالله، کثرت سے

پڑھا کریں ﴿۲﴾ یا ۳۱۳ بار روزانہ وظیفہ بنالے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة فخر الدين الفرغانی: المصلی اذا قرأ آية السجدة على الدابة مرارا وخلفه رجل يسوق الدابة يسجد المصلی سجدة واحدة والسائق يسجد لكل مرة.

(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ۱: ۱۵۹ فصل فی قراءة القرآن)

﴿۲﴾ عن مكحول عن ابي هريرة قال قال لي رسول الله ﷺ اكثر من قول لاحول ولا قوة الا بالله فانها من كنز الجنة، قال مكحول فمن قال لاحول ولا قوة الا بالله ولا منجأ من الله الا اليه كشف الله عنه سبعين بابا من الضر ادناها الفقر، رواه الترمذی..... وعن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا حول ولا قوة الا بالله دواء من تسعة وتسعين داء يسرها لهم، وعنه قال قال رسول الله ﷺ الا ادلك على كلمة من تحت العرش من كنز الجنة لا حول ولا قوة الا بالله يقول الله تعالى اسلم عبدي واستسلم رواهما البيهقي في الدعوات الكبير.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۲۰۲ باب ثواب التسبیح الفصل الثالث)

﴿۳﴾ قال الامام ولی اللہ الدہلوی: اعلم ان الشرع لم یخص عدداً ولا مقداراً دون نظيره الا لحکم ومصالح وان کان الاعتماد الکلی علی الحدس المعتمد علی معرفة حال المکلفین وما یلیق بهم عند سیاستهم وهذه الحکم والمصالح ترجع الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لا یجاوز عنه ما کان فیہ کفایة الخ.

(حجة الله البالغة ۱: ۱۰۰ باب اسرار الاعداد والمقادیر)

قرآنی آیات اور دعائیں لکھ کر پینے اور پلانے کا مسئلہ

سوال: بعض عامل قرآنی آیات اور دعائیں وغیرہ لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریضوں کو پلاتے

ہیں کیا یہ جائز ہے؟ یا بدعت اور ناجائز ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب: جن تعویذات کا مضمون معلوم اور جائز ہو اس کا پینا اور پلانا برائے علاج جائز ہے،

خیر القرون میں ﴿۱﴾ اور مشائخ کے ہاں معمول اور مجرب ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال: اذا عسر علی المرأة ولدها اخذ اناء لطيفا یکتب فیہ (کانہم یوم یرون ما یوعدون) الی آخر الآیة، و (کانہم یوم یرونہا لم یلبثوا الا عشیة او ضحاها)، و (لقد کان فی قصصہم عبرة لاولی الالباب) الی آخر الآیة، ثم یغسل ویسقی المرأة منه وینضح علی بطنہا وفرجہا. (الحديث)

قال عبد الرحمن البرنی: ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور، وقال: اخرجہ ابن السنی والدیلمی، وفیہ عبد اللہ بن محمد المغیرة، قال ابو حاتم: لیس بالقوی، وقال ابن یونس، منکر الحديث. (عمل اليوم واللیلة المعروف بابن السنی ۵۷۶ باب ما تعوذ به المرأة التي تطلق)

﴿۲﴾ قال العلامة عمر بن احمد الخریوطی: فی المواہب نقل عن القشیری ان ولده مرض مرضا شديدا حتی اشرف علی الموت واشتد علیہ الامر قال فرأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام فشکوت الیہ ما بولدی، فقال: این انت من آیات الشفاء فانتبهت فتفکرت فیہا فاذا هی فی ستة مواضع من کتاب اللہ تعالیٰ (ویشف صدور قوم مؤمنین، وشفاء لما فی الصدور، ینخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس، ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین، واذا مرضت فهو یشفین، قل هو للذین آمنوا هدی وشفاء) قال فکتبتہا ثم محوتہا بالماء وسقیته ایاہا فكانما نشط من عقال.

(شرح الخریوطی علی قصیدة البردة ۱۴۶ کم ابرأت وصبا الخ)

العقائد الاسلاميه باللغة السليمانيه

چالیس عقائد اور چالیس مہم احکام پر پشتوزبان میں شائع کی گئی ہیں۔
اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت جلد شائع کیا جائے گا۔

مسائل حج

حج کے اہم مسائل و احکام اور جدید دور میں پیش آنے والے
واقعات کو قدیم کتب کے حوالوں سے مزین کر کے لکھا گیا ہے۔

رسالہ قبریہ

میت کے موت سے کفن و دفن تک تمام اہم مسائل اس میں جمع کئے گئے ہیں۔
بہت سے اختلافی مسائل واضح اور مدلل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

مولفات حضرت مفتی اعظم محدث کبیر مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منہاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتي اعظم عارف بالله
مولانا مفتي محمد فريد الزروبي المجددي النقشبندی
المفتي والشيخ بدار العلوم حقانيه اكوره خٹک

کل صفحات / ۱۲۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ ندوی ضلع صوابی

واما بنعمة ربك فحدث

الفرق اعد البهية الى احاديث خير البرية

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل
الشيخ المفتي محمد فريد المجددي الزروبي
جامعة دارالعلوم الحقانية اكوره ختك باكستان
ويليه
المقدمة في مصطلحات علم الحديث
للشيخ عبد الحق الدهلوي رحمه الله

اعداد وتقديم
مفتي محمد وهاب المنجلوري
خادم العلم والافتاء بدارالعلوم صديقيه
..... الناشر:

مولانا حافظ حسين احمد صديقي مدير دارالعلوم صديقيه زروبي (صوابي)

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هدایة القاری

علی

صحیح البخاری

للعلمیة الفضیلة الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجددی القصبی الزروی

بخاری شریف کے مطول اور مختصر شرح کا ملخص، اکابر محدثین کے امالی کا انچور

کل صفحات ۲۵۲

ناشر: دارالعلوم صدیقیہ زروی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم

شرح

مقدمة المسلم

لفضیلة الشیخ مولانا مفتی محمد فرید المجددی الشیخ والمفتی ہدار العلوم حقانیہ کوثرہ خٹک

کل صفحات ۵۲

یہ شرح جس مباحثہ پر مشتمل ہے، طلبہ احصاء کیلئے مشعل راہ ہے۔

ناشر: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروی ضلع صوابی

